خواجگانِ نقشبندیہؒ کی تعلیمات پر لاجواب اسباق ،

رسائلِ نقشبندیہؒ

قدسیہ : حضرت خواجہ محمدؒ پارسا نقشبندی قدس سرہ

انسیہ : حضرت مولینا محمد یعقوب چرخی علیہ الرحمۃ

رسالہ عزیزاں خواجہ علی عزیزاں رامیتینی رحمۃ اللہ علیہ

انفاسِ نفیسہ حضرت خواجہ عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ : پیرزادہ اقبال احمد فاروقی

مکتبہ نبویہؒ ○ گنج بخش روڈ لاہور

خواجگانِ نقشبندیہ کی تعلیمات پر لاجواب اسباق ،

رسائلِ نقشبندیہ

قدسیہ : حضرت خواجہ محمد پارسا نقشبندی قدس سرہ'
انسیہ : حضرت مولینا محمد یعقوب چرخی علیہ الرحمۃ
رسالہ عزیزاں خواجہ علی عزیزاں رامیتینی رحمۃ اللہ علیہ
انفاس نفیسہ حضرت خواجہ عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ : پیرزادہ اقبال احمد فاروقی

...... ناشر ......

مکتبہ نبویہ : گنج بخش روڈ' لاہور۔

قیمت 125

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

صحبتے با اولیائے نقشبند

پیرزادہ علامہ اقبال احمد فاروقی ایم۔اے

رسالہ قدسیہ حضرت خواجہ محمد پارسا قدس سرہٗ کی تالیف لطیف ہے اس رسالہ میں مؤلف علامہ نے اپنے پیر و مرشد شہنشاہ نقشبند حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کے گراں قدر اقوال اور آپ کی مجالس میں سلسلہ نقشبندیہ کے معمولات کی تشریحات کو بڑے اختصار سے بیان کیا ہے۔ چنانچہ یہ رسالہ اپنے موضوع اور مطالب کی جامعیت کی بنا پر اکابر نقشبند کے لیے مشعل راہ بنا رہا ہے۔ حضرت شیخ احمد سرہندی، مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس رسالہ کو بیحد پسند کیا اور اس سے استفادہ کیا۔ پھر اسے راہنمائے سلوک و طریقت قرار دیا۔ اپنے مکتوبات گرامی میں رسالہ قدسیہ کی عبارتوں کو جابجا نقل کیا۔ حضرت مجدد الف ثانی کے علاوہ سلسلۂ نقشبندیہ کے اکابر اور طریقۂ مجددیہ کے ممتاز اولیا، نے خصوصیت سے اس جامع رسالہ کے مطالب کو حرز جاں بنایا ہے۔ رسالۂ قدسیہ کے متعدد خطی نسخے ممالک اسلامیہ کے قدیم کتب خانوں میں ملتے ہیں۔ مگر ہمارے سامنے محبوب المطابع دہلی ۱۳۰۸ھ کا طبع شدہ رسالہ رہا۔ جو اپنے اغلاط اور طابع و ناشر کی بے پرواہی کی وجہ سے ذوق سلیم پر گراں بار رہا۔ مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان۔ راولپنڈی نے پروفیسر محمد اقبال صاحب ایم۔اے گورنمنٹ کالج راولپنڈی کے مقدمہ، حواشی اور تعلیقات کے ساتھ ۱۹۷۵ء میں رسالہ قدسیہ کا متن مناسب صحت و سند کے ساتھ

شائع کیا۔ چنانچہ ترجمہ کرتے وقت اس کے متن سے جو آسانی ہمیں میسر آئی وہ فاضل مرتب کی قابلیت کی مرہون منت ہے۔

پروفیسر محمد اقبال صاحب مُلک کی تحقیق کے مطابق اس رسالہ کا قدیم ترین محفوظ متن نویں صدی ہجری میں تحریر کردہ ہے۔ اس رسالے کے قلمی نسخے ایا صوفیہ (استنبول) قاہرہ (مصر) اور لندن اور تہران کے عجائب خانوں میں محفوظ ہیں۔ ایا صوفیہ کا قلمی نسخہ ۸۵۵ھ میں کتابت کیا گیا۔ تہران میں آستانہ قدس رضوی کا نسخہ ۹۰۴ھ میں ضبط تحریر میں لایا گیا اور کابل افغانستان کے سرکاری کتب خانہ میں محفوظ نسخہ محرم ۹۱۳ھ کا بخط محمد بن احمد تحریر شدہ موجود ہے۔

ان قدیم نسخوں کے علاوہ اسی رسالے کا ایک ایک خطی نسخہ کتاب خانہ گنج بخش راولپنڈی پنجاب یونیورسٹی لائبریری۔ لاہور۔ اسلام آباد یونیورسٹی لائبریری اسلام آباد۔ سید پیر حسام الدین راشدی کے ذاتی کتب خانہ، قاضی صدرالدین ہری پور کے نجی کتب خانہ میں موجود ہے۔ جناب ڈاکٹر غلام مصطفٰی خان نے نقشبندی سلسلے کے بعض رسائل ترتیب دے کر حیدر آباد سے شائع کرائے تھے۔ ان میں بھی رسالہ قدسیہ شائع ہوا تھا۔

ترجمہ کرتے وقت جن رسالوں نے ہمیں خصوصی امداد دی وہ مولنا گلاب الدین صاحب لاہوری۔ اور حافظ محمد اشرف صاحب مجددی مالک مکتبہ نعمانیہ سیالکوٹ کے ذاتی مطالعہ کے نسخے تھے۔ ان دو مجددی بزرگوں نے رسالہ قدسیہ اور دیگر رسائل نقشبندیہ کے ترجمہ اور اشاعت میں جتنا تعاون اور اصرار کیا وہ میری زندگی کی مصروفیت کے پردوں کے ہٹانے کے لیے کافی تھا۔ ساتھ ہی ان احباب نے جب اپنے نادر و نایاب نسخے مجھے عنایت فرمائے تو میں ان کے چہروں کے تاثرات محسوس کیے بغیر نہ رہ سکا۔

؎ پارۂ دل زما جدا شدہ است

قصرِ عارفان (بخارا) کی روحانی ضیاؤں نے دنیائے اسلام کو منور کیا۔ انہیں ضیاؤں سے عالمِ اسلام کے آسمانِ علم و معرفت پر آفتاب و ماہتاب چمکے۔ شہنشاہِ نقشبند خواجہ خواجگان حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند قدس سرہٗ نے سلسلہ نقشبندیہ کی بنیاد رکھی، پھر سلسلۂ نقشبندیہ کے انفاسِ قدسیہ کی تربیت میں شب و روز کام کیا۔ جو حضرات یہاں سے تربیت پاکر نکلے ان کے فیوض و برکات صدیوں تک عالمِ اسلام کو فیضیاب کرتے رہے۔ قصرِ عارفان کے تربیت یافتہ حضرات بخارا سے اٹھے۔ ایران، افغانستان، ترکی، شام اور دیگر بلادِ عجم سے بڑھ کر برِصغیر پاک و ہند پر چھا گئے۔ ان کی کوششوں سے نقشبندیہ سلسلہ کی بارگاہیں قائم ہوئیں۔ جنہوں نے اسلام اور عظمتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے لوگوں کے قلوب و اذہان کو مالامال کر دیا۔

بخارا صدیوں سے اسلامی علم و فضل کا گہوارہ رہا ہے۔ اس سرزمین نے اسلام کے جلیل القدر فرزندوں کو پرورش کیا۔ امام محمد بن اسمٰعیل بخاری (محدثِ اعظم)، شیخ بیدار، امام محمد شیبانی، امام محمد البدمونی، محمد بن فضل، سید علی ہمدانی، قدس اسرارہم کے علاوہ ہزاروں احبابِ علم و معرفت اسی عروس البلاد سے تعلق رکھتے تھے۔ اور یہاں سے اسلامی علوم و فنون کے چشمے پھوٹے۔ جو چار دانگ عالم کو سیراب کرتے گئے۔ تاتاریوں کے سیلاب نے اسی شہر کو تہہ و بالا کیا بقول صاحبِ تاریخ بخارا "آمدند، کندند، سوختند، کشتند، بردند و رفتند" تاتاریوں کا طوفان بے پناہ آیا۔ اس نے بخارا کو اکھاڑا، جلایا، قتلِ عام کیا۔ لوٹا اور چلتے بنے۔ تاتاری طوفان مدہم ہوئے ابھی نصف صدی گزرنے نہ پائی تھی کہ امیر تیمور جیسا فاتح اسی سرزمین سے اٹھا اور یورپ۔ اور ایشیا کی سلطنتوں کو تہہ و بالا کرتا ہوا دنیا پر چھا گیا۔

اسی امیر تیمور کے عہد میں ہمارے خواجہ بہاؤالدین نقشبند قدس سرہٗ نے بخارا سے

تین میل دُور قصرِ عارفان کی بنیاد رکھی۔ اور خاک و خون میں تڑپتی ہوئی انسانیت کے زخموں پر روحانیت کی مرہم رکھنے کا کام کیا۔ آپ محرم ۷۱۸ھ میں عزیزاں علی رامتینی (م ۷۲۱ھ) کے عہدِ حکومت میں بخارا میں پیدا ہوئے[۱] آپ کا سلسلہ نسب حضرت امام زین العابدین ابن حضرت امام حسین رضی اللہ عنہما سے ملتا ہے اور سلسلہ طریقت سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے منسلک ہے[۲] آپ کی پیدائش سے کئی سال قبل آپ کے دادا پیر خواجہ محمد بابا سماسی قدس سرہٗ آپ کے مولد کے نزدیک سے گزرتے۔ تو فرماتے: "بوئے معرفتِ رب العزت ازاں نواحی در مشام جاں می رسد"[۳]

---

[۱] رشحات۔ علی بن الحسین الواعظ الکاشفی۔

[۲] ملک محمد اقبال پروفیسر گورنمنٹ کالج راولپنڈی کی تحقیق کے مطابق آپ کا سلسلہ طریقت سولہ واسطوں سے آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تک ملتا ہے:۔ خواجہ بہاؤالدین نقشبند (۳ ربیع الاول ۷۹۱ھ قصرِ عارفان)، خواجہ امیر کلال (۸ جمادی الاول ۷۷۲ھ سوخار بخارا) خواجہ محمد بابا سماسی (۱۰ جمادی الثانی ۷۵۵ھ سماس بخارا) خواجہ عزیزاں علی رامتینی (۲۸ ذیقعدہ ۷۲۱ھ خوارزم) خواجہ محمود ابوالخیر فغنوی (۱۷ ربیع الاول ۷۱۵ھ موابکنی بخارا) خواجہ محمد عارف ریوگری (یکم شوال ۶۱۶ھ ریوگر بخارا) خواجہ عبدالخالق غجدوانی۔ (۱۲ ربیع الاول ۵۷۵ھ غجدوان) ابویوسف ہمدانی (۲۸ رجب ۵۳۵ھ مرو) حضرت ابوعلی فارمدی (۴ ربیع الاول ۴۷۷ھ طوس) حضرت ابوالحسن (۱۰ محرم ۴۲۵ھ خرقان) حضرت بایزید بسطامی (۱۴ شعبان ۲۶۱ھ بسطام) حضرت امام جعفر صادق (۱۵ رجب ۱۴۸ھ مدینہ منورہ) حضرت قاسم بن محمد (۲۴ جمادی الاول ۱۰۶ھ میان مکہ و مدینہ) حضرت سلمان فارسی (۱۰ رجب ۳۳ھ مدائن) حضرت سیدنا ابوبکر صدیق (۲۲ جمادی الآخر ۱۳ھ مدینہ منورہ) حضرت سیدنا محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم (۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ مدینہ منورہ) تفصیل کیلئے مقدمہ رسالہ قدسیہ مطبوعہ مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان۔)

[۳] قصرِ عارفان از مولوی احمد علی صفحہ ۱۲۸۔

آپ ہر بار قصرِ ہندواں سے گذرتے تو فرماتے "اس سرزمین سے کسی مردِ حق کی خوشبو آرہی ہے"۔ ایک دن آپ کے پیرو مرشد حضرت سید امیر کلال قصرِ ہندواں جاتے ہوئے قصرِ عارفاں کے قریب سے گزرے تو فرمانے لگے "آج وہ خوشبو تیز آرہی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ مردِ حق پیدا ہو گئے ہیں" وہیں قیام پذیر ہوئے۔ تو معلوم ہُوا۔ کہ خواجہ بہاؤالدین کو پیدا ہوئے تین دن ہو گئے ہیں۔[1]

آپ کے والد مکرم سید محمد بخاری رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں۔ کہ بہاؤالدین کی پیدائش کے تیسرے روز خواجہ محمد بابا سماسی اپنے احباب کے ساتھ قصرِ ہندواں میں تشریف فرما ہوئے۔ مجھے آپ سے بے حد عقیدت تھی۔ میرے دل میں آیا کہ نومولود کو آپ کی خدمت میں پیش کروں۔ چنانچہ بہت سے احباب کی موجودگی میں بچے کو لے گیا اور حضرت خواجہ کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ نے دیکھتے ہی فرمایا "یہ بچہ ہمارا بیٹا ہے اور ہم اسے اپنی فرزندی میں قبول کرتے ہیں" پھر آپ نے تمام احباب کو متوجہ کرتے ہوئے فرمایا۔ "یہ وہی مردِ حق ہے۔ جس کی خوشبو ہمیں ایک مدت سے مشامِ جان کو لبھا رہی تھی۔ یہ مقتدائے روزگار ہوگا۔ پھر آپ نے خواجہ امیر سید کلال کو فرمایا "میرے اس بیٹے کی تربیت اور شفقت میں کوئی کمی نہ چھوڑنا۔ اگر کوئی کوتاہی ہوئی تو ہم تمہیں معاف نہیں کریں گے" امیر نے وعدہ کیا۔ کہ اگر میں نے اس معاملہ میں کوتاہی کی تو مجھے مرد نہ کہنا۔[2]

حضرت خواجہ بہاؤالدین اور ان کے والد کمخوابی پر نقشبندی کا کاروبار کرتے تھے۔ اٹھارہ سال کی عمر میں آپ کے جدِ امجد نے آپ کو حضرت بابا سماسی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں سماس بھیجا تاکہ آپ کے فیضِ صحبت سے مستفیض ہو سکے۔ حضرت خواجہ

۱۔ نفحات الانس۔ عبدالرحمن جامی۔ صفحہ ۳۸۰۔

۲۔ ایضاً " " صفحہ ۳۸۰۔

اپنے رسالہ البہایہ میں بیان کرتے ہیں کہ آپ کی زیارت سے مجھے اولین اثر یہ ہوا۔ کہ اسی رات میرے اندر نیاز مندی اور انکساری کا جذبہ پیدا ہو گیا۔ میں اٹھا مسجد میں گیا۔ دو رکعت نماز ادا کی اور سربسجود ہو کر تضرع و نیاز میں ڈوب گیا۔ دعا کی۔ اے اللہ! مجھے اپنی محبت کا بوجھ برداشت کرنے کی قوت عطا فرما۔ دوسرے دن صبح کے وقت میں حضرت خواجہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا۔ "بیٹا! دعا یوں کرنا چاہیئے تھا کہ "اے اللہ! جس کام میں تیری رضا ہے وہ مجھے عنایت فرما۔ اور اپنے فضل و کرم سے قوتِ برداشت دے۔" اگر وہ اپنی حکمت سے کوئی ابتلا دے گا تو اس کی برداشت کی قوت بھی دے گا۔ خود کسی مصیبت یا بوجھ کو طلب کرنا درست نہیں۔ ایسی گستاخی نہیں کرنا چاہیئے۔" کھانا کھانے کے بعد حضرت خواجہ نے مجھے ایک روٹی عنایت کی۔ میرے دل میں خیال آیا۔ کہ پیٹ بھر کر کھانا کھا لیا ہے۔ ایک ساعت کے بعد اپنی منزل پر پہنچنا ہے۔ اس روٹی کی کیا ضرورت۔ سفر پر نکلے میں آپ کی رکاب تھامے ساتھ تھا۔ میرے دل میں جو بھی خدشہ یا خیال آتا۔ تو آپ فرماتے۔ "دل کو نگاہ میں رکھنا چاہیئے"۔[1]

ہم جوئے مولیاں کے باغات میں پہنچے۔ ایک مخلص دوست کے گھر قیام ہوا۔ صاحب خانہ نہایت عاجزی، انکساری اور خندہ پیشانی سے پیش آیا۔ مگر اس میزبان کی بیوی نہایت پریشانی میں کبھی اندر جاتی تھی اور کبھی باہر آتی تھی۔ آپ نے وجہ پوچھی تو کہنے لگی۔ ہمارے گھر صرف دودھ ہے مگر کھانے کو کوئی چیز نہیں۔ آپ نے مجھے آواز دی اور کہا وہ روٹی تو لاؤ۔ میں نے روٹی پیش کی اور دل میں کہا۔ آخر یہ روٹی کام آگئی۔ میرے دل میں اعتقاد کی قوت زیادہ بڑھ گئی۔

حضرت امیر کلال قدس سرہ نے حضرت خواجہ نقشبند کی تربیت میں خصوصی

[1] نفحات الانس۔ مولانا عبدالرحمٰن جامی۔ صفحہ ۳۸۱۔

توجہ فرمائی۔ عزیزاں خواجہ علی رامیتنی کی کلاہ مبارک آپ کو عنایت فرمائی۔ اور فرمایا "بابا ہمیں حضرت بابا سماسی نے وصیت کی تھی کہ آپ میرے بیٹے بہاؤالدین کی تربیت میں کوتاہی نہ کرنا۔ آج میں اس فریضہ کی تکمیل کر رہا ہوں"

حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ العزیز اس روحانی تربیت کے دوران بہت سے فیوض و برکات سے مستفید ہوئے۔ وقت کے چند بزرگان دین کی صحبت سے مستفیض ہوتے رہے۔ حضرت امیر کلال قدس سرہٗ کی نگاہِ خاص کے علاوہ آپ کو حکیم اتا رحمہ اللہ علیہ کی نوازشات نے خصوصی طور پر آپ کی تربیت میں حصہ لیا۔ حضرت خلیل اتا قدس سرہٗ جو صاحب کشف الصدور تھے آپ پر بے پناہ شفقت فرمایا کرتے۔ آپ، اگر کچھ عرض کرنا چاہتے تو حضرت اتا فرماتے "آنچہ در خاطر تست پیش من حیاں است۔ حاجت بیاں نیست" جو کچھ تمہارے دل میں ہے۔ مجھ پر واضح ہے بیان کرنے کی ضرورت نہیں"، حضرت خواجہ نقشبند فرماتے ہیں کہ مجھے آپ کی صحبت میں رہتے ہوئے احوال شگرف اور چیزیں عجیب و غریب مشاہدے میں آئیں" ایک وقت آیا۔ کہ حضرت اتا قدس سرہٗ چھ سال تک ماوراالنہر کی سلطنت کے مالک بنے۔ تو حضرت خواجہ آداب سلطنت کی رعایت کے باوجود صحبت خاص کے محرم و جلیس رہے۔

سلوک کی منزلیں طے کرتے وقت حضرت خواجہ کے ابتدائی حالات میں۔ ایسے حالات ملتے ہیں جس سے ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں۔ کہ شاہ نقشبند بزرگان سلسلہ کی نگاہ میں بے حد محبوب تھے اور آپ پر عنایات الٰہیہ کی بارشیں برستی رہیں۔ ایسے واقعات کی تفصیل کے لیے مولانا جامی کی نفحات الانس۔ حضرت واعظ الکاشفی کی رشحات اور پھر حضرت خواجہ نقشبند کا رسالہ البہائیہ کا مطالعہ کرنا نہایت ضروری ہے۔

آپ ایک طرف تو حضرت امیر کلال قدس سرہ کے زیر تربیت تھے دوسری طرف آپ کو خواجہ عبدالخالق غجدوانی قدس سرہ کی اویسیت حاصل تھی۔ آپ خواب میں براہ راست آپ کی مجالس فیض سے فیوض و برکات حاصل کرنے کا موقعہ ملتا بعض اوقات ایسی مجالس میں خواجہ احمد صدیق، خواجہ اولیا کلاں، خواجہ عارف ریوگردی، خواجہ محمود ابوالخیر فغنوی، خواجہ علی رامیتی قدس سرہٗ اروا حہم کی زیارت ہوتی۔

صاحب انیس الطالبین نے حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات کا ایک واقعہ لکھا ہے کہ حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ حضرت امیر کلال کی خدمت میں جارہے تھے بخارا سے روانہ ہوئے۔ رباط جغراتی میں پہنچے تو ایک سوار سے ملاقات ہوئی جس کے ہاتھ میں گلہ بانوں جیسی بہت بڑی لاٹھی تھی۔ اور سر پر نمدے کی ٹوپی۔ آپ کے پاس آکر ترکی زبان میں کہنے لگا۔ تم نے گھوڑے دیکھے ہیں، شاہ نقشبند نے توجہ نہ کی اور اپنی راہ پر چلتے رہے۔ مگر وہ سوار آپ کا پیچھا کرتا رہا اور کئی بار آپ کے لیے تشویش کا باعث بنا۔ آپ نے ایک دفعہ اسے مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔ مجھے معلوم ہے کہ تم کون ہو۔ یہ شخص رباط قراول تک آپ کے پیچھے آتا رہا اور کہتا رہا۔ میرے پاس ٹھہرو۔ مگر آپ نے التفات نہ فرمایا۔" آپ حضرت امیر کلال قدس سرہٗ کی خدمت میں پہنچے تو آپ نے فرمایا۔ بیٹا راستے میں حضرت خضر علیہ السلام کی طرف بھی التفات نہیں کیا۔ آپ نے عرض کی۔ میں تو آپ کی ذات کی طرف متوجہ تھا۔ حضرت خضر کی ذات مجھے متاثر نہیں کر سکی۔

آپ نے اس راہ میں بے پناہ ریاضت اور مجاہدے کیے۔ قصر عارفان میں بسا اوقات پرانے بوریے پر، شکستہ کوزے کے ساتھ اور فاقہ کشی میں یادِ خداوندی میں گزارے۔ قوت حلال کی طلب میں بڑی احتیاط فرماتے ریاضت کو خفیہ رکھتے۔

اپنے احوال سے کسی کو واقف نہ ہونے دیتے۔

حضرت سید امیر کلال قدس سرہٗ نے اپنی ساری زندگی آپ کی تربیت اور روحانی نشو و نما میں صرف کر دی۔ ایک دن ایک بہت بڑے مجمع میں جس میں اولیاء کرام اور ممتاز علماء وقت موجود تھے۔ حضرت خواجہ کو طلب فرمایا گیا اور مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔ بیٹا! بہاؤالدین! میں نے خواجہ بابا سماسی قدس سرہٗ کے احکام کے مطابق ان تمام فرائض اور حقوق کی بجا آوری کا حق ادا کیا ہے جو میرے ذمہ لگائے گئے تھے۔ پھر آپ نے اپنے سینے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: میں نے اپنے پستان کو تمہاری تربیت اور پرورش کے لیے خشک کر لیا ہے تاکہ تمہارا مرغ روحانیت بشریت کے انڈے سے باہر آجائے۔ تمہارا مرغ ہمت بہت بلند پرواز واقع ہوا ہے۔ اب تمہیں فضائے روحانیت میں آزادانہ پرواز کرنے کی اجازت ہے۔ ترک و تاجیک سے جہاں سے بھی تمہیں روحانی غذا ملے اس کے حاصل کرنے میں تقصیر و تساہل نہ کرنا۔[1]

حضرت امیر کلال قدس سرہٗ اپنی زندگی کے آخری حصہ میں اپنے اصحاب و احباب کو خواجہ نقشبند کی اتباع اور حصول فیض کی تلقین فرمایا کرتے۔

حضرت سید امیر کلال رحمہ اللہ کی وفات کے بعد حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند آپ کے خلیفہ خواجہ عارف دیک کرانی قدس سرہٗ کی صحبت میں سات سال تک رہے۔ آپ خواجہ عارف کا بے پناہ ادب اور لحاظ فرمایا کرتے۔ حتیٰ کہ شیخ عارف قدس سرہٗ دریا کے کنارے وضو فرمانے لگتے۔ تو خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ ادباً پانی کے بہاؤ کی طرف بیٹھ کر وضو کرتے۔ راہ حجاز میں دونوں ایک دوسرے کے ساتھ سفر کرتے۔ خواجہ امیر کلال قدس سرہٗ دونوں خلفاء کے متعلق فرمایا کرتے۔ کہ میرے

---

[1] نفحات الانس۔ حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامی۔ صفحہ ۳۸۲

خلفاء میں سے ان دونوں کے مقامات کو کوئی بھی نہیں پہنچ سکتا[1]

حضرت خواجہ نقشبند رحمہ اللہ نے حضرت خواجہ عارف دیک کی صحبت میں رہتے ہوئے بہت سے مجاہدے کیے اور کچھ عرصہ کے بعد شیخ قثم رحمہ اللہ کی خدمت میں رہے جہاں روحانی فیوض حاصل کرتے رہے۔

آپ ایک عرصہ تک ریاضت اور مجاہدہ میں رہے۔ وہ صرف صوفیاء کرام کی صحبت میں رہتے۔ علماء بخارا آپ سے متعارف نہیں تھے مگر آہستہ آہستہ آپ کی شہرت علمی دنیا میں پہنچی۔ مولانا حسام الدین خواجہ یوسف رحمہ اللہ نے علماء کرام کی ایک جماعت کو آپ کے کمالات سے آگاہ کیا۔ چنانچہ اس وقت کے چند علماء کرام میں سے مولانا قاضی سلطان، مولانا سیف الدین خوارزمی، شیخ نورالدین عبدالرحمٰن، مولانا محمد ہروی شیخ شادی، شیخ خسرو، شیخ امیر حسین، مولانا جلال الدین نمالدی، مولانا عبد العزیز آپ کے ہم مجلس رہے[2]

آپ نے کئی بار سفر حج فرمایا۔ علماء کرام کی مجالس سے مستفیض ہوئے۔ مشائخ کی مجالس خاص میں رہے اور خلق خدا کو فیض پہنچاتے رہے۔

آپ کے وجود مسعود سے ہزاروں کرامات کا اظہار ہوا ہے۔ جس کی تفصیل نفحات الانس اور رشحات میں موجود ہے۔ آپ فرمایا کرتے: "انبیاء کرام کے لیے اعلانِ معجزات نبوت فرض ہے لیکن اولیاء کرام کے لیے کتمان کرامات ولایت فرض ہے۔"
بایں ہمہ بعض اوقات آپ سے ایسے خرق عادات واقعات ظہور پذیر ہوئے جنہیں ہم کرامت کی اصطلاح سے ہی یاد کر سکتے ہیں۔ ایک بار لوگوں نے آپ سے

---

[1] رشحات۔ صفحہ ۴۹۔

[2] انیس الطالبین۔ خطی۔ صفحہ ۵۳ - ۱۱۹۔

کرامت کے اظہار کا مطالبہ کیا۔ آپ فرمانے لگے۔ "اس سے بڑھ کر اور ہماری کرامت کیا ہو سکتی ہے۔ کہ، باوجود چندیں بار گناہ بر روئے زمین می توانیم رفت" (داستے گناہوں کے بوجھ کے باوجود ہمیں زمین برداشت کر رہی ہے۔) حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مکتوبات میں (دفتر دوم مکتوب ۹۲) میں ایک واقعہ لکھا ہے کہ امیر تیمور گورگانی بخارا کی ایک گلی سے گزر رہے تھے۔ اتفاقاً حضرت خواجہ نقشبند کے خادم خانقاہِ نقشبندیہ کی گدڑیوں کو جھاڑ رہے تھے۔ ان کے گرد و غبار سے ساری گلی اٹی پڑی تھی۔ امیر تیمور از رہ عقیدت اسی گرد و غبار میں کھڑے ہو گئے اور اس وقت تک کھڑے رہے۔ جب تک یہ گرد بیٹھ نہیں گئی۔ پھر کہنے لگے۔ اہل اللہ کے کوچے کی گرد و غبار عنبر و صندل کی خوشبو سے ہزار درجہ بہتر ہے۔

خاکسارانِ جہاں را بحقارت منگر
تو چہ دانی کہ دریں گرد سوارے باشد!

--- ★ ---

آپ کے لقب نقشبند کی وجہ تسمیہ کے متعلق کئی روایات ملتی ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ آپ کے والد مکرم کمخاب بافی کرتے تھے اور اس پر نقش نگار کرتے۔ یوں آپ کا نام نقشبند مشہور ہو گیا[۱]۔ آپ ایک بار مولانا زین الدین ابوبکر قدس سرہٗ کی ملاقات کو تشریف لے گئے۔ مولانا نے فرمایا حضرت ہمارے لیے بھی ایک نقش بنائیں۔ حضرت خواجہ نے فرمایا۔ ہم تو نقش لینے کے لیے آئے ہیں۔ اس دن سے آپ کو نقشبند کہا جانے لگا[۲]۔ شیخ عبداللہ بلخی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصنیف خوارق الاحباب فی معرفۃ الاقطاب میں لکھا ہے کہ جناب غوث الاعظم کی توجہ خاص سے وجو خواجہ نقشبند کی پیدائش سے

---

[۱] الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ۔ ولی اللہ محدث دہلوی۔ صفحہ ۱۳۔

[۲] سفینۃ الاولیاء۔ شہزادہ داراشکوہ۔

ایگئہ۔ وستاون سال پہلے دی گئی تھی) اسم ذات کا نقش آپ کے دل پر ثبت کر دیا گیا تھا۔ اس لیے آپ نقشبند کے لقب سے مشہور ہوئے۔

حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ العزیز نے جس سلسلۂ نقشبندیہ کی بنیاد رکھی تھی وہ دوسرے سلاسل تصوف سے کئی معمولات میں امتیازی حیثیت رکھتا ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے الفاظ میں یہ سلسلہ اقرب۔ اسبق۔ اوفق۔ اوثق۔ اسلم احکم۔ اصدق۔ اولیٰ۔ اجل۔ ارفع۔ اکمل ہے۔ قدس اللہ تعالیٰ ارواح اہالیہا و اسرار موالیہا۔[1] آپ نے مزید لکھا کہ یہ طریقہ التزام سنت۔ اور اجتناب بدعت میں دوسرے سلاسل سے ممتاز ہے۔

نفی وجود طریق جذبہ وسلوک۔ اتباع سنت۔ لازمہ فیض۔ ذکر خفیہ۔ مراقبہ۔ مشاہدہ محاسبہ۔ حصول رضاالہٰی۔ توکل وکسب۔ تصحیح نیت۔ توحید۔ صحبت باخلق وتعلق باخداوند تعالیٰ۔ جیسے اصول طریقہ نقشبندیہ میں نہایت اہم ہیں۔

حضرت خواجہ باقی باللہ۔ پیر ومرشد حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ نے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے موسس اور بانی حضرت خواجہ خواجگان بہاوالدین نقشبند رحمہ اللہ کی بارگاہ میں ان الفاظ میں ہدیہ تحسین پیش کیا ہے۔

ابوالوقت دوعالم قطب ارشاد — بہاوارین کہ دین شد از وئے آباد[2]
زمستی در جنید افگند آشوب — بہ جذبہ بایزیدش آسمان روب
پے تسکین مشتاقان دیدار — جمال مصطفیٰ را آئینہ دار
دراں آئینہ می یابم محقق — سواو من رانی قد رائی الحق
فنا فی اللہ خواجہ بس بلند ست — مکن تاویل خواجہ نقشبند است

---

[1] مکتوبات امام ربانی دفتر اول مکتوب نمبر ۲۹۰۔

[2] کلیات باقی باللہ۔ صفحہ ۲۲۳۔

خلیفہ بود حق را در زمانہ نمودش برزخے داں درمیانہ

شہنشاہِ نقشبند حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند اتوار سوم ربیع الاول ۷۹۱ھ کو واصل بحق ہوئے۔ لہٰذا قصرِ عرفان ۷۹۱ھ تاریخ وصال برآمد ہوئی ہے۔ حضرت خواجہ نقشبند کی اولاد و خلفاء نے طریقہ نقشبندیہ کو عالمِ اسلام میں رواج دینے میں بڑا اہم کردار ادا کیا۔ اس طریقہ عالیہ کے فیوض و برکات نے صرف عام مخلوق کو ہی مستفیض نہیں فرمایا بلکہ بعض حکمران بھی زیرِ اثر رہے۔ خاندانِ تیموری تو خصوصی طور پر اس طریقہ عالیہ سے متاثر رہا۔ آپ کے خلفاء میں سے خواجہ علاؤالدین عطار۔ خواجہ محمد پارسا قدس اللہ روحہما کے علاوہ میر سید شریف جرجانی۔ خواجہ علاؤالدین عجدوانی۔ مولانا یعقوب چرخی۔ مولانا شیخ حسانذی۔ خواجہ شاہ مسافر خوارزمی۔ مولانا سیف الدین ساری وغیرہم بڑے شہرت یافتہ ہوئے ہیں۔ ان خلفاء گرامی نے قصرِ عارفان سے تربیت پاکر دنیائے اسلام میں اپنے کمالات کے جھنڈے گاڑ دیئے۔ اسلام کی حقیقی روح اور سنتِ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر استقامت کے اصولوں کو اسلامی معاشرہ میں فروغ دیا۔ مخلوقِ خدا کی دنیاوی مشکلات کو حل کرنے میں بے پناہ کامیاب کوششیں کیں۔ خاصانِ خدا کی روحانی تربیت کے لیے خانقاہیں قائم کیں۔ اور ان کے فیوض و برکات سے صدیوں تک خلقِ خدا کو فائدہ پہنچایا۔

حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند کی تالیفات اہلِ سلسلہ کے لیے مشعلِ راہِ طریقت رہیں۔ مگر یہ تالیفات کتابی یا تحریری شکل میں علمی دنیا کے سامنے نہیں آئیں۔ ہاں آپ کی تالیفاتِ لطیف وہ نابغہ روزگار شخصیتیں ہیں جو آپ کی مجالس سے علم و فضل کی روشنیوں کے خزانے لے کر نکلے اور دنیائے علم و دانش کو روشن کرتے گئے۔ جن مردان حق کی تالیفِ قلوب دا ذہان قصرِ عارفاں میں ہوئی ضخیم کتابیں تھے۔ اور ان کی تصانیف نے دنیائے علم و عرفان کو مالا مال کر دیا۔

حضرت خواجہ محمد پارسا قدس سرہٗ (مرتب رسالہ قدسیہ)

زیرِ نگاہ رسالہ قدسیہ کے مرتب خواجہ محمد بن محمد بن محمود الحافظی المعروف بہ خواجہ محمد پارسا قدس سرہ العزیز ۷۴۹ھ میں بخارا میں پیدا ہوئے۔ آپ نے حضرت خواجہ بہاؤالدین شاہ نقشبند قدس سرہٗ کی خدمت میں رہ کر قصرِ عارفان میں روحانی تربیت حاصل کی اور سلسلۂ نقشبندیہ کے صفِ اوّل کے اکابر میں شمار ہوئے۔ آپ نے اس سلسلۂ عالیہ کی ترویج و فروغ کے لیے بے پناہ کام کیا۔ خواجہ نقشبند نے آپ کو خصوصی تربیت اور کامل توجہ سے نوازا۔ آپ اپنے زمانے کے اولیاء اور علماء میں نہایت اہم مقام پر فائز تھے۔ اور ہزاروں اولیاء اللہ اور علماء وقت آپ کی مجالس سے علم و فضل کی دولت لے کر نکلے۔ قصرِ عارفاں کے تربیت یافتہ فرزندوں میں حضرت خواجہ پارسا رحمۃ اللہ علیہ نے طریقہ نقشبندیہ پر بڑی جامع تصانیف کی اشاعت کی۔ جو آج تک سلسلۂ نقشبندیہ کے اصول و احوال پر بنیادی حیثیت رکھتی ہیں۔ چنانچہ قرآن پاک کی تفسیر پر آپ نے سورۂ فاتحہ کی تفسیر کی۔ پھر قرآن پاک کی آٹھ سورتوں کی تفسیر سورہ ہائے ہشت گانہ کے نام سے لکھی، تفسیر سورۂ من جز الملک والبنا تا بیعت کی، تفسیر سورہ یسین لکھی۔

حضرت خواجہ محمد پارسا کی شرح فصوص الحکم۔ رباعیات خواجہ پارسا۔ فصل الخطاب، انیس الطالبین۔ کلمات خواجہ پارسا۔ رسالہ کشفیہ۔ رسالہ محبوبیہ۔ عقائد فرق اسلامی۔ آداب السالکین۔ رموز الاقطاب۔ فصول ستہ۔ شرح قصیدہ ابن فارض۔ انفاس قدسیہ۔ تحقیقات خواجہ پارسا۔ جامع الکلم۔ مسلک عارفین۔ رسالہ فی طریق ذکر الخفی۔

دنیائے تصوف میں مسلم اور مستند کتابیں تسلیم کی جاتی ہیں۔

ان رسائل نقشبندیہ کے مجموعہ میں رسالہ قدسیہ آپ ہی کی مرتبہ محبوب کتاب

ہے۔ جس میں حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند کی مجالس خاص کے ملفوظات پر گفتگو کی گئی ہے۔ آگے چل کر یہی تالیف نقشبندی اکابر کے لیے مشعل راہ بنی۔ اور اسی کو نقشبندی مکتب فکر نے اپنا لائحہ عمل بنایا۔

حضرت محمد پارسا قدس سرہٗ کا تراسی ۸۳ سال کی عمر میں وصال بروز جمعرات ۸۲۲ھ مدینہ منورہ میں ہوا۔ جوار قبہ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ میں آسودگی ملی مصر سے سنگ سفید (مرمریں) لایا گیا اور آپ کے مزار کو ممتاز حیثیت دی گئی آپ کی مشہور تالیف فصل الخطاب کے نام پر آپ کا سن وصال فصل خطابی۔ کے اعداد سے نکلتا ہے۔

رسالہ قدسیہ

از ــــ خواجہ محمد پارسا

بے حد وحساب حمد وثنا اور بے اندازہ وقیاس شکر وسپاس اس بادشاہ جل ذکرہٗ کے لیے زیبا ہے۔ کہ جس کے طالبانِ وصال اور مشتاقانِ جمال اس کی ذات اور وجود کی دلیل ہیں۔ اور اس کے شہود کی دلیل اسی کا شہود ہے!

تو بدو بشناس اورا۔ نہ بخود
راہ از وخیزد بدو و نے از خرد

اس کی معرفت تو اس کی ذات سے ہو سکتی ہے۔ اپنے آپ سے اس کی شناخت کرنے کی کوشش نہ کرو۔ اس کا راستہ تو اسی سے ملتا ہے۔ عقل وخرد سے نہیں ملتا۔

تَلَطَّفْتَ بِاَوْلِيَائِكَ نَعْرِفُوْكَ
وَلَوْ تَلَطَّفْتَ بِاَعْدَائِكَ لَمَا جَحَدُوْكَ

اور بلند مرتبت درود پاک اور تواتر کے ساتھ صلوٰۃ وسلام حضرت سیدی صلی اللہ علیہ وسلم (فداہُ امی وابی) کو پہنچے جو تمام انبیاء کے سچے پیشوا اور تمام اصفیاء کے راہنمائے مطلق ہیں۔

خواجۂ کونین وسلطانِ ہمہ
آفتاب جان وایمان ہمہ

وہ دو جہان کے شہنشاہ ہیں اور تمام لوگوں کے سلطان ہیں اور ہمارے ایمان اور جان کے آفتاب ہیں۔

آپ کی آل اصحاب۔ خلفاء۔ اور احباب کے ساتھ ساتھ آپ کے محبان اور متابعان کے لیے بھی درود ہو۔ اجمعین الی یوم الدین۔

اما بعد۔ یہ چند کلمات انفاسِ نفیسہ اور الفاظِ متبرکہ حضرت گرامی قدر جناب شاہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیے جارہے ہیں۔ آپ کی ذات والا صفات ارشاد و ہدایت کی مسند کی صدر نشین ہے۔ ولایت کے خصائص اور تعریفات کی جامع ہے۔ آپ زمانے کے ملاذ و ملجا ہیں۔ اہلِ حقیقت و عرفان کے قطب ہیں۔ صفاتِ ربانی کے منظہر ہیں۔ اخلاقِ سبحانی کے مورد ہیں۔

گشت بے کبریا و ریا و کینۂ	روح قدسی از رخش آئینۂ
وآں نغائے او جواب ہر سوال	مشکل از وحل شود بے قیل وقال
وَعَلیٰ تَفَنُّنِ وَاصِفِیْهِ بِحُسْنِهٖ	یَفْنَی الزَّمَانُ وَفِیْهِ مَالَمْ یُوصَفُ
اَرَدْتُ لَهٗ قَدْحًا فَمَا مِنْ فَضِیْلَةٍ	تَامَّلْتُ اِلَّا الْاَجَلَ عَنْهَا وَقَلَّتْ

یعنی اعلیحضرت قدوۃ العارفین۔ محققین کی آنکھوں کا نور، انبیاء و مرسلین کے وارث، شیخنا و سیدنا شیخ بہاء الحق والدین محمد بن محمد البخاری المعروف بہ نقشبند قدس اللہ تعالیٰ روحہ وطیب مشیدہٗ و نور ضریحہٗ و نفعنا بحجتہ والاقتدار بسیرتہٖ۔

یہ آپ کے لطائف معارف کے بعض ارشادات ہیں۔ جو آپ کی مجالس میں بعض اقوال کی صورت میں سامنے آرہے ہیں۔ اور (صحبت علی الدوام فی اللیالی والایام) آپ کی زبان مبارک سے بیان ہوتے رہے۔ بندہ ضعیف (مؤلف) محمد بن محمد الحافظی البخاری (وفقہ اللہ تعالیٰ سبحانہٗ لما یحبہ ویرضاہ) ان کلمات قدسیہ میں بعض اقوال کو ازرہ صدق وارادت اور برائے برکت و تیمن ضبط تحریر میں لاتا رہا ہے۔ آپ اپنے عزیز احباب کے حکم اور اشارہ (متعنا اللہ تعالیٰ بلقایم و ادام برکات بقایم) پر ان پاکیزہ کلمات میں چند ایک کو تبرکاً احاطہ تحریر میں لا رہا ہے۔ تاکہ مخلصان خاص اور

طالبانِ صادق ان کلمات طیبات کو گوش گزار کرسکیں۔ آپ کو یوں محسوس ہو گا۔
گویا آپ حضرت کی مجالس میں شرفِ باریابی پاکر بذاتِ خود یہ باتیں سن رہے ہیں۔
آپ کے احوال و مقامات شریفہ۔ اور کرامات و آثار عجیبہ کا تذکرہ اوّل سے
آخر تک اکثر بیان میں آچکا ہے۔ ان میں سے اکثر و بیشتر حالات نوکِ زبان خواص
ہیں۔ اگرچہ اس وقت قلب و روح اس بات کا تقاضا کرتے ہیں۔ کہ احوالِ طیبہ کے
گلستان کی نسیم جانفزا۔ طالبانِ صادق کے مشامِ دل و جان کو معطر کرے۔ اور
دلوں اور جانوں کو اس سے راحت ملے۔ اور بموجب عند ذکر الصالحین تنزل الرحمۃ
(نیک لوگوں کے تذکرے سے رحمتِ خداوندی نازل ہوتی ہے) اس تذکرہ سے
فضلِ خداوندی حاصل کرنے کی امید اور رحمتِ الٰہی اور اس کے فیض نامتناہی
کے نزول کی آرزو ہے۔ لیکن اس وقت ہم نہایت اختصار سے بیان کریں گے۔

خموش و زیر زباں ختم کن تو باقی را ۔۔۔ کہ نیست در خور آں گشت عقلِ سودائی
خموش و زیر زباں ختم کن تو باقی را ۔۔۔ کہ ہست بر توکل غیور لا لا لی

حقیقت ہے کہ اس طائفہ مبارکہ کی باتیں ذوق و وجد پیدا کرتی ہیں۔ اور ان کے
حفظ و اذکار سے حقیقت کا علم ہوتا ہے۔ اہلِ بصیرت فرماتے ہیں:

فقہ اللہ اکبر و برہانہٗ الاظہر۔

یعنی اہلِ بصیرت کو جو یقین ان بزرگانِ دین کی باتوں میں غور کرنے سے حاصل ہوتا
ہے۔ وہ نہایت قوی اور اعلیٰ ہوتا ہے۔ یہ یقین خوارق عادات یا کرامات کے مشاہدے
سے ہی حاصل ہوتا ہے۔ اسی لیے فرمایا:

موجب ایماں نباشد معجزات ۔۔۔ بوئے جنسیت کند جذب صفات
معجزات از بہرِ قہرِ دشمن است ۔۔۔ بوئے جنسیت پے دل بردن است

چونکہ اس طائفہ عالیہ کی باتیں کلامِ الٰہی کا پرتو ہوتی ہیں۔ اس لیے ان کی پوری کیفیت

اور صفت کو بیان نہیں کیا جا سکتا۔ اکابر میں سے ایک نے فرمایا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ جَعَلَ الْاِنْسَانَ الْکَامِلَ مُعَلِّمًا لِلْمَلَکِ وَاَرَادَ تَشْرِیْفًا وَّتَنْزِیْہًا بِاَنْفَاسِہِ الْفَلَکِ

یعنی اُس اللہ کو تمام تعریفیں ہیں جس نے انسانِ کامل کو معلم الملکوت بنایا اور اُسے خلعت شرف و کمال سے نوازا۔

اُس کے باوجود بعض منکرین نے قرآن پاک کو اساطیر الاولین کہا ہے۔ اور پھر یُضِلُّ بِہٖ کَثِیْرًا وَّیَھْدِیْ بِہٖ کَثِیْرًا انہیں لوگوں کے لیے کہا گیا ہے۔ چنانچہ اس طائفہ کی باتیں ایسی ہیں۔ جیسے کَنِیْلِ الْمِصْرِ مَاءٌ لِلْمَحْبُوْبِیْنَ وَبَلَاءٌ عَلَی الْمَحْجُوْبِیْنَ۔ اہلِ محبت کے لیے نیلِ مصر کے پانی کی طرح ہیں۔ مگر بے گانہ محبت کے لیے تو ایک مصیبت ہیں۔

ہر کس افسانہ بخواند افسانہ است	جو شخص افسانہ پڑھتا ہے۔ اس کے سامنے ایک قصہ نظر آتا ہے مگر جو شخص اپنی ذات میں غور کرتا ہے وہ مرد کامل بن جاتا ہے۔
وانکہ دیدش نقدِ خود مردانہ است	
آبِ نیل است و بہ قبطی خون نمود	دریائے نیل کا پانی فرعونیوں کو خون نظر آیا تھا لیکن یہی خونی دریا حضرت موسیٰ کی قوم کے لیے پانی تھا۔
قوم موسیٰ را نہ خوں بود۔ آب بود	
دشمن ایں صرف وایں دم در نظر	ان کلمات کے مخالفین ظاہری نظر آتے ہیں مگر ایسے لوگ ہی جہنم کا ایندھن بنتے ہیں۔
شد ممثل سرنگوں اندر سقر	
گر تو مردِ رازجوئی راز جو	اگر آپ مرد حق ہیں تو راز کی تلاش کرو۔ جانفشانی کرو۔ جگر سوزی کرو۔ اور اللہ کو پالو۔
جان فشان و خوں گیری و باز جو	

دل کو علائق و عوائق اور مشاغلِ دنیا سے پاک و صاف کرنے کے بعد تھوڑا سا غور کیا جائے۔ تو آپ کی باتوں کے ظاہری معانی سمجھ میں آنے لگتے ہیں۔ اور اسی سمجھ سے حقیقی معانی کا انکشاف ہو جاتا ہے۔ اور اجمالِ حقیقت حاصل ہو جاتا ہے۔

کیونکہ اس طائفہ (اہل اللہ) کی باتیں علمِ وراثت کے عالم سے آتی ہیں۔ یہ ظاہری علوم سے حاصل نہیں ہوتیں۔ ان کا بیان اس طریقہ پر ہوتا ہے۔ کہ جس قدر اس طریقہ پر سے علم کی زبان یا علم کی عبارت کی زبان سے کام لیا جائے۔ یہاں تو ذوق کی زبان اور اشارات کے نشان سے کام لیا جاتا ہے۔ جب تک حقیقتِ حال کی شرح اس کے کانوں تک نہ پہنچی ہو۔ وہ کچھ نہیں کہہ سکتا۔

وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِہٖ

وَمَا زَادَ بَیَانُھُمْ عِنْدَ سَکْرَۃٍ فَاِنَّ الْاَعْرَابَ عِنْدَ بِغَیْرِ ذَائِقَۃٍ سَتَرَ وَّ الْاِظْھَارُ بِغَیْرِ وَاجِدَۃٍ اِخْفَاءٌ

کہنے والوں کا مقصد بجز اس کے اور کچھ نہیں تھا کہ ذوق اور شوق میں اضافہ کر لیا جائے کیونکہ اس قسم کی باتیں طالبانِ حق کی طلب کو قوت دیتی ہیں۔ اور ان کی ہمت میں اضافہ کرتی ہیں۔ اگر کسی کے دماغ میں تکبر کی بُو ہوتی ہے۔ تو اسے ختم کر دیا جاتا ہے۔ وہ دوسروں کو اپنے آپ سے بہتر محسوس کرنے لگتا ہے۔ اور اپنے افلاس اور تہی دستی کو دیکھنے پر آمادہ ہوتا ہے۔ بعض مشائخ رحمہم اللہ نے کیا خوب فرمایا:

لَا تَزِنَ الْخَلْقَ بِمِیْزَانِكَ وَزِنْ نَفْسَكَ بِمِیْزَانِ الصِّدِّیْقِیْنَ لِتَعْلَمَ فَضْلَھُمْ وَاِفْلَاسَكَ۔

(مخلوق کو اپنے میزان سے نہ تولا کرو۔ بلکہ اپنے آپ کو صدیقین کے میزان اور پیمانہ سے تولا کرو۔ تاکہ تمہیں ان کی فضیلت اور اپنے افلاس کا علم ہو جائے۔)

شیخ شہید مجد الدین بغدادی قدس سرہٗ دعا کیا کرتے تھے۔ اور فرمایا کرتے تھے: "اے اللہ! تیرا کوئی کام کسی علت کا محتاج نہیں مجھے اس قوم سے بنا۔ یا مجھے ان لوگوں کو دیکھنے والوں سے ہی بنا۔ میں کسی دوسری قسم کی ہمت اور طاقت نہیں رکھتا۔

گر نیم مرغانِ رہ را ہیچ کس ذکرِ ایشاں کردہ ام ابہم زبس

گر نیم زیشاں از ایشاں گفتہ ام　　خوش دلم کیں قصہ از جاں گفتہ ام

شیخ امام عارف ربانی ابو یعقوب یوسف بن ایوب ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کو لوگوں نے پوچھا یا حضرت! جب اہل اللہ ہم سے روپوش ہو جاتے ہیں۔ تو ہمیں کیا کرنا چاہیے تاکہ ہم سلامت رہ سکیں! آپ نے فرمایا۔ ان کی باتیں دہراتے رہو۔ صدیقوں میں سے ایک نے کہا تھا۔ کہ کاش کوئی ایسا شخص ملے جو بندگان خدا کی باتیں کرتا جائے اور میں سنتا جاؤں۔ یا میں سناتا جاؤں اور وہ سنتا رہے۔ اگر جنت میں اہل اللہ کے متعلق گفتگو نہیں ہوگی۔ تو ہمیں جنت سے کیا کام جذرات مواجیہ کا اقتباس تو انہیں کے انفاس طیبہ سے ہو سکتا ہے۔ وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَا اِلَی اللّٰہِ وَعَمِلَ صَالِحًا

گر ندارم از شکر جز نام بہر　　ایں بسے بہتر کہ اندر کام زہر
آخرم زاں کارواں گردے رسد　　قسم من زاں رفتگاں دردے رسد
نطقہا نسبت بادو قشر است نیک　　پیش دیگر فکر ہا مغز است نیک
آسماں نسبت بہ عرش آمد فرود　　ورنہ بس عالیست پیش خاک تود

یہ کلمات قدسیہ اگرچہ کم الفاظ میں ادا ہو رہے ہیں۔ مگر بڑے وسیع معانی کے حامل ہیں وَالْقَلِیْلُ یَدُلُّ عَلَی الْکَثِیْرِ وَالْجُرْعَۃُ تُنْبِئُ عَنِ الْبَحْرِ الْغَدِیْرِ

(تھوڑی چیز بڑی چیز کی دلالت کرتی ہے۔ اور ایک گھونٹ بحر بے کراں کا پتہ دیتا ہے)

قدوۃ الکبار۔ شیخ بزرگوار۔ شیخ ابو عبد الرحمٰن سلمی نیشاپوری قدس سرہٗ نے جو "حقائق تفسیر" اور "طبقات مشائخ" جیسی معروف کتابوں کے مصنف ہیں۔ طبقات مشائخ میں ایک ایک بزرگ کے بیس بیس اقوال بیان کیے ہیں۔ اور انہیں اقوال کو صاحب نظر اور اہل بینش و دانش حضرات نے سامنے رکھا۔ یہ اقوال

ان مشائخ کی سیرتِ طیبہ سلسلۂ طریقت اور ان کے علوم و احوال پر روشنی ڈالتے ہیں ان اقوال میں بعض علوم و معارف ایقان رحمٰن پر ان مشائخ کے سلوک اور سیرت کی اساس ہے انکا ذکر کیا ہے۔ وَلَنَا فِیْهِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ فِیْ تَعْلِیْلِ الْکَلَامِ مَعَ الدَّلَالَۃِ عَلَی الْمَرَامِ

در نیابد حالِ پختہ ہیچ خام	پس سخن کوتاہ باید والسلام

اگر ان کلماتِ قدسیہ کی بعض مقامات پر مختصر سی شرح کی خدمت پڑے تو بہتر ہے کہ اِس شرح کو اہل اللہ کے پاکیزہ کلمات اور ملفوظات کی استمداد و استعانت سے ہی کیا جائے فَاِنَّ الْکَلَامَ الْمَشَائِخِ یُفَسِّرُ بَعْضُہٗ بَعْضاً اس شرحِ و متن کی تمیز یوں کی جائے۔ کہ متن کو خط کشیدہ الفاظ میں بیان کیا جائے۔

جملہ معشوق است و عاشق پردہ
زندہ معشوق است و عاشق مُردہ

یہ ضعیف اپنے اندر یہ قوت نہیں پاتا۔ کہ بذاتِ خود اس عمل پر اقدام کرے۔ مگر قدوۂ اہل اللہ۔ صفوت اصحاب الانتباہ۔ سند ارباب الطریقت۔ موضح رموزِ اہلِ حقیقت۔ اسوۂ طلاب الیقین۔ خواجہ علاؤ الحق والدین محمد بن محمد بن البخاری المشتہر بہ عطار اطال اللہ مدت الحیوٰۃ وافاض علی المسترشدین انوار برکاتہٖ کے حکم سے اشارہ پاکر اس مختصر سے وقت میں شرحوں کی املا کرنا مناسب خیال کرتا ہے۔

اگر ان کی امدادِ روحانی اور نگاہِ قبولیت شاملِ حال رہی۔ تو کامیاب رہوں گا۔

این سخن را چوں تو مبدا بودہ	گر فزوں گردد توانش افزودہ
دیدۂ غیبت چو غیب است اوستاد	کم مبادا از جہاں این دید و داد
شرح توحیف است با اہلِ جہاں	ہمچو راز عشق دارم در نہاں
لیک گفتم وصفِ تو تا رہ برند	پیش ازاں کز فوت آں حسرت خورند

ہو سکتا ہے۔ کہ شرح بیان کرتے وقت یا املا کے وقت اس مقصد حنیف کا وجود درمیان میں نہ آئے۔ یہ تالیف اور تصنیف ان صاحب نظر بزرگانِ دین کی دعواتِ صالحہ کا ثمرہ ہو۔ اور یہی درجات کی بلندی اور قربت کا ذریعہ ہے۔ وبہ سُبحانہ الحول والقوۃ۔

کلماتِ القدسیہ

"مسلمانی اور احکام کا نفاذ۔ تقویٰ کی رعایت۔ عمل میں عزیمت۔ اور حتی المقدور رخصتوں (یار عائتوں) سے دور رہنا۔ تمام نور، صفا اور رحمت ہیں۔ لعد ولایت کے درجات کے حصول کا ذریعہ ہیں۔ ان صفات کی پرورش سے ہی اولیاء اللہ کے مقامات اور منازل تک رسائی ہو سکتی ہے۔"

شرح ہمارے خواجہ قدس سرہٗ نے مندرجہ بالا کلمات میں جو کچھ فرمایا ہے اس میں اس قول کی طرف اشارہ ہے۔ جو آپ کو اپنے حضرت خواجہ بزرگ خواجہ عبد الخالق غجدوانی قدس اللہ روحہٗ سے سنا ہے۔ اور مشاہدہ اور خواب میں یہ اشارات پائے ہیں۔ ہمارے خواجہ قدس اللہ روحہٗ نے خواب میں یوں دیکھا۔ کہ آپ کے احوال کے ابتدائے کار اور غلبہ جذبات کے دوران میں مزارات مقدسہ میں سے تین مزارات پر پہنچے۔ ان مزارات میں آپ نے جذب کی کیفیت محسوس کی۔ پہلا مزار تو بخارا کے نواح میں ہے۔ جو حضرت خواجہ محمد واسع رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے۔ آپ تبع تابعین میں سے ایک معروف بزرگ تھے۔ آپ کا بلاد ماوراء النہر میں تشریف لانا مستند روایات سے ثابت ہے۔ خواجہ بزرگ (خواجہ عبد الخالق غجدوانی) نے ہمارے خواجہ قدس اللہ روحہا کو خواب

میں یہ حکم فرمایا۔ کہ راہِ عزیمت میں قدم رکھو اور رخصتوں سے دور رہنے کی کوشش کرو۔ اور متابعت سنت نبوی کرتے رہو۔ بدعتوں سے پرہیز کرو۔ اس کے علاوہ آپ نے وہ ارشادات فرمائے جو سلوک کی ابتدائی، وسطی اور انتہائی ادوار سے تعلق رکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے ہر عمل اور وصیت کے بہترین نتائج دیکھے ہیں۔ اگرچہ آپ عزیمت پر گامزن رہنے پر مامور تھے۔ مگر آپ نے اس بات کو کبھی ظاہر نہیں ہونے دیا تاہم آپ ان اعمال اور وصیت پر عمل کرنے کی وجہ سے اپنے باطنی احوال میں ترقی کی رفتار کو مشاہدہ کرتے رہے۔ اس واقعہ کی تشریح اور اس خواب کی تفصیل احوالِ عجیبہ اور کرامات کی صورت میں آپ کے مختلف مقامات پر ظاہر ہوتی رہی ہے۔ ان حالات اور مشاہدات کے اثرات کو آپ کے مخلص اور عزیز احباب احباب نے جمع کر کے تالیف و تصنیف کی شکل میں پیش کیا ہے مَتَّعَنَا اللّٰہُ بِلِقَائِہِمْ وَاَیَّدَہُمْ وَاَوَّا ہُمْ انشاء اللہ یہ حالات اکمل و اجمل صورت میں سامنے آئیں گے۔ اور ان مقامات کے تذکرہ و اشاعت احباب اور مخلصین کی زبانیں اور کان مشرف اور محظوظ ہوں گے۔ اور ان اذکار سے محفلیں منوّر اور معطّر ہوتی رہیں گی۔

راہِ طریقت میں ہمارے خواجہ قدس روحہٗ کو شیخ طریقت خواجہ محمد بابا سماسی قدس سرہٗ نے فرزندی کی نظر قبولیت سے نوازا تھا۔

آپ حضرت عزیزاں خواجہ علی رامیتنی کے خلفاء میں سے تھے۔ حضرت خواجہ عزیزاں خواجہ محمود انجیر فغنوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے۔ خواجہ محمود خواجہ عارف ریوگری کے خلیفہ تھے۔ اور وہ حضرت خواجہ بزرگ خواجہ عبدالخالق غجدوانی کے خلفاء میں سے تھے۔ قدس اللہ ارواحہم۔

حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی کو حضرت سید امیر کلال رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

سے نسبت ۔ ارادت ۔ صحبت ۔ تعلیم ۔ آداب سلوک اور تلقین ذکر سے حاصل تھی ۔
سید امیر کلال خواجہ محمد بابا سماسی کے خلفاء میں تھے ۔ لیکن سلوک میں ہمارے
خواجہ قدس سرہٗ کی نسبت تربیت حقیقت میں خواجہ بزرگ خواجہ عبد الخالق غجدوانی
کی روحانیت حاصل ہوئی تھی ۔ ہم اسی سلسلہ میں مختصر سی گفتگو کریں گے ۔

حضرت خواجہ بزرگ خواجہ عبد الخالق ۔ امام ربانی شیخ ابو یعقوب یوسف بن ایوب
ہمدانی کے خلفاء میں تھے ۔ خواجہ یوسف ہمدانی کو تصوف میں شیخ طریقت شیخ
ابو علی فارمدی طوسی قدس سرہٗ سے نسبت تھی ۔ آپ خراسان کے اکابر مشائخ
میں ہیں ۔ حجۃ الاسلام امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی آپ سے ہی باطنی تربیت
حاصل کی تھی ۔ شیخ ابو علی فارمدی رحمہ اللہ کو تصوف میں دو نسبتوں سے فیض ملا
ہے ۔ ایک شیخ بزرگوار شیخ ابو القاسم گرگانی طوسی سے جو تین واسطوں سے
سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی قدس اللہ تعالیٰ روحہٗ سے ملتے ہیں ۔ دوسری نسبت
شیخ بزرگوار شیخ ابو الحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ سے ملتی ہے ۔ خواجہ ابو الحسن خرقانی
اپنے زمانہ کے پیشوائے مشائخ اور قطب زماں ہوئے ہیں ۔ چونکہ پرانے زمانہ میں حقیقی
صاحبانِ دل ۔ اور کاملانِ حقیقت اور سالکانِ راہ طریقت بہت تھے ۔ اور آخری زمانہ
میں اُن کی تعداد بہت کم رہی ہے بلکہ اَعَزَّ مِنَ الْکِبْرِیْتِ الْاَحْمَر ہو گئے ہیں
یقیناً ایک زمانہ تھا کہ طالبانِ صادق کسی کبرائے دین اور مقتدائے اہل یقین کی صحبت و
متابعت سے فیض یاب ہو کر اپنے روحانی بال و پر کو بشریت کی گراں باری سے سبکبار
کر کے اپنے مقصد اور رشد کے مکمل تصرفات کو پا لیتا تھا ۔ وہ دوسرے کاملانِ عصر کے
عمر بھر زیر تربیت رہتا ۔ اور ان کی مجالس فیض میں مقبولیت حاصل کر کے ان کی صحبت
کی سعادت حاصل کرتا تھا ۔ ان کے علوم و معارف کا اقتباس کرتا تھا ۔ اس
طرح اُن حضرات کے انتساب کی نسبت سے تصوف اور علم باطن میں بے پناہ

مقامات حاصل کرتا تھا۔ شیخ شہید، شیخ مجد الدین بغدادی قدس اللہ تعالیٰ روحہٗ نے اسی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ علم باطن کی سند میں جس قدر بشیر واسطے ہوں۔ اسی قدر بہ سند مستند اور عالی تر ہوتی تھی۔ چونکہ مشائخ کرام انوارِ حقیقت کے پھیلانے کا کام کرتے ہیں۔ اور وہ انہیں انوار حقیقت مشکوٰۃ نبوت سے ملتے ہیں۔ جس قدر ان پر انوار باطن کا اجتماع ہوتا ہے۔ اسی اندازہ سے وہ اپنے طالبان کو تقسیم کرتے ہیں۔

نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ یَهْدِی اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ یَّشَآءُ (یہ نور علی نور۔ اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے اپنے نور کی ہدایت دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مشائخ اس بات پر اتفاق کرتے ہیں۔ کہ حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ بہت سے مشائخ کے سلسلہ کے منبع ہیں۔ آپ کا علم باطن میں دو طریقوں سے انتساب رکھتے ہیں۔ ایک حضرت داؤد طائی سے جو حبیب عجمی اور انہیں حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ سے اور انہیں امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے اور آپ کو حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے روحانی نسبت تھی۔ دوسری نسبت امام علی بن موسیٰ الرضا رضی اللہ عنہما اور انہیں اپنے والد مکرم امام موسیٰ الکاظم اور انہیں اپنے والد امام جعفر صادق رضی اللہ عنہم سے حاصل تھی۔ ان کا طریقہ ائمہ اہلبیت کا طریقہ تھا۔ اباً عن جدٍّ رضوان اللہ علیہم اجمعین۔ چنانچہ مشہور ہے ائمہ اہلبیت کا سلسلہ علم ظاہر و علم باطن میں امت کے علماء و اکابر قدس سرہ اللہ ارواحہم کو ملا ہے۔ اسی سلسلہ عالیہ کو بیاناً۔ عزتاً۔ انفاساً۔ تعظیماً اور شاناً سلسلۃ الذہب کہتے ہیں۔ شیخ ابوالحسن خرقانی قدس سرہ کو تصوف میں سلطان العارفین شیخ ابو یزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ سے نسبت ہے۔ آپ کو سلوک میں روحانیت کی تربیت حضرت شیخ بسطامی نے ہی دی تھی۔ شیخ ابوالحسن کی ولادت حضرت شیخ

ابو یزید کی وفات کے ایک مدت بعد ہوئی تھی۔ شیخ ابو یزید کو حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے نسبتِ روحانی ہے۔ حضرت ابو یزید کو حضرت شیخ ابو الحسن کی طرح حضرت امام سے روحانی تربیت حاصل تھی۔ رضی اللہ عنہم۔ حضرت امام جعفر کو علم، باطن میں دو طریقوں سے نسبت حاصل ہوئی تھی۔ ایک تو اپنے والد محترم امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے اور انہیں اپنے والد حضرت زین العابدین علی بن الحسین سے اور انہیں اپنے والد حضرت زین العابدین علی بن الحسین سے اور انہیں اپنے والد حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے اور انہیں اپنے والد حضرت امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم سے تھی۔ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کو حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبتِ ولایت حاصل تھی۔

حضرت امام جعفر رضی اللہ عنہ کو دوسری طرف سے اپنے نانا قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے نسبت حاصل تھی۔ قاسم بن محمد اکابر تابعین میں سے تھے۔ تابعین میں سات[1] فقہا مشہور ہیں جنہیں ظاہری اور باطنی علوم سے وافر حصہ ملا تھا۔ ان میں ایک حضرت قاسم بن محمد تھے۔ حضرت قاسم کو باطنی علوم میں حضرت سلمان فارسی سے انتساب تھا۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبتِ بہار کر سے بہت کچھ حاصل کرنے کا موقعہ ملا۔ حضور نے آپ کو سَلْمَانُ مِنْ اَهْلِ الْبَيْتِ (سلمان بھی اہلبیت میں سے ہیں) کا شرف بخشا۔ انہوں نے علم باطن کی نسبت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے حاصل کی۔ یہ نسبت خواجہ دو عالم حضرتِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل تھی۔

---

[1] ابو بکر بن عبد الرحمٰن بن حارث (م ۹۴ھ) ۲۔ خارجہ بن زید بن ثابت (م ۹۹ھ) ۳۔ قاسم بن محمد (م ۱۰۹) سعید بن مسیب (م ۱۰۰) عبد اللہ بن عتبہ (م ۱۰۲) عروہ بن زبیر (م ۱۰۹) سلیمان بن یسار (م ۱۰۷)

اہلِ تحقیق اس بات پر متفق ہیں۔ کہ امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد ان خلفاء رسول سے جو آپ سے پہلے تھے نسبت باطنی میں تربیت حاصل کی تھی۔ شیخ الطریقہ شیخ ابو طالب مکی قدس سرہٗ اپنی کتاب "قوت القلوب" میں فرماتے ہیں۔ کہ قیامت تک ہر زمانہ میں ایک قطب زمان موجود رہے گا۔ اور یہ قطبِ زماں اپنے مرتبہ اور مقام میں نائب مناب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہو گا۔ وہ تینوں اوتاد جو قطب کے ماتحت ہوتے ہیں ہر زمانے میں ان تین خلفاء کے نائب مناب ہوں گے۔ امیر المومنین حضرات عمر، عثمان اور علی رضی اللہ عنہم اجمعین۔ یہ تینوں حضرات یقین۔ اوصاف اور احوال میں اپنے ان تینوں خلفاء کی پیروی کریں گے۔ ان کے علاوہ صدیقوں میں سے چھ ہیں۔ جن کی صفت میں فرمایا گیا: بِہِمْ یَقُوْمُ الْاَرْضُ وَبِہِمْ یُدْفَعُ الْبَلَاءُ عَنْ اَھْلِہَا وَبِہِمْ یُرْزَقُوْنَ وَبِہِمْ یُمْطَرُوْنَ (یہ وہ لوگ ہیں جن کی وجہ سے زمین قائم ہے۔ مصائب کو دفع کرتے ہیں۔ لوگوں کو رزق تقسیم کرتے ہیں۔ اور کائناتِ ارضی پر بارش برسانے کا اہتمام کرتے ہیں) یہ حضرات ہر زمانے میں عشرہ مبشرہ کے چھ حضرات کے نائب ہیں۔ رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری عمر میں خطبہ ارشاد فرمایا اس خطبہ میں یوں فرمایا:

اما بعد فان اللہ عز وجل اتخذ صاحبکم خلیلا ولو کنت متخذا احدا خلیلا لاتخذت ابا بکر خلیلا (بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہارے دوست کو اپنا خلیل بنایا ہے۔ اگر میں کسی کو اپنا خلیل بناتا تو حضرت ابا بکر صدیق کو بناتا) ایک اور حدیث میں فرمایا:

لی
ان عز وجل اتخذ ابراھیم خلیلا وموسیٰ نجیا واتخذ

حبیباً۔ ثُمَّ قَالَ وَعِزَّتِی لَاُوثِرُوْنَ حَبِیْبِیْ عَلٰی خلیلی ونَبِی (بیشک اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کو خلیل بنایا۔ اور موسیٰ کو نجی۔ اور مجھے حبیب بنایا۔ پھر فرمایا۔ مجھے اپنی عزت کی قسم ہے۔ میں حبیب کو خلیل اور نجی کو اپنے قریب رکھتا ہوں)۔

اِن دونوں احادیث کا مضمون یوں ہے۔ کہ اہل تحقیق اور ارباب بصیرت نے کہا ہے۔ کہ خلّت سے دو مقامات مراد ہیں۔ ایک تو محبت کا انتہائی مرتبہ ہے اور یہ مراد دوسری حدیث سے لی جاتی ہے۔ دوسرے محبوبیت کے انتہائی درجات اور مراتب ہیں۔ یہ معنیٰ پہلی حدیث سے مراد لیے جاتے ہیں۔ اس مرتبہ میں کوئی شخص بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے شرکت کا دعویٰ دار نہیں ہو سکتا۔ "مقام محمود" کا لفظ اسی نہایت بلند رتبہ کا دوسرا نام ہے۔ اور اسی سے کمال کے درجات متعین ہیں۔ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ فرمایا ہے۔ کہ اگر اس مقام خاص میں میرے ساتھ کسی کو شرکت حاصل ہوتی تو وہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہوتے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے۔ کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ولایت اور علم باطن جسے علم باللہ کہا جاتا ہے۔ میں اکمل۔ افضل۔ اعلم۔ اور اعظم اولیاء اُمت ہیں۔ بلکہ تمام صدیقوں سے اکمل ہیں۔ اور انبیاء علیہم السلام کے بعد آپ کا ہی مقام ہے۔ سیدنا صدیق رضی اللہ عنہ اکبر ہیں۔ اور اہلِ بصیرت کے اکابرین سے افضل ہیں (قدس سرہم) اس بات پر اجماع ہے۔ اور یہ بات ان لوگوں کے خیالات اور خدشات کو دور کرنے کے لیے کافی ہے۔ جو اس نظریہ کے خلاف اعتقاد رکھتے ہیں اور آپ کی افضلیت کو دوسری وجوہات کی بنا پر تاویل کرتے ہیں۔

ہمارے خواجہ قدس سرہٗ کے احوال کے بارے میں جو کچھ ذکر کیا گیا ہے۔ اور مشائخ نقشبندیہ قدس سرہم کے سلسلہ کے بیان سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ان کا طریقہ

اویسیہ تھا۔ اور بہت سے مشائخ جن کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ اویسی تھے۔ اویسی کا مطلب یہ ہے۔ جسے حضرت شیخ طریقت شیخ عطار رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا ہے۔ "اولیاء اللہ میں سے ایک ایسا طبقہ ہوا ہے۔ جنہیں مشائخ طریقت اور کبریٰ حقیقت اویسی کے نام سے یاد کرتے تھے۔ انہیں ظاہری طور پر کسی مرشد یا رہبر کی ضرورت نہیں تھی۔ کیونکہ انہیں حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نگاہِ عنایت سے پرورش فرماتے رہے ہیں۔ اور اس تربیت میں کوئی واسطہ درمیان نہیں تھا۔ جس طرح آپ نے حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کو براہِ راست تربیت دی تھی۔ یہ بہت بلند مقام ہے۔ جو ہر ایک کو میسر نہیں آتا۔ اس مقام تک کس کی رسائی ہو سکتی ہے۔ اور اس عظیم مقام کو کون پا سکتا ہے۔ ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰہُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ۔

ہمارے مشائخ طریقت میں سے بہت سے حضرات کو سلوک کی ابتدا میں اس مقام کی طرف توجہ ملی ہے۔ چنانچہ شیخ بزرگوار شیخ ابوالقاسم گرگانی طوسی جن سے حضرت نجم الدین کبریٰ کے مشائخ کا سلسلہ طریقت جا ملتا ہے۔ شیخ ابوسعید ابوالخیر اور شیخ ابوالحسن خرقانی قدس اللہ ارواحہم کے طبقہ کے بزرگوار ابتدائے کار میں ہمیشہ اویس اویس پکارا کرتے تھے۔ طریقِ سلوک میں ارواحِ مقدسہ مددگار ہوتے ہیں۔ اور فیض ربانی اور تجلیاتِ روحانی کے حاصل کرنے میں ممد ہوتے ہیں۔ لیکن طریقہ جذب جو ایک وجہ خاص کا طریقہ ہے کوئی واسطہ درمیان میں نہیں آتا۔ اور لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کے ذکر کا مقصد خصوصی وجہ توجہ سے ہوتا ہے۔ تمام موجودات میں التجا اور اعتصام اس کی صفت قیومی سے ہوتی ہے۔ شیخ عطار قدس اللہ روحہ فرماتے ہیں:

بادشاہا دل بخوں آغشتہ ام ‏ پائے تا سر چوں فلک سرگشتہ ام

گفتہ ای من با شمایم روز و شب ‏ یک نفس فارغ مباشید از طلب

چونکہ با لطفت چنیں ہمسایہ ایم ‏ لطفِ تو خورشید و ما چوں سایہ ایم

چہ بودہ جاں بخشی سرمائے گاں	کہ نگہ داری حق ہمسلئے گان
رہبرم شوزانکہ گمراہ آمدم	دولتم دہ کہ چہ بے گام آمدم
ہر کہ درکوئے تو دولت یار شد	در تو گم گشت وز خود بیزار شد
مبتلا خویش و حیرانِ توام	گر بدم گر نیک ہم زانِ توام
بینتم نومید و ہستم بے قرار	بوک درگیرد یکے از صد ہزار

جب سالک کو ان دو صفات جلالی اور جمالی سے پرورش کی جاتی ہے۔ تو اس کے لیے جلال جمال بن جاتا ہے اور جمال جلال بن جاتا ہے۔ خوف کی انتہائی صورت امیدوار بن جاتی ہے اور غلبہ رجا میں خوف کی کیفیت رہتی ہے۔ اس وقت جبکہ اللہ تعالیٰ کے جلال کی صفت کا اظہار ہوتا ہے۔ تو جمال توجہ فرما ہوتا ہے۔ سلطان العارفین حضرت ابو یزید قدس سرہٗ کی نگاہِ جلال ابو ترابؒ نخشبی قدس اللہ روحہٗ کے ایک مرید کو دیکھا۔ یہ نگاہ تجلی ذات کی نسبت لیے ہوئے تھے۔ اور وہ مرید صرف صفت جمال

لہ شیخ ابو تراب کا ایک مرید بڑا ہی گرم اور صاحب وجد تھا۔ ایک دن ابو تراب نے اسے کہا۔ کہ بایزید کو دیکھنا چاہتے ہو۔ کہنے لگا۔ جو ہر وقت بایزید کے خدا کو دیکھتا ہو۔ اسے بایزید کے دیکھنے کی حاجت نہیں رہتی۔ ابو تراب نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کو اپنی آنکھوں اور اپنی قدرت سے دیکھتے ہو۔ جب ان کے پاس جاؤ تو ان کی قدرت سے دیکھنا۔ کیونکہ آنکھوں میں اور نگاہوں میں فرق ہوتا ہے۔ چنانچہ دونوں بایزید کے گھر کو روانہ ہوئے۔ بایزید اس وقت پانی لانے کے لیے گھر سے باہر گئے ہوئے تھے۔ چنانچہ دونوں آپ کے پیچھے چلے گئے راستے میں شیخ کو دیکھا۔ کہ مٹی کا گھڑا اٹھائے آرہے ہیں۔ سر پر گھڑا اور پرانی پوستین پہنے دکھائی دیے۔ جب بایزید کی آنکھیں اس مرید پر پڑیں۔ تو مرید زمین پر گر پڑا۔ اور تڑپ کر واصل بحق ہو گیا۔ شیخ ابو تراب نے کہا حضرت! ایک ہی نگاہ اور موت! آپ نے فرمایا۔ ابو تراب۔ اس نوجوان کے بدن میں ایک نور تھا جس کے افشا ہونے کا ابھی تک وقت نہیں آرہا تھا۔ بایزید کی نگاہ سے وہ نور افشا ہو گیا۔ اسے جلال کی قوت برداشت نہ تھی۔ اس نے دم توڑ دیا۔

کا پرورش یافتہ تھا۔ اگر وہ دونوں اوصاف کا پرورش یافتہ ہوتا۔ تو اسے سلطان العارفین کی نگاہ کی کشش برداشت کرنے کی قوت حاصل ہوتی اور وہ اس طرح بشریت کا تملاشی نہ ہوتا۔

ایک دفعہ ہم اپنے ایک مرید صادق محمد زاہد کے ساتھ صحرا کی طرف جا نکلے۔ ہمیں ایک مزدوری کا کام تھا۔ ہمارے پاس ایک کلہاڑی تھی۔ اسی دوران رقت طاری ہوئی۔ ہم نے کلہاڑی کو تو وہیں پھینکا۔ اور بیابان میں چل نکلے۔ اور ایک دوسرے سے مختلف موضوعات پر گفتگو کرتے رہے۔ حتیٰ کہ بات عبودیت اور فدائیت پر ہونے لگی۔ اس نے پوچھا۔ کہ فدا کی غایت اور نہایت کیا ہے۔ ہم نے بتایا۔ کہ اگر درویش کو کہہ دیا جائے۔ کہ مر جاؤ تو مرنے سے بھی دریغ نہ کرے۔ یہ بات کہتے ہوئے میرے اندر ایک ایسی حالت طاری ہوئی۔ کہ میں نے محمد زاہد کی طرف منہ کر کے دیکھا۔ اور کہا مر جاؤ۔ اسی وقت محمد زاہد زمین پر گرا۔ اور اس کے بدن سے روح پرواز کر گئی۔ وہ ایک عرصہ تک ایسے ہی مردہ پڑا رہا۔ اس کا جسم روح کے بغیر بلا حرکت پڑا رہا۔ پشت زمین پر۔ چہرہ آسمان کی طرف۔ پاؤں قبلہ کی طرف۔ چاشت سے لے کر دوپہر تک وہ یونہی پڑا رہا۔ اس دن بے پناہ گرمی تھی۔ سورج پوری طرح آگ برسا رہا تھا۔ ہمیں تو اس حالت سے سخت پریشانی ہوئی۔ بڑے متحیر ہوئے۔ پاس ہی ایک سایہ دار درخت تھا۔ چند لمحے اس سایہ میں جا بیٹھے۔ اور حیرانگی کے عالم میں سوچنے لگے۔ پھر اس کی لاش پر آئے اور اس کے چہرے پر نظریں گاڑ دیں۔ اس کا رنگ اڑ چکا تھا۔ چہرہ گرمی سے سیاہ ہوتا جا رہا تھا۔ ہم حیران سے حیران ہوتے جا رہے تھے۔ ناگاہ اسی حیرانی کے عالم میں ہمارے دل پر افشا (الہام) ہوا۔ کہ کہو! محمد زاہد زندہ ہو جاؤ۔ ہم نے یہ بات تین بار کہی۔ اور دیکھا کہ اس جسم مردہ میں زندگی کے آثار آنے لگے۔ اس کے اعضا ہلنے لگے۔ وہ اسی وقت زندہ ہو کر اٹھ بیٹھا۔ ہم اسی حالت میں

روانہ ہوئے۔ اور حضرت امیر سید کلال کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کی خدمت میں یہ واقعہ بیان کیا۔ ہم نے واقعہ کے دوران جب یہ کہا کہ اس کی روح بدن سے جدا ہو گئی ہے۔ اور ہم بے حد حیران ہوئے۔ آپ فرمانے لگے۔ بیٹا۔ اس عالم حیرت میں تم نے کیوں نہ کہا۔ کہ زندہ ہو جاؤ۔ ہم نے بتایا تھوڑی مدت کے بعد ہمیں الہام ہوا۔ تو ہم نے ایسا ہی کیا۔ اور وہ اپنی حالت پر اُتر آیا۔

شرح اہل تحقیق فرماتے ہیں کہ سالک کو جلال و جمال کے اوصاف کے ساتھ اس وقت پرورش ہوا کرتی ہے۔ جب وہ محبت ذاتی کی حقیقت کو پالیتا ہے۔ محبت ذاتی پالینے کی علامت میں سے ایک یہ ہے۔ کہ اس کے سامنے اپنے محبوب کے متقابل اوصاف ایک سے دکھائی دینے لگیں۔ جیسے عزت و ذلت؛ ضرر و نفع یکساں دکھائی دینے لگے۔ اہل تحقیق نے یہ بھی کہا ہے:

یُعطِی الحق سبحانہٗ المَحبُوبُ من اولیاءہٖ فِی الدُّنیا اَوَّلُ مایعطی اَھل الجَنَّۃ فِی الاٰخِرَۃِ۔ وھُوَ قَولُہٗ کُن فَیَکُونُ وَتِلکَ الکَلِمَۃُ صُورَۃُ الاِرَادَۃِ الکُلیۃ ذاللہ تعالیٰ اپنے اولیاء اللہ میں سے محبوب کو دنیا میں ہی وہ انعامات دے دیتا ہے۔ جو آخرت میں اہل جنت کو جنت میں نصیب ہوں گے۔ اور اس کا قول کن فیکون اور یہ بات اس کے ارادے کے ماتحت تمام تر دے دی جاتی ہے۔ ایسے ہی مقام پر کہا گیا ہے۔

چوں چنیں خواہد خدا خواہد چنیں
مے دہد حق آرزوئے متقین
کان للہ بودہ در ما مضے
تا کہ کان اللہ پیش آمد جزا

لیکن کمال معرفت اور کمال ادب کا تقاضا یہ ہوتا ہے۔ کہ اللہ کا ایسا محبوب

اپنے تمام ارادے اور خواہشات کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے تابع نہ رکھے اور ایمان رکھے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات اس کے تابع نہیں ہے۔ اگر یہ صفت اس کے اندر پیدا ہو جاتی ہے تو وہ چیزیں بلا اختیار ہوتی جاتی ہیں۔

چوں ولی را ہست قدرت از الٰہ
تیر جستہ باز گرداند ز راہ

ایک اور مقام پر فرمایا کہ اولیاء اللہ ایسے اوصاف کے ظہور کے وقت عیسوی المشہد ہوتے ہیں لیکن کسی مردے کو زندہ کرنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی روحانیت کے واسطے سے ہوتا ہے۔

ایک دفعہ سلطان العارفین حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کے پاؤں کے نیچے ایک چیونٹی آگئی اور کچلی گئی۔ آپ بے حد مغموم اور متاثر ہوئے۔ آپ کے دل میں الہام ہوا کہ چیونٹی پر پھونک مارو۔ آپ نے دم کیا تو چیونٹی زندہ ہو گئی۔ شیخ ابو یزید اس حالت میں عیسوی المشہد تھے۔

ایک اور مقام پر فرمایا گیا ہے۔ کہ اولیاء کاملین کو نورِ حیوٰۃ حقیقت سے نورِ تمام میسر ہوتا ہے۔ یہ صفت فطرت سلیمۂ انسانیہ کی ذاتی صفت ہے۔ یہ وہ لوگ ہوتے ہیں جن کی فطرت ظلمات بشریت۔ صفات بشریت اور طبائع بشریت سے پاک اور طاہر ہوتی ہے۔ اور یہ صفات اس فطرت کو متأثر نہیں کر سکتیں۔ چونکہ انہیں حیواۃ حقیقتہ کے نور سے حصہ ملا ہوتا ہے۔ اسی نور کی بدولت مخلوقات کے بواطن۔ استوارات خواطر۔ نیات۔ اعمال واحوال پر مطلع ہوتے رہتے ہیں۔ یہ عمل ان کے طریقہ خواست سے ظہور پذیر ہوتا ہے۔ اس بدنیہ ہیئات اور اوضاع کے مطالعہ سے ان مخفی معانی کا ادراک حاصل ہوتا ہے۔ پھر وہ نورِ حیوٰۃ حقیقت جسے نورِ الٰہی کہا جاتا ہے کی روشنی سے طالبانِ مستعد کے دلوں کو زندہ رکھتے ہیں۔ یہ زندگی جو حیوٰۃ حقیقیہ سے میسر آتی

ہے اس زندگی سے زیادہ بہتر ہوتی ہے۔ جو حیاتِ حسیہ سے میسر آتی ہے۔ ظاہری زندگی دنیا (حیوٰۃ حسیہ) یا الٰہی شان کا مظاہر کرنا اولیاء اللہ کے ہاں بڑا عظیم کام ہوتا ہے۔

مخلوقِ خدا سے دوری کا مطلب یہ ہے۔ کہ اپنے آپ کو عام لوگوں سے دور رکھے۔ اور اختیاری طور پر اپنی ذات کے لیے مشقت اور مشکلات کا اضافہ کرتا ہے۔ ورنہ اللہ تعالیٰ کے فیض کی کمی کا شکوہ نہیں کرنا ہو گا۔ سید امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ ایک مثال کے ذریعہ فرمایا کرتے تھے۔ کہ جب تک دنیا کے تعلقات کی نمی دور نہیں ہو گی۔ اس وقت تک کوزۂ وجود اس لائق نہیں ہو گا۔ کہ اسے تصوف کے خمدان میں رکھا جا سکے۔ پھر جب ان کوزوں کو خمدان میں رکھا جاتا ہے۔ تو دیکھا جاتا ہے کہ بعض کوزے تو خمدان سے صحیح اور درست پک کر نکلتے ہیں۔ اور یہ ارادتِ ازلی کے ظہور کی نسبت سے ہوتی ہے۔ لیکن بعض کوزے شکستہ اور ریختہ ہو کر ناپختہ نکل آتے ہیں۔ ایسے کوزوں کی دوبارہ مرمت کی جاتی ہے۔ تازہ مٹی سے انہیں جوڑا جاتا ہے اور اسے دوبارہ خمدان (بھٹی) میں رکھا جاتا ہے۔ تاکہ وہ درست پک کر نکلیں۔ آپ نے فرمایا امیر سید کلال آخری عمر میں تین شبانہ روز قبلہ رو ہو کر بیٹھے رہے۔ اور آپ نے کسی سے بات تک نہ کی۔ تین دن کے بعد آپ نے بات کرنا شروع کی۔ شکرِ خداوندی کیا اور فرمایا۔ اس سہ روز توجہ سے ہمارا مقصد یہ تھا کہ دیکھا جا سکے کہ قبولیت کا دروازہ کھلتا ہے یا بند رہتا ہے۔

شرح اولیاء اللہ، اللہ تعالیٰ کی طرف دنیا میں اور وقتِ وصال لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ کی بشارت دی جاتی ہے۔ یہ اس کی قبولیت اور غفران کی علامت ہوتی ہے۔ پھر آپ نے جو (دور افتادگیا) دور رہنے کا حکم فرمایا تھا۔ اس کا مطلب یہ ہے۔ اگر انسان کی اختیاری

صفت اور طلبی خواہشات کم ہو جاتی ہیں۔ اس سے بشریت کے وجود کی نفی ہوجاتی ہے۔ اور اس نفی سے اللہ تعالیٰ کا قرب زیادہ ہو جاتا ہے۔ کیونکہ فرمایا ہے۔

قُربِ حق دوری تُست از بود خویش
بے زیاں خود نیابی سود خویش

نفی کے اختیار کرنے کی مقدار سے ہی اللہ تعالیٰ کی طرف سے موافقت اور تدبیر اور تقدیر میں مقام حاصل ہوتا ہے۔ اور وہ رضا اور سعادت کے مقام کے قریب تر ہوتا جاتا ہے رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ۔ وَرَضُوْا عَنْہُ۔ اور انسان ہمیشہ اپنی طبیعت کی گوناں گوں خواہشات اور اختیارات کے ترک کے واسطے سے اور اپنے صفات بشریّہ کو محو کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی قربت کے درجات میں ترقی کرتا رہتا ہے۔ اور وہ بے اختیاری کے اس بلند درجہ کو پالیتا ہے۔ کہ اسے حقیقت میں کسی چیز کی خواہش یا طلب نہیں رہتی۔ اس وقت وہ بشریت کی سطح سے اُٹھ کر عبودیت کی بلندیوں تک ترقی کرسکتا ہے۔ اور وہ اس قابل ہو جاتا ہے کہ الوہیت کے جذبات کے تصرف سے فنا فی اللہ کا مرتبہ حاصل کرلے۔ یہ ولایتِ خاصہ کے درجات میں سے پہلا درجہ ہے۔ اس کا مبدأ سیر فی اللہ ہے۔ اس قسم کے عجائب کی کوئی انتہا نہیں ہوتی۔ سیر الی اللہ کا سلوک سنتِ الٰہی کے حکم سے ہوتا ہے۔ اس کے لیے جذبہ شرط ہے۔ یہ جذبہ سیر فی اللہ سے پیدا ہوتا ہے۔ وہ جس چیز کو طلب کرتا ہے پالیتا ہے۔ اور جس راہ پر چل نکلتا ہے منزلِ مقصود حاصل کرلیتا ہے۔

نہ ہر صدف کہ فرو برد قطرۂ باراں — درونِ سینۂ او گشت جائے دردانہ
صدف بباید وباراں وبحر وچندیں سال — ہنوز نیست مقرر کہ می شود یا نہ
خلیلی قطاع الفیافی الی الحمیٰ — کثیر و اما الواصلون قلیل
غواصاں را اگرچہ ہیمے نبود — در ہر صدفے دُرِّ یتیمے نبود

در عمر بہ نادر آ چنانی اُفتد　　　　دین دولت ہر سینہ گلیمے نبود

سیرِ فی اللہ کو ہی مقامِ وصول کہا جاتا ہے۔ سیر الی اللہ میں عاشق کی سیر بجانب معشوق ہوتی ہے۔ اور سیرِ فی اللہ میں معشوق کی عاشق کی طرف سیر ہوتی ہے۔ یہ اوصاف صفاتِ بشریت کے فنا ہونے اور بے اختیاری حاصل ہونے سے میسّر آتے ہیں۔ چنانچہ دونوں جہاں میں اس کی ذات کے علاوہ نہ تو کسی چیز کی خواہش ہوتی ہے اور نہ کوئی مرادِ حقیقی بے اختیاری اس بے اختیاری کا نام ہے۔ جس سے شیخ کی ولایت کے تسلیم حاصل ہو جاتے۔ تسلیم احکام قضاو قدر کا زینہ ہے۔ جب یہاں تسلیم کی ذمہ داریوں کو پورا کیا جاتا ہے تو تسلیم کا مقام حاصل ہو جاتا ہے۔ جب تصوّف ولایت میں تسلیم کی ذمہ داریوں کو قبول کر لیا جاتا ہے تو جمالِ حقیقت کے دروازے کھلتے جاتے ہیں۔ اور قاصد اپنے مقصود اور مرید اپنے مراد کو پا لیتے ہیں۔

حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کی روحانیت پر توجہ کا یہ اثر ہوتا ہے کہ ظاہری اور باطنی علائق سے انقطاعِ تام اور تجرّد کلّی ہو جاتے۔ جس وقت قدوۃ الاولیاء خواجہ محمد بن علی حکیم ترمذی قدس اللہ روحہٗ کی روحانیت کی طرف توجہ کی جاتی ہے تو اس توجہ کا اثر محض بے صفتی کے ظہور پر ہوتا ہے۔ جس قدر اس توجہ میں گہرائی اختیار کی جاتی ہے۔ تو کسی قسم کا اثر۔ گر دیا صفت کا اظہار نہیں ہوتا۔ جب روحانیت کا وجود انوارِ حقیقیہ میں محو ہو جاتا ہے۔ جس قدر انسان اپنے وجود کی تلاش کرتا ہے پھر اپنے آپ سے سرمایۂ ادراک تلاش کرے، سوائے بے صفتی اور بے نہایتی کے کچھ نہیں پاتا۔

شرح

حضرت نے یہ باتیں اس وقت فرمائی تھیں جب آپ سلوک کے ابتدائی منازل اور احوال سے گزر رہے تھے۔ آپ کی تمام توجہات مشائخ کبار رضی اللہ عنہم کے ارواحِ طیبہ کی طرف مرکوز تھیں۔ اور ہر توجہ کے اثرات

کے ظاہر ہونے پر اظہارِ خیال فرماتے جاتے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ اولیاء اللہ کی مختلف قسمیں ہیں۔ بعض صفات سے متصف ہیں اور صفات میں واضح نشانات کے مالک ہوتے ہیں۔ مثلاً کہتے ہیں۔ کہ وہ اہلِ معرفت ہیں۔ یا اہلِ معاملات ہیں۔ یا اہلِ محبت ہیں اور اہلِ توحید ہیں۔ بایں ہمہ اولیاء اللہ کا کمال اور اعلیٰ ترین درجات تو بے صفتی اور بے نشانی میں ہی پایا جاتا ہے اور بے صفتی سے مراد ذاتی کشف ہے۔ جو ایک بہت بلند مقام ہے۔ اور بہت ہی اعلیٰ درجہ ہے۔ اس مقام رتبہ کی تشریح یا توصیف بیان و کلام میں نہیں آسکتی:۔

بر تر از علم است و بیرون از عیاں
ذاتش اندر ہستئ خود بے کراں
زو نشاں جز بے نشانی کس نیافت
چارۂ جز جاں فشانی کس نیافت
گر عیاں جوئی نہاں آنکہ بود
در نہاں جوئی عیاں آنکہ بود
ور بہم جوئی چو بے چوں است او
آں زماں از مہر دو بیرون است او
صد ہزاراں طور از جاں برتر است
ہر چہ خواہم گفت او زاں برتر است
عجز از آں ہمراہ شد با معرفت
کو نہ در شرح آید و نے در صفت

اس بے صفتی کے مرتبہ میں کمال تو حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل تھا۔ تمام انبیاء و اولیاء حسبِ مراتب آپ کے ہی خرمنِ سعادت کے

استقامتِ احوال کی دلیل استقامتِ افعال ہے۔ جو امر و نہی خداوندی کو اختیار کرنے سے حاصل ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے فرمان کی تعظیم سے میسّر آتی ہے۔ استقامتِ افعال اور استقامت احوال کے بغیر کچھ معلوم نہیں ہوتا۔ سالکِ طریقت کو ہر حالت میں یہ کوشش کرنا چاہیے کہ جب تک اس سے ہو سکے۔ اپنی روش (اہل اللہ سے ادب سے پیش آنا) اور اپنی کوشش (اللہ تعالیٰ کے کاموں میں سختی سے عمل پیرا ہونے کی کوشش کرنا) اس بات پر لگا دینا کہ میں جن لوازمات کا ذکر کرتا ہوں۔ اس پر عمل کروں۔ لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَالَا تَفْعَلُوْنَ (وہ چیز کیوں کہتے ہو جس پر عمل نہیں کرتے) یہ کام بے حد مشکل ہے۔ فَاذْکُرُوْنِی اذکرکم (تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا) اللہ تعالیٰ کا ذکر تو اسے یاد کرنے کی توفیق ہے۔ اور یہ ذکر اس طرح کیا جائے جیسا کہ کرنے کا حق ہے۔ جو کچھ دیکھا جائے اسے بھی جائے۔ حقیقت کلمہ کے سامنے تمام چیز غیر اور حجاب نہیں۔ لَا صرف غیر اللہ کی نفی کرتا ہے۔ دل کی نفی کرنا سلوک کے لیے شرطِ سالک کے وجود میں عدم تصرف کے بغیر کمال نہیں کرتا۔ عدمِ تصرف جذبۂ الٰہی کے اثر اور نتیجہ سے حاصل ہوتا ہے۔

وقوفِ قلبی اس لیے ضروری ہے کہ اس جذبہ کا اثر معلوم کیا جائے۔ یہ اثر پہلے دل میں ہوتا ہے۔ اور عدد کی رعایت سے دل ذاکر ہو جاتا ہے اور دل کی تمام متفرقات جمع ہو جاتی ہیں۔ ذکرِ قلبی میں جب عدد اکیس [۲۱] سے تجاوز کرتا ہے۔ تو اثر ظاہر نہیں ہوتا۔ اور اس عمل کی بے حاصلی پر ذکر کا اثر یہ ہوتا ہے کہ نفی کے وقت بشریت کا وجود منفی ہو جائے۔ اور اثبات کے وقت الوہیت کے جذبات کے تصرفات کے آثار سے اثر کا مطالعہ کیا جا سکے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے مَا عِنْدَکُمْ یَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰہِ بَاقٍ ط اس آیت کریمہ

کے مطالب میں یوں سمجھنا چاہیے کہ اعمالِ صالحہ اور افعالِ حسنہ جو اہلِ ایمان سے
رونما ہوتے ہیں۔ اس وقت عند اللہ کہلائیں گے۔ جب حضرت خداوندی جل
ذکرہُ کے نگاہِ قبولیت میں آئیں گے۔ یہی مقام وجودِ بشریت کی نفی ہونے
اور عمل کے قبول ہونے کی علامت ہے۔ اور یہی وہ مقام ہے۔ جب جذبہ
الٰہی کے تصرّف کا اثر ظاہر ہوتا ہے۔

اللہ تمہیں توفیق مزید دے۔ اس قسم کے فوائد کی انتہا جسے اہلِ بصیرت
روحہٗ اللہ کو نوازا گیا ہے۔ یہ ہے کہ تمام عبادات کا مقصود اور منتہیٰ ذکرِ
خداوندی ہے۔ سعادتِ عظمیٰ کو وہی پاتا ہے جو اس جہاں سے کوچ کرتا ہے
تو اللہ تعالیٰ کی اُنس و محبت اس پر غالب آتی ہے۔ اس کی انس و محبت کا
غلبہ ذکرِ الٰہی کے دوام تعبیر نہیں ہوتا۔ مسلمان کی بنیاد حکم لا الٰہ الا اللہ ہے
اور یہی عین ذکرِ خداوندی ہے۔ دوسری تمام عبادتیں اسی ذکر کی تائید میں
کی جاتی ہیں۔ نماز کی روح ذکرِ الٰہی کو تازہ کرنے کا ہی نام ہے۔ ذکرِ الٰہی دل
پر وارد ہو۔ جس سے اللہ کی عظمت اور ہیبت بیٹھ جاتے۔ روزہ سے مقصد یہ
ہے کہ خواہشاتِ انسانی میں کمی ہو جائے۔ جب دل خواہشات کے اثرات سے
فارغ ہو تو صاف ہو جائے گا۔ وہ ذکرِ الٰہی کی قرارگاہ بن جائے گا۔ حج سے
مقصد بھی یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے گھر کا ذکر بلند کیا جائے۔ الغرض اس کے
لیے ذوق و شوق کا اظہار۔ اس کے دیدار کی تمنا۔ دنیا کا ترک کرنا۔ دنیاوی
خواہشات سے دستبردار ہونا اور گناہوں سے کنارہ کشی کرنا صرف اس لیے
ہوتا ہے۔ کہ انسان ذکرِ خداوندی کے لیے فارغ ہو۔ امر و نواہی سے مقصود بھی
ذکرِ الٰہی ہے۔

حقیقتِ ذکر | ذکر کی حقیقت یہ ہے کہ تمام چیزوں سے دل کو توڑ لیا جائے

اور اللہ تعالیٰ کی محبت میں اگر کسی دوسری طرف التفات نہ کیا جائے اور دوسرا
کوئی معبود تصور میں بھی نہ لایا جائے۔ صرف اسی کی اطاعت کی جائے۔ ذکر کی
حقیقت کی علامت یہ ہے۔ امر و نہی کے وقت اللہ تعالیٰ کے احکام کو فراموش
نہ کیا جائے۔ اور اسی کے احکام کی تعمیل کی جائے۔ اللہ تعالیٰ کے ذکر کی بنیاد
توبۃ النصوح کی طرح مضبوط ہونی چاہیے۔ تمام ظاہری اور باطنی گناہوں سے
کنارہ کشی کر لی جائے۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کے ذکر کی نسبت اتنی مضبوط
ہونی چاہیے کہ اس کی مخالفت کا ذرہ بھر اثر ظاہر نہ ہونے پائے۔
ذکر کی شرائط میں سے ایک شرط یہ بھی ہے کہ انسان طلبِ حق میں صادق
رہے۔ طلب کا درد ہو۔ راہِ سلوک میں اسے کوئی مانع نہ آئے۔ اور کوئی چیز اسے
ذکرِ خداوندی سے مانع نہ ہو۔ یہاں تک کہ اسے اپنے وجود سے بھی گریزاں
ہونا چاہیے۔ جہاں تک ہو سکے تمام ماسوی اللہ سے روگردانی کرے۔ اور
صرف ذکرِ خداوندی میں ہی مستغرق ہو جائے۔

سیر آمدہ ز خویشتن مے باید   برخاستہ ز جان و تن مے باید
در ہر گامے ہزار بند افزونست   زیں گرم روی بند شکن مے باید

شیخ عطار قدس روحہٗ فرماتے ہیں۔

یاد او مغزِ ہمہ سرمایہ ہاست   ذکر او ارواح را پیرایہ ہاست
تو زنگ خویش نندیشی دمے   پُر نہور نام او گوئی ہمی

ذکر سے مکمل فائدہ اس وقت حاصل ہوتا ہے۔ جب شیخ کامل صاحب تصرف[1] سے اجازت حاصل کی جائے۔ تاکہ اس ذکرِ حقیقی کے بیج سے جو طالب کے مستعد دل کی زمین میں ایک صاحب ولایت کی تلقین اور تصرف سے بویا گیا تھا۔ پوری طرح ثمرۂ ولایت حاصل ہو۔ کلمہ کی نورانیت دل کی نورانیت کی مناسبت سے حاصل ہوتی ہے اور دل کی نورانیت خواہشات کے زائل ہونے کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔ پہلی بات یہ ہوتی ہے۔ کہ صفاتِ مذمومہ کو اپنے باطن سے حتی الامکان دور کیا جائے۔ جب دل کی زمین طبیعت کے خار و خاشاک سے خالی ہو جائے۔ اور اس کام کے قابل ہو جائے

---

[1] صاحب تصرف۔ اولیاء اللہ صفاتِ الٰہیہ کی قوت سے خلق میں تصرفات کرتے ہیں۔ مگر سب سے قابل اور سب سے وقیع تصرفات ان کے ہوتے ہیں جو قلوبِ عالمین میں ان سے سرزد ہوتے ہیں۔ ان تصرفات کے ذریعہ وہ گمراہوں کو راہِ راست پر لاتے ہیں۔ بدشوقوں کو صحیح ذوق و شوق کا فیضان دیتے ہیں۔ ناقصوں کو کامل بناتے ہیں۔ جن پر جہل کی مردنی چھائی ہوتی ہو انہیں علم کی زندگی دے کر زندہ جاوید کر دیتے ہیں۔ اس اعتبار سے شیخ کو محی بھی کہا جاتا ہے۔ دل درحقیقت مظہر تصرفاتِ نبی ہوتا ہے۔ اسرارِ دلبران۔ شاہ سید محمد ذوقی) خواجہ عبید اللہ احرار احمی اصفہانی رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ میں پہلی بار اپنے شیخ کی خدمت میں پہنچا تو آپ نے یہ شعر پڑھا۔ ؎

تو ز خود گم شد، کمال اینست و بس

تو ہماں اصلاً، وصال اینست و بس

آپ نے اپنے بعض رسائل میں لکھا ہے کہ طائفہ علائیہ کا طریقہ توجہ اور نسبت باطنی یوں ہوا کرتی تھی کہ پہلے جس شخص سے نسبتِ روحانی ہو۔ اس کی صورت کو دل میں نقش کیا جائے۔ اور خیال میں اس حرارت اور کیفیت کو پیدا کرے۔ اور اس خیال کی نفی کرنے کی بجائے اسے اپنے دل میں محفوظ کرے۔ چشم و گوش اور دیگر اعضاء اسی خیال میں متوجہ قلب رہیں (نفحات الانس۔ مولانا عبدالرحمٰن جامی)

تو ذکر کا بیج اس میں بکھرا جائے۔ اگر کسی صفتِ ذمیمہ میں مبتلا ہو جائے۔ تو اُسے رفع کرنے کی پوری پوری کوشش کی جائے۔ سب سے پہلے دل کے تصفیہ کی کوشش کرنا چاہیے۔ اور ابتدائے کار میں ہی تبدیلی اخلاق میں مشغول نہیں ہو جانا چاہیے۔ جب توجہ حاصل ہو جائے۔ تو مراقبہ میں وقت گزارنا شروع کرے۔ تاکہ تصفیۂ قلب حاصل ہو۔ اس طرح اللہ تعالیٰ کے فضل و فیضان کی امداد سے نفس کے اخلاق کی تبدیلی سے دل کی وہ صفات میسّر ہونا شروع ہو جائیں گی۔ جو عمر بھر کے مجاہدے سے میسّر نہیں آتیں۔ جب یہ کیفیت اللہ تعالیٰ کے فیضان سے حاصل ہو جائے۔ تو اعتدال پسندی اور ثواب کے طریقہ کو اختیار کرتا جائے۔ اس راستے میں جو چیز بھی رکاوٹ کا سبب بنے اسے ہٹاتا جائے کیونکہ دل کی فراغت کے بغیر یہ راستہ طے نہیں ہو گا۔ جب یہ تمام امور مکمل کرے تو ایسے شخص کی طرح ہو جائے گا جس نے طہارت کر لی ہو۔ اب اسے امام کی اقتدا۔ کی ضرورت

ہے جس کی اقتدا کرتا ہے وہی پیر راہِ طریقت ہو گا۔ اور کامل صاحب تصرف ہو گا۔ اللہ تعالیٰ کا راستہ خفیہ ہے اور شیطانی راہیں عام طور پر اللہ کی راہوں سے مل جاتی ہیں مگر اللہ کا راستہ تو ایک ہی ہے۔ اور باطل کی راہیں ہزار ہا ہیں ۔ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ؟

نیست ممکن در رہِ عشق اے پسر — رو بروں بے زاں دلیل و راہبر

رو بجو یار خدائی را تو زود — چوں چنیں کردی خدا یار تو بود

گر ز تنہائی چو ناہیدی شوی — زیر ظل یار خورشیدی شوی

وانکہ در خلوت نظر بر دو خت است — آخر آنرا ہم زیار آموختست

خلوت از اغیار باید نہ زیار — پوستیں بہروی آمد نے بہار

یار آئینہ است جانرا در حزن — در رخ آئینہ اے جاں دم مزن

تا نپوشد روئے خودرا از دمت — دم فرو خوردن بباید ہر دمت

ترجمہ:۔ "بیٹا! راہِ عشق میں یہ ممکن نہیں کہ راہبر یا دلیل کے بغیر سفر طے کیا جائے۔ اس راستہ میں کسی ولی اللہ کی تلاش ضروری ہے۔ جب ولی اللہ مل جائے تو تم خدا سے رسائی حاصل کر لو گے۔ اگر تم تنہا رہ جاؤ اور اپنے محبوب کے آفتاب کے سایہ میں ہو جاؤ جس نے خلوت میں نگاہیں سی دی ہیں تو اسے دوست سے سبق بھی ملے گا۔ غم واندوہ میں یار کا تصور آئینہ بن جاتا ہے۔ آئینے کے سامنے دم نہیں مارا جاتا۔ جب تک اپنے چہرے کو تیرے دم سے تر و تازہ نہیں کرے گا تو اپنا دم ہمیشہ نیچے دبا ہوا پائے گا۔"

کلام مجید میں آیا ہے اِتَّقُوا اللہَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ۔

گر نتوانی ز خود بریدن — در پہلوئے پہلوان ما باش

اسی ضمن میں ایک اور مقام پر فرمایا ہے۔ دائیں پہلو بیٹھو تا کہ دل میں جگہ پا کو

بائیں پہلو میں بیٹھ کر کیا حاصل کرسکوں گے۔ جب اس کی صحبت کی سعادت اپنا اثر ڈالتی ہے۔ تو اپنا تصرف تسلّط کرتی ہے۔ اس کے باطن میں پھر کسی دوسری چیز کا تصرّف نہیں رہتا۔ اپنے تمام امور و افعال اسی پر چھوڑ دیے جاتے ہیں۔ اور وہ اس حقیقت سے واقف ہو جاتا ہے کہ اس کا فائدہ خطا رمیں نہیں ہوتا بلکہ ثواب میں ہوتا ہے۔ اگرچہ اسے اس کی وجہ معلوم نہیں ہوتی۔

ہمارے خواجہ قدس سرہٗ فرمایا کرتے تھے۔ اہل اللہ سے مشورہ کرنے اور نیک لوگوں سے نصیحت حاصل کرنے کا ایک فائدہ یہ ہوتا ہے۔ کہ اگر آخر کار اس معاملہ میں وجہِ صواب ظاہر ہو جائے۔ تو کم از کم تمہارا وجود تو درمیان میں نہیں ہو گا۔ اگر اس کے خلاف بھی نتیجہ بر آمد ہو گا تو پھر بھی تمہارا وجود درمیان میں نہیں ہو گا

مشائخ طریقت قدس سرہٗ نے تمام اذکار میں سے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کے ذکر کو اختیار فرمایا ہے۔ حدیثِ نبوی میں بھی ایسا ہی آیا ہے اَفْضَلُ الذِّکْرِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ اس کلمۂ پاک کی صورت نفی اور اثبات سے مرکب ہے۔ جو حقیقت کی طرف راہنمائی کرتی ہے۔ اور پھر حضرتِ حق سبحانہٗ کی راہ دکھاتی ہے۔ یہ راہنمائی اسی کلمے سے ہی ملتی ہے۔ اس راہ پر چلنے والوں کے لیے پردہ اُن کی بھول کا نتیجہ ہے۔ اور حجاب کی صورت میں دل میں کونیہ صورتوں کا نقش ہوتا ہے۔ اس نقش میں حق کی نفی اور غیر کے اثبات نمایاں ہوتے ہیں جس طرح اَلْمُعَالَجَۃُ بِالْاَضْدَادِ ایک مفید طریقۂ علاج ہے۔ کلمۂ توحید نفی ماسوی اللہ ضروری ہے اور اثبات حق سبحانہٗ تعالیٰ اسی نفی سے واضح ہوتا ہے۔ شرکِ خفی سے نجات اسی کلمہ پر ملازمت اور مداومت کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا۔ ذکر ایسا ہونا چاہیے جو نفی اور وجود کی جملہ محدثات کو فنا اور ناخواستن کی نگاہ سے مطالعہ کرے۔ اور ذکر کی حقیقت پر غور کرے اور نفی خواطر کرے۔ اثبات کی طرف سے اللہ تعالیٰ کے وجودِ قدیم کو بقا کی نظر سے اپنا مقصود۔ مطلوب۔ اور

محبوب جانے۔ ہر ذکر میں اول و آخر حاضر رہے۔ اور جس چیز کے ساتھ دل کو دلچسپی پیدا ہو۔ اس کی نفی کرے اور نفی سے ہی اس تعلق اور دلچسپی کو باطل کرے۔ اور اثباتِ محبت سے حق کو اس محبت کے قائم مقام رکھے۔ تاکہ دل آہستہ آہستہ تمام محبوب اور مرغوب چیزوں سے فارغ ہو جائے۔ اور ذاکر کی ہستی ذکر کرکے نور میں تحلیل ہو جائے اور بشریت کے وجود کے تمام علائق اور عوائق اُٹھ جائیں۔

خواجگان رحمہم اللہ نے فرمایا ہے کہ ذکر کے وقت نفس کو دور رکھنا آثارِ لطیفہ کے ظہور کی علامت ہوتی ہے۔ یہ بات شرحِ صدر کے لیے مفید ہے اور اطمینانِ قلب کی دولت بخشتی ہے۔ نفی خواطر میں نفس کو اس کی خواہشات سے محروم کرنا حلاوتِ عظیم کے وجدان کا سبب ہے۔ اور ذکر سے اس کے علاوہ بہت فوائد میسر آتے ہیں۔

ہمارے خواجہ قدس سرہٗ ذکر کے معاملہ میں نفس کو دور رکھنے کو ضروری خیال نہیں کیا کرتے تھے۔ ایسے ہی وہ عدد کو ضروری نہیں سمجھتے تھے۔ لیکن وقوفِ قلبی کی رعایت کو ملحوظ خاطر رکھتے تھے۔ اور اس کا بڑا اہتمام کرتے تھے۔ غرضیکہ ذکر سے مقصود تو وقوفِ قلبی ہوتا ہے اور فنا کی نظر سے تمام مکونات کا مطالعہ کیا جا سکتا ہے۔ اور بقا کی نظر سے وجود قدیم حق سبحانہٗ تعالیٰ کا مشاہدہ کیا جاتا ہے۔ اس بات پر قائم رہنے سے توحید کی حقیقت ذاکر کے دل میں قائم ہوتی ہے اور اس کی چشمِ بصیرت کھلتی ہے۔ اسے شرع۔ عقل اور توحید کے درمیان کوئی تناقض پیدا نہیں ہوتا۔ اس مقام میں ذکرِ دل کی لازمی صفت بن جاتا ہے۔ اس کے بعد اس مقام پر پہنچ جاتا ہے۔ کہ ذکر کی حقیقت دل کی گہرائی کے جوہر کے ساتھ یک جان ہو جاتی ہے۔ اور غیرِ حق کا کوئی اندیشہ نہیں رہتا۔ ذاکر ذکر میں اور ذکر مذکور میں فانی ہو جاتا ہے۔ جو دل کی بارگاہ اغیار کی زحمت سے خالی ہو جاتی ہے اور لَا یَسَعُنِیْ اَرْضِیْ وَلَا سَمَائِیْ وَلٰکِنْ

یَسعُنِی قلبُ عَبدِی المؤمِن کی حدیث کی روشنی میں اِلاَّ اللہ کے بادشاہ کا جمال اپنی تجلّیٰ دکھاتا ہے اُذکُرکُم کے وعدہ کے ساتھ حرف اور صوت کے لباس سے مجرد ہو جاتا ہے۔ اور کُلُّ شَیءٍ ھَالِکٌ اِلاَّ وَجھَہٗ کی خاصیت ظاہر ہو جاتی ہے۔ روح کا ذکر ذاکر کے روح و وجود کے ساتھ اُذکُرکُم کے بحرِ ناپید اکنار میں غرق ہو جاتا ہے۔

ذکر گو ذکر تا ترا جان است — پاکیٔ دل ز ذکرِ یزدان است

چوں تو فانی شوی ز ذکر بہ ذکر — ذکرِ خفیہ کہ گفتہ اند آں است

نقشبندیہ کی گیارہ[1] شرائط

یاد کرد۔ باز گشت۔ یاد داشت۔ ذکرِ لسانی اور قلبی اور نگہ داشت سے مقصود یہ ہے کہ مراقبہ خاطر کو قائم رکھا جائے۔ یاد داشت سے مراد مشاہدہ ہے۔ اور فانی ہونے کا دوسرا نام ہے۔ حقیقت میں یہی ذکرِ خفیہ ہے۔ زبانی ذکر اور قلبی ذکر تو ایک قسم کی الف۔ باکی تعلیم کے مترادف ہے۔ تاکہ سالک کو پڑھنے یاد کرنے کا ملکہ حاصل ہو سکے اگر استاد کامل ہو۔ اور طالب میں طلبِ صادق اور قابلیت دیکھے گا۔ ہو سکتا ہے کہ وہ پہلے ہی قدم پر اسے پڑھنے کے قابل بنا دے اور اسے یاد داشت کے طور پر پہنچا دے۔ اور اسے الف۔ باکی مشقوں کی زحمت سے محفوظ رکھے۔ لیکن طالبعلو

---

[1] اکابر نقشبندیہ کے ہاں گیارہ شرائط ذکر و فکر کو نہایت اہم اور ضروری قرار دیا گیا ہے۔ ان گیارہ سے مندرجہ ذیل شرائط تمام نقشبندیوں کے لیے مشعلِ راہ ہیں۔ ہوش[1] در دم۔ نظر[2] بر قدم۔ سفر[3] در وطن۔ خلوت[4] در انجمن۔ یاد[5] کرد۔ باز[6] گشت۔ نگاہ[7] داشت۔ یاد[8] داشت۔ وقوفِ[9] زمانی۔ وقوف[10] عددی اور وقوفِ[11] قلبی۔

کی کثرت ایسی ہے۔ کہ انہیں ذکرِ زبانی اور ذکرِ قلبی سے پہلے یادداشت کی طرف
راہنمائی کرنا ایسے ہی ہے۔ جیسے کسی بے پر پرندے کو اڑنے پر آمادہ کیا جائے۔ اور
اسے مجبور کیا جائے کہ اڑو۔ اور لبِ بام اڑ کر بیٹھو۔

ما بہ ہر می پریم سوئے فلک　　　زانکہ عرشیت اصل جوہرِ ما
ساکنانِ فلک بخور کنند　　　از صفاتِ خویش و معنبر ما
دلبرِ ما شدست دلبرِ ما　　　گلِ ما بے حدست شکرِ ما
ما ہمیشہ میان گل شکریم　　　زاں دلِ ما قوی است در برِ ما
زہرہ دارد حوادث طلبی　　　کہ بگردد بگرد لشکرِ ما
ذرہ ہائے ہوا پذیرد روح　　　از دمِ عشق روح پرورِ ما

بزرگوں نے کہا ہے:
حَقِیْقَۃُ الذِّکْرِ عِبَارَۃٌ عَنْ تَجَلِّیَۃِ سُبْحَانَہٗ لِذَاتِہٖ بِذَاتِہٖ
مِنْ حَیْثُ الْاِسْمِ الْمُتَکَلِّمِ اِظْہَارِ الصِّفَاتِ الْکَمَالِیَۃِ وَصْفًا بِالنُّعُوْتِ
الْجَمَالِیَۃِ وَالْجَلَالِیَۃِ۔

شرکِ خفی کے بغیر اب ذکر میسر ہو گا۔ اور شَہِدَ اللّٰہُ اَنَّہٗ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ
کی آیت کریمہ کا راز اب آشکار ہو گا۔

تا ز خود بشنود نہ از من و تو　　　لِمَنِ الْمُلْکُ وَاحِدِ قَہَّار

اگرچہ ہدایت فطرت میں ہی روزِ ازل سے روح نے اللہ تعالیٰ کو یگانگت
سے جان لیا تھا۔ مگر یگانگت سے پہچان نہ سکا تھا۔ کیونکہ پہچان (معرفت) تو
شہود سے پیدا ہوتی ہے اور شہود وجود سے درست نہیں ہوتا۔ کیونکہ شہود تو وجود
کی ضد ہے۔ جب روح کا وجود ظاہر ہوا تو اس کا عین وجود کی دورنگی ثابت ہو گئی۔
اس نکتہ کی تشریح نہایت تفصیل طلب ہے۔ اس سے مقصد یہ ہے۔ کہ ہمارے

خواجہ قدس سرہٗ نے جس معنی کی طرف اشارہ کیا ہے وہ اسی چیز سے ظاہر ہوتا ہے اور اُذکُرُکُم کے معانی اسی سے ظاہر ہوتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ذکر اس کے یاد کرنے کی توفیق ہے۔ اور وہ مراتب حاصل ہوتے ہیں۔ جو ذکر کا ثمرہ ہیں۔ یعنی زبان کا ذکر۔ دل کا ذکر۔ روح کا ذکر۔ راز کا ذکر۔ ذکرِ خفی دل ہی روحانی اور جسمانی عالم کا واسطہ ہے۔ روح دل اور سِر کے دونوں عالموں کے درمیان واسطہ ہے۔ اور اہل اللہ کی ایک جماعت کے نزدیک تو دل کے مقام سے بھی بلند تر ہے۔ لیکن روح کے مقام سے فروتر ہے۔ حقیقت میں سِرّ عین روح اور دل ہے۔ اور انتہائی مقام ہے۔ روح اور دل ہر ایک جب اپنے اپنے مقام کی انتہائی بلندیوں کے متجلی ہوتے ہیں۔ اور ان سے جو عجیب و لطیف صورت نمودار ہوتی ہے وہ سِرّ ہے۔ دل اور روح کی انتہائی منزلِ جس کا ذکر کیا جاسکے۔ کوئی بھی نہیں پہنچ سکا۔

خفی روح وہ خاص مقام ہے۔ جو صرف خاصانِ حضرت سبحانہٗ کو ہی نصیب ہوتا ہے وَاَیَّدَھُمْ بِرُوْحٍ مِنْہُ یہ صورت عالمِ صفات خداوندی کے درمیان واسطہ بنتا ہے۔ سِر کے درمیان اور اس کے واسطہ سے صفاتِ الوہیت کے عالم کو پایا جاسکتا ہے

؎ رستم را ہم رخش رستم کشند
لَایَحْمِلُ عَطَایَا الْمَلِكِ اِلَّا عَطَایَا الْمَلِكِ

حقیقتِ ذکرِ خفیہ اور مرتبہ خفی

خلفائے خانوادۂ خواجہ بزرگ خواجہ عبدالخالق قدس سرہٗ نے اس حقیقت کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ جب تک وجود روحانیت باقی ہے۔ اور وہ مرتبہ فنا تک نہیں پہنچتا اس وقت تک حقیقی طور پر خفیہ ذکر نہیں ہوسکتا۔ اکابرین کا یہ قول کہ لَا یَطَّلِعُ

عَلَیۡہِ فَلَکَ فِیۡکُمۡ وَ لَا نفس فَتُعۡجَبُ بِہٖ۔ اسی حقیقت کو واضح کرنے کی طرف اشارہ ہے۔ جب فنا کی حقیقت کو پہنچ جاتا ہے۔ اس وقت اس کا باطن نفی میں کامل ہو جاتا ہے۔ اور اثبات کے بغیر کوئی چیز نہیں رہتی۔ اور اس کا ذکر اللّٰہ اللّٰہ ہوتا ہے۔ اس وقت کلمہ کی حقیقت اور اس کا سر حاصل ہوتا ہے۔

ہمارے حضرت خواجہ اس سلسلہ میں بہت کچھ فرمایا کرتے تھے۔

حَقِیۡقَۃُ الذِّکۡرِ الۡخُرُوۡجُ عَنۡ مَیۡدَانِ الۡغَفۡلَۃِ اِلٰی فَضَاءِ الۡمُشَاھَدۃِ

ترجمہ: ذکر کی حقیقت یہ ہے کہ میدانِ غفلت سے نکل کر فضائے مشاہدہ میں پرواز کیا جائے) مشاہدہ تجلی ذات میں ہوتا ہے۔ اور مکاشفہ تجلی صفات میں اور محاضرہ تجلی افعال میں ہوتا ہے۔ لسانی ذکر سے مقصد یہ ہوتا ہے کہ تمام روحانی و جسمانی قویٰ کی توجہ مبذول ہو۔ اور نفی خاطر میسر ہو۔ اسی مکمل توجہ اور ذکر لسانی پر مداومت سے ذکر دل میں اتر جاتا ہے۔ اور زبان کے الفاظ دل میں منتقل ہوتے رہتے ہیں۔ اور ذکرِ قلبی کی ہمیشگی سے انوارِ الٰہیہ سے ایک نور ظاہر ہوتا ہے۔ جو انسان کے باطن کو تجلیات صفاتی اور آسمائی کا مظہر بنا دیتا ہے۔ اور پھر اسے تجلیاتِ ذات کی طرف راہنمائی کرتا ہے۔ واللہ سبحانہ الموفق

ذکر کے مراتب اور درجات کا کمال یہ ہے کہ مذکور دل پر طاری ہو جائے۔ اور مذکور ہی رہ جائے۔ اور بس۔ اور دل کے ساتھ ہی آشنائی اور دوستی ہو جائے۔ دل کی دوستی اور دوست کے ذکر میں فرق نہ رہے۔ جسے دل کی دوستی میسر آجاتی ہے اسے محبتِ مُفرطہ کا نتیجہ حاصل ہو جاتا ہے۔ اور اسی کیفیت کا نام عشق ہے۔ عاشق گرم رو ہوتا ہے۔ اور اس کی دوستی معشوق پر اثر انداز ہوتی ہے۔ بعض اوقات یوں بھی ہوتا ہے۔ کہ معشوق میں محویت کی وجہ سے معشوق کا نام بھی فراموش ہو جاتا ہے۔ جب یہ مقام استغراق آجائے۔ تو اپنے وجود کو اور دوسری اشیاء کو جز یادِ

خداوندی کے فراموش کر دیتا ہے پھر وہ اس معنیٰ کی حقیقت کو پہنچ جاتا ہے۔ واذکر ربّك إذا نَسِيْتَ یعنی إذا نَسِيْتَ غَيْرَهٗ وَنَسِيْتَ نَفْسَكَ لِاَنَّ تحقق الْمَذْكُوْرِ وَشُهُوْدِهٖ يُوْجِبُ نَفْيَ الْغَيْرِيَّةِ فا بلك تُثْبِتُ الْغَيْرِيَة

جب وہ اس حقیقت کو پا لیتا ہے کہ اپنے آپ کو اور دوسری تمام چیزوں کو بھول جاتا ہے۔ اور صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہی باقی رہ جاتی ہے۔ اس حالت کو کو فنا اور نیستی کہا جائے گا۔ اور یہی سیر الی اللہ کا انتہائی درجہ ہو گا۔ اب وہ تصوّف کی پہلی منزلِ عالمِ توحید اور واحدانیت کا پہلا قدم اور درجاتِ خاصّہ کا آغاز ہو گا اسی لیے فرمایا گیا ہے

چیست معراج فلک این نیستی عاشقاں را مذہب و دین نیستی"
ہیچکس را تا نگردد او فنا نیست رہ در بارگاہِ کبریا

اس وقت عالمِ ملکوت کی صورت اس پر ظاہر ہوتی ہے۔ انبیار کرام کے ارواح اور جو ملائکہ کے جواہر (علیہم السلام) پاکیزہ صورتوں میں نظر آنے لگتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے دربار کے خاص حضرات ظاہر ہونے لگتے ہیں۔ احوالِ عظیم ظہور ہونا شروع ہوتے ہیں کہ انہیں بیان نہیں کیا جا سکتا۔ ہر مقام پر ایک نئی چیز ظاہر ہونے لگتی ہے۔ اس کیفیت کو بیان کرنے سے کوئی فائدہ نہیں۔ یہ راستہ چلنے کے لیے ہے لکھنے کے لیے نہیں ہے۔

اہل اللہ اس قسم کی باتوں کو تشریح اور تفصیل بیان کرنے سے یہ مقصد لیتے ہیں۔ کہ سالک کو انتباہ اور شوق و ذوق کا سامان مہیا کیا جائے۔ اگر کوئی شخص ذکر کے اس مقام یا درجہ کو نہ پہنچ سکے۔ تو اس کے احوال اور مکاشفات ظاہر نہیں ہوتے۔ لیکن اس پر ذکر کا غلبہ رہتا ہے۔ اور اس کے دل میں جانشین ہو جاتا ہے۔

کلمہ توحید کے معانی

کلمہ توحید کے معانی بیان کرنے کے لیے حروف و الفاظ نہیں ہیں۔ نہ عربی میں نہ فارسی میں۔ یہ دل پر غالب آتے ہیں۔ اور دل اس کے ذکر اور معانی سے مطمئن ہو جاتا ہے۔ چنانچہ دل کو دوسرے کسی کام کی طرف راغب کرنے کے لیے تکلیف دینا پڑتی ہے۔ یہ ایک سرِ عظیم ہے۔ جب دل ذکر کے نور سے آراستہ ہو جاتا ہے۔ تو اسے کمال سعادت حاصل ہو جاتی ہے۔ ایسی سعادت جو اس جہاں میں میسر نہیں ہو سکتی صرف اسی جہاں میں ظاہر ہوتی ہے۔ جب دل دنیا کے وسواس کے کانٹوں سے خالی ہو جاتا ہے۔ ذکر کا بیج اس میں امانت رکھا جاتا ہے۔ اب ایسی کوئی قوت نہیں رہتی جو اختیار سے تعلق رکھ سکے۔ اختیار کی حدیں تو یہاں آکر ختم ہو جاتی ہیں۔ اس مقام پر انتظار کرنا چاہیے کہ کیا ظہور میں آتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ایسا بیج کبھی ضائع نہیں ہوتا۔ مَنْ كَانَ يُرِيدُ حَرْثَ الْآخِرَةِ نَزِدْ لَهُ فِي حَرْثِهِ۔

ہمیشہ ذکر کرنا عجائبات ملکوت کی کنجی ہے۔ اس سے قربِ الٰہی کے دروازے کھلتے ہیں۔ ہمیشہ ذکر سے مراد یہی نہیں جو زبان یا دل پر جاری رہے۔ بلکہ یوں ہمیشہ لازم اور دل نشین رہے۔ دل کو عداوتِ خلق سے صاف کر دیا گیا ہو مخلوقات کے ذکر سے فارغ کر دیا گیا ہو۔ ماضی اور مستقبل کے اذکار سے علیحدہ کر دیا گیا ہو محسوسات کے تمام مشاغل۔ غصہ۔ بداخلاقی۔ دنیا کی خواہشات۔ دنیا کی طلب۔ غرضیکہ ہر چیز سے مبرا کر دیا گیا ہو۔ صرف حق تعالیٰ سے تعلق رہے۔ ایک لمحہ بھی غافل نہ رہے۔ کیونکہ حقیقتِ ذکر غفلت کو چھوڑ دینے کا نام ہے۔ اور کچھ کہنا بھی نفس کی بات ہوتی ہے جو ذکر کی حقیقت کے لیے حجاب اور پوست بن کر رہ جاتا ہے۔

مراقبہ

ہمیشہ مراقبہ میں رہنا ایک بہت بڑی دولت ہے۔ مراقبے کی صحت کی علامت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی موافقت کی جائے

یہ بات نہایت مشکل ہے کہ دل کو ہمیشہ ایک ہی حالت یا ایک ہی صفت پر رکھا جائے مراقبہ پر مداومت اختیار کرنا حقائق کو پالینا ہے۔ مراقبہ پر مداومت اس وقت تک میسر نہیں آتی۔ جب تک قطع علائق دنیا۔ مخالفت نفس پر صبر اور اغیار کی صحبت سے مکمل پرہیز نہ کیا جائے۔

شیخ بزرگوار شیخ شہاب الدین سہروردی قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ فرماتے ہیں۔ بلندی کو چاہیے کہ فرائض اور سنن کو مختصر کرے۔ اور دوسرے اوقات ذکر الٰہی میں گزارے متوسط کے لیے ضروری ہے کہ فرائض اور سنن کی ادائیگی کے بعد تلاوت قرآن پاک کرتا رہے۔ وہ خاصیت جو بلندیوں کو ہمیشہ ذکر سے میسر آتی ہے۔ متوسطین کو تلاوت قرآن پاک سے حاصل ہو جاتی ہے۔ بلکہ اس سے زائد کئی فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ قرآن پاک کی مختلف المعانی آیات کی تلاوت سے صفات مختلفہ کی تجلیات حاصل ہوتی ہیں۔ دقائق مفہوم اور حقائق علوم نمایاں ہوتے ہیں۔ منتہی حضرات کے لیے جن کے لیے ذکر کا نور ان کی ذاتی صفت بن چکی ہے۔ کامل تر عمل نماز ہے۔ کیونکہ یہ عبادت تامّہ اور جامعہ ہے۔

حضرت خواجہ امام محمد بن علی حکیم ترمذی قدس اللہ روحہٗ حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں۔ اور اس نقل کو اپنی سند سے مستند بناتے ہیں۔

سَمِعْنَا اَنَّ قِرَاءَةَ الْقُرْاٰنِ اَفْضَلُ مِنَ الذِّكْرِ (ہم نے سنا ہے۔ کہ تلاوت قرآن پاک ذکر سے افضل ہے) اس بات کو اور قوی کرنے کے لیے آپ نے فرمایا ہے۔ اور کیا عجیب کہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر اسی کی زبان سے کرنا بدرجہا افضل ہے۔ ان الفاظ سے جن سے ہم اپنی زبان سے ادا کرتے ہیں۔ فَاِنَّ الْقُرْاٰنَ لَمْ يُخْلَقْ مُنْذُ نَزَلَ اِلَى الْعِبَادِ وَ لَا يَخْلُقُ وَ لَا يَتَدَنَّسُ فَهُوَ عَلٰى طَرَاوَتِهٖ وَ طِيْبِهٖ وَ طَهَارَتِهٖ وَ لَهٗ كِسْوَةٌ مِّنْ عِلْمِهٖ بَرِيَّةٌ

وَالذِّكْرُ الَّذِیْ یَذْکُرُ الْعَبْدُ مُبْتَدِءًا مِنْ تِلْقَاءِ قَلْبِہٖ بِرُؤْیَتِہٖ لَہٗ کِسْوَۃٌ لَہٗ اِلٰی نُوْرٍ عَظِیْمٍ لَائِقٍ بِجَنَابِ الْمُتَکَلِّمِ وَھُوَ اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ

اگر کوئی شخص قرآن کے معانی نہیں جانتا۔ اسے چاہیے کہ دل کو تلاوت کرتے وقت قرآن کی آیات پر مذکور رکھے۔ اور کوشش کرے کہ نفس کے وسواس اسے ادھر ادھر نہ لے جائیں۔ دل نور تعظیم اور توقیر سے آراستہ رکھے۔ اور اس کے دل میں عظمت قرآن طاری رہے۔ کیونکہ قرآن پاک اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ اور اس کی صفت ہے۔ اور پھر قدیم ہے۔ اگر ان حروف کے معانی کی حقیقت ظاہر ہو جائے۔ سات زمین اور سات آسمان اس کی تجلی کی تاب نہیں لا سکیں گے۔

امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے خدائے تعالیٰ کو خواب میں دیکھا۔ میں نے دریافت کیا یا اللہ!

یا اللہ! تیرا تقرب کس چیز سے حاصل ہوتا ہے۔

فرمایا: میرے کلام پاک قرآن سے۔

میں نے پوچھا: اگر اس کے معانی سمجھے یا نہ؟

فرمایا: اگر سمجھے یا نہ!!!

اکابرین میں سے ایک بزرگ نے فرمایا ہے۔ کہ اگر کوئی شخص ایک دوائی پی لیتا ہے۔ اور اسے اس بات کا علم نہ ہو۔ کہ کون سی دوائی ہے۔ تاہم اس پر اس کا اثر ضرور ہوگا۔ اسی طرح قرآن کا اثر بہر حال ہوتا ہے۔ قرآن کا ایک ایک حرف ایک پہاڑ کی مانند ہے۔ جو انسانی وجود پر گرتا ہے۔ اور اسے فنا کر کے رکھ دیتا ہے۔ بشریت کے تمام آثار مٹا دیتا ہے۔ جب قرآن پاک کا نور دل کے نور سے ملتا ہے۔ تو نورانیت زیادہ ہوتی ہے۔ اور بشریت کا وجود زیادہ متلاشی ہوتا ہے۔

خواجہ امام محمد بن علی حکیم ترمذی قدس اللہ روحہٗ فرماتے ہیں۔ کہ رات کے وقت قرآن پاک کا تمام وظیفہ (۱) سورۂ فاتحہ (۲) قُلْ یٰاَیُّھَا الْکٰفِرُوْنَ (۳) قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ (۴) قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ (۵) قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ (۶) خاتمہ سورۂ حشر (۷) خاتمہ سورہ بقرہ میں ہے۔ دن کے وقت سورۂ یٰسین کافی ہے۔ حضرت عزیزاں خواجہ رامیتنی قدس اللہ روحہٗ فرماتے ہیں۔ جس وقت تین دل جمع ہو جائیں۔ تو بندہ مومن کے کام بن جاتے ہیں۔ دلِ قرآن۔ دلِ بندہ مومن۔ اور دلِ شب۔

حضرت خواجہ یوسف ہمدانی امام ربّانی قدس اللہ روحہٗ کہ ہمارے خواجگان نقشبند کا سلسلہ آپ کی ذات تک پہنچتا ہے۔ اس طرح فرماتے ہیں۔ کہ طالب کو چاہیے۔ کہ شب و روز لاالٰہ اِلاّاللہ میں مستغرق رہے۔ خواب و بیداری میں یہی کلمہ کہتا رہے۔ نوافل۔ دوسرے اذکار اور تسبیحات کو یکسر ترک کر دے۔ اور اسی کلمہ پر اکتفاء و اختصار کرے۔ کیونکہ جہاں علم لدنی ہوتا ہے۔ حکمتِ الٰہی میسر ہوتی ہے۔ ایسے مواقع پر نفل کی زحمت کیا معنیٰ رکھتی ہے۔ ہر دن۔ ہر رات بلکہ ہر لمحہ اور ہر لحظہ یوں محسوس کرے کہ لاالٰہ اِلاّاللہ میں ہی مسلمان کا نور ہے۔ نماز فرض اور سنت کے علاوہ لَااِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ کو ہی ضروری اور لازم جانے۔ اس کے علاوہ تمام چیزوں کو مصیبت اور مشقت سمجھے۔ کائنات کے تمام خطرات اور اندیشوں سے خالی ہو جائے۔ اور صرف ذکر لاالٰہ اِلاّاللہ سے ہی تعلق رکھے۔ ہر حالت اور ہر ساعت میں اسی کو ورد زبان بنائے مخلوق کے تعلقات کے قطع کرنے کے لیے اذکار ظاہری و باطنی سے اتنا کامل تر، شافی تر اور مؤثر ہتھیار نہیں ہے جتنا کہ ذکر لَااِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ ہے۔

شیخ شہید شیخ مجدالدّین بغدادی قدس اللہ تعالیٰ روحہٗ فرماتے ہیں: اِتَّفَقَ

الْمَشَائِخُ قَدَّسَ اللّٰہُ اَرْوَاحَہُمْ عَلٰی اَنَّ الْمُرِیْدَ مَا لَمْ یَسْلُکْ طَرِیْقَ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُدَّۃً قَرِیْبَۃً بِاَنَّہٗ بِعَیْنِ سَنَۃٍ لَا یَصِلُ اِلٰی حَقِیْقَۃِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ

حضرت خواجہ امام محمد بن علی حکیم ترمذی قدس اللہ روحہٗ فرماتے ہیں۔ جو شخص ہمیشہ دولتِ ایمان طلب کرتا ہے۔ اسے چاہیے ہر حالت اور ہر کام میں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کے ذکر کی عادت ڈال لے۔ وہ شرکِ خفی کی سپاہیوں کو اسی کلمہ سے دور کرتا جائے گا۔ اور نورِ ایمان سے دل کو تازہ کرتا جائے گا۔ چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ جَدِّدُوْا اِیْمَانَکُمْ بِلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ (الحدیث)

اہلِ تلوین[1] کا مرتبہ ندما کا سا مرتبہ ہوتا ہے۔ جب تک انہیں بے اختیار کر کے دربارِ سلطنت میں نہ لایا جائے باریابی نہیں پا سکتے۔ اہلِ تمکین کا مرتبہ وزراء کا سا ہوتا ہے۔ کہ دربارِ سلطنت میں وہ نائب مناب کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ملک کے

---

[1] اہلِ تلوین مقامِ طلب پر فائز بزرگوں کو کہا جاتا ہے۔ اس مقام پر کئی حالتیں آتی ہیں اور جاتی ہیں۔ اور انسان مغلوب الحال ہو جاتا ہے۔

گہے گریاں گہے خنداں گہے حیراں گہے نالاں
بجز ایں شغل یک لحظہ نبودے روزگارِ من

اہلِ تمکین وہ بزرگ ہیں۔ جو مقام رسوخ اور استقراء پر فائز ہوتے ہیں۔ اور سالک صاحب مقام ہوتا ہے مغلوب الحال نہیں ہوتا۔

مردماں در من و بے ہوشی من حیراں اند — من دراں کس کہ تراجیند و حیراں شود

زنانِ مصر دیدارِ جمالِ یوسفی کے وقت اہلِ تلوین میں سے تھیں۔ جو مغلوب الحال ہو کر اپنے ہاتھ کاٹتی چلی گئیں۔ اور ہوش کھوتی گئیں۔ مگر زلیخا مقام تکوین پر فائز تھیں۔ جمالِ یوسفی کی مبصر تھیں۔ اور مشاہدہ جمال کے باوجود مغلوب الحال نہیں ہوئیں۔ (مترجم)

تصرف میں صاحبِ اختیار اور مطلق العنان ہوتے ہیں۔ چنانچہ اہلِ تمکین زوالِ عہدہ سے خبر ہوتے ہیں۔ وہ جس وقت چاہتے ہیں۔ اپنے اختیار ایک صفت سے دوسری صفت اور ایک حالت سے دوسری حالت پر منتقل ہوتے رہتے ہیں۔ اہلِ تمکین کو بھی بعض اوقات تلوینی کیفیت اور احوال سے گزرنا پڑتا ہے۔ لیکن ان میں یہ فرق ہوتا ہے۔ کہ وہ اپنے باطنی احوال پر غالب رہتے ہیں۔ اور ان کا پورا پورا تصرف ہوتا ہے۔ اور ان احوال اور کیفیات کو چھپانے کی اہلیت رکھتے ہیں۔

اہل اللہ میں سے ایک طائفہ نے کہا ہے۔ کہ وعید سے مقصود خوف دلانا ہوتا ہے۔ یہ بات ان سے اس وقت صادر ہوتی ہے۔ جب الطاف ربوبیت کا مطالعہ کرتے ہیں۔ یا جس وقت ان کے حال پر تصرف اور غلبہ کا زور ہوتا ہے۔ مگر اہل اللہ سے وہ طائفہ جو اپنے باطنی احوال پر متصرف ہوتے ہیں۔ وہ احوال کو میزان شرع سے تولتے ہیں۔ اگر شریعت کے قانون کے مطابق ہوں تو ان پر اعتماد کرتے ہیں۔ اور ان کا اظہار کرتے ہیں۔ ورنہ ان پر اعتماد نہیں کرتے۔

اکابرین میں ایک بزرگ نے فرمایا ہے: لَا تَقْبَلُ مِنْ قَلْبِی اِلَّا بِشَاهِدَیْنِ عَدْلَیْنِ الْكِتَابَ وَالسُّنَّةَ (میرا دل اس وقت تک کوئی چیز قبول نہیں کرتا جب تک دو شاہد عادل گواہی نہ دیں وہ ہیں کتاب اور سنت)

جس شام کو عبداللہ جخندی ہمارے ساتھ آملے تھے۔ اس خواب کے بارہ[۱۲] سال بعد جو خواجہ محمد علی حکیم ترمذی قدس سرہ نے ترمذ میں دیکھا تھا۔ اس خواب کے وقت آپ نے انہیں فرمایا تھا کہ اپنے آپ کو تشویش میں نہ ڈالو۔ یہ وقت ان چہروں کے ظہور کا نہیں ہے۔ جو تم طلب کرتے ہو۔ یہ خواب تمہارا ہیں بارہ سال بعد رونما ہوگا۔ تم فلاں شخص کی صحبت میں پہنچو گے۔ انہوں نے اپنا سارا خواب خود ہی سنا دیا۔ اور وہ چیزیں طلب کیں جو اس

خواب میں طلب کی تھیں۔

پھر اسی رات خواب میں دکھائی دیا کہ مجھے کہیں لیجایا گیا ہے اور ایک خزانہ میں لا رکھا ہے۔ اس خزانے کے کمرہ میں ایک بہت بڑا دریچہ ہے جس پر زنجیر لگی ہوئی ہے۔ اور اس پر ایک قفل لگا ہوا ہے۔ میرے پاس ایک چابی لائی گئی اور مجھے دیکر اشارہ کیا گیا کہ قفل کھولوں۔ میرے دل میں آیا کہ اسے کھولوں میں نے ابھی تھوڑا سا کھولا تھا۔ تو ایک بڑا سا شعلہ نمودار ہوا۔ میں نے دل ہی میں کہا۔ اگر میں سارا دروازہ کھول دیتا تو کسی کو ان شعلوں کی تاب کی مجال نہ تھی۔ چابی تو میرے پاس ہے۔ مجھے اختیار بھی دیا گیا۔ جس وقت چاہوں گا۔ کھول لوں گا۔

اہلِ تمکین کے بارے میں کہا گیا ہے۔ کہ یہ لوگ تصرفِ احوال کے ملک سے آزاد ہو چکے ہوتے ہیں۔ ان کی بصیرت کے سامنے سے تمام حجابات اٹھ گئے ہوتے ہیں۔ اسباب میں سے کوئی سبب بھی ان کی حالت میں تبدیلی یا کمزوری نہیں لا سکتا۔ کائنات کی کوئی چیز مشاہدہ محبوب اور محبت معشوق کے مشرب سے جدا نہیں کر سکتی۔ وہ مخلوق سے اختلاط اور ان کے احوال کے مشاہدے سے ان پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔ اور ان کی حالت میں کوئی تغیر یا تبدیل رونما نہیں ہوتا۔

ہم اوپر اہلِ تلوین اور اہلِ تمکین کو ندما اور وزرا سے تشبیہ دے آئے ہیں۔ اب ہم ولی عزلت اور ولی عشرت کو بھی ندیم اور وزیر سے تشبیہ دیں گے۔ ولی عزلت اپنے حال کی نسبت سے اشرف ہوتا ہے۔ مگر ولی عشرت حسب حال ہونے کی وجہ سے افضل ہوتا ہے۔

ایسے ملکِ مقرب انسانِ کامل سے اشرف ہوتا ہے اور انسانِ کامل اس سے افضل اور اکمل ہوتا ہے۔ حدیث قدسی صحیحہ میں وارد ہے:

وَاِنْ ذَكَرَنِي فِي مَلَاٍ ذَكَرْتُهُ فِي مَلَاٍ خَيْرٍ مِنْهُمْ۔ اسی حدیث قدسی میں ولی عزلت کی تعریف میں یہ الفاظ کہے گئے ہیں اِنَّ مَنْ اَغْبَطَ اَوْلِيَائِي

معنٰی مومن خفیف

ایک دوسری حدیث میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یوں روایت کی گئی ہے،

اِنَّ لِلّٰہِ عِبَادًا لَیْسُوْا بِاَنْبِیَاءٍ وَّلٰکِنْ یَغْبِطُھُمُ النَّبِیُّوْنَ وَالشُّھَدَاءُ بِقُرْبِھِمْ وَمَکَانِھِمْ مِنَ اللّٰہِ تَعَالٰی وَلَقَدْ تَمَنّٰی اِثْنَا عَشَرَ نَبِیًّا اَنَّھُمْ کَانُوْا مِنْ اُمَّتِیْ

دوسری احادیث میں اس موضوع کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ ان احادیث میں بعض خواص ملک کی فضیلت خواص بشر پر ہے۔ اور ایسے ہی بعض اولیاء اللہ کی فضیلت نبیوں پر آئی ہے۔ اس ابہام کو دور کرنے اور اس شبہ کی تحقیق کا جواب یہی ہے کہ شرفِ حال اور فضیلت و کمال کے درمیان فرق کو معلوم کر لیا جائے۔

اہل اللہ کے طریقے کئی قسموں پر ہوتے ہیں۔ بعض نے رخصت پر عمل کیا ہے انہیں اس رخصت سے مقصود یہ ہے۔ کہ وہ خلق کو فائدہ پہنچائیں اور اپنی ذات کے لیے کچھ نہ کریں۔ بعض نے عزیمت پر عمل کیا ہے۔ ان کا مقصد بھی نفع خلق ہی ہوتا ہے اور اپنی ذات سے بے نیاز ہوتے ہیں۔ لیکن عمل میں مخلوقات کو نفع دینا عزیمت سے زیادہ بلند رتبہ ہے۔ اس میں مکمل ظہور تمام خطرات سے دور رہتا ہے۔ تمام کام میں مصروف ہیں۔ ہماری مراد اس درخت کی مثال ہے۔ جو درخت بلا فائدہ نہیں ہوتا۔ یا تو میوہ دیتا ہے۔ خواہ میوے کے مختلف مزے ہوں۔ یا وہ درخت سایہ بہم پہنچائے گا۔ اور لوگ اس کے سایہ میں آرام پائیں گے۔ اگر سایہ میں بھی نہ آئیں تو اس کے حسن و طراوت سے آنکھوں کو ٹھنڈک حاصل ہو گی۔

ہر کس بدرت در آرزوے دیگر اند — اندر یک و بوئے جست وجوئے دیگر اند

گرچہ کس را ہیچ کار و بار نیست — جملہ در کار اند و کس بے کار نیست

اہل اللہ کے وجود کا کمال مخلوقات کی عقیدت سے بلند تر ہوتا ہے۔ مخلوقات کی

عقیدت بسا اوقات ان کے لیے بارِ خاطر بن جاتی ہے۔ اس عقیدت اور اظہار کمال سے اہل اللہ کا مقصود مخلوق کے وجود کی تربیت ہوتا ہے۔ وہ اپنی زندگی کا بوجھ تو دوسروں کے فائدے کے لیے اٹھاتے رہتے ہیں۔ باطن میں اپنے وجود کی نفی کرتے ہیں۔ اس تربیت اور ان کے وجود کے فائدے ظاہراً تو نقصان دہ امر ہوتے ہیں۔ لیکن باطنی نگاہ میں انہیں فائدہ رسانی مقصود ہوتی ہے۔ دعا میں آیا ہے۔

اَللّٰھُمَّ لَا تُحْدِثْ لِیْ عِزًّا ظَاھِرًا اِلَّا اَحْدَثْتَ لِیْ ذِلَّۃً بَاطِنَۃً بِقَدْرِہٖ وَلَا تَرْفَعْنِیْ عِنْدَ النَّاسِ دَرَجَۃً اِلَّا حَطَطْتَنِیْ عِنْدَ نَفْسِیْ مِثْلَھَا

اگر کسی میں طلب کی خواہش پیدا ہو تو اسے چاہیے کہ اہل اللہ کی محبت طلب کرے۔ یہ جذبۂ طلب بھی اس کے لیے اللہ تعالیٰ کے فضل سے حاصل ہوتا ہے۔

ملک طلبش بر سلیمان ندہند
منشور غمش بہر دل و جان ندہند

اس نعمت عظیم کی قدر و قیمت کو پہچاننا چاہیے۔ اگر ایسی محبت میسر آجائے تو چند لمحات گوشِ دل اہل اللہ کی گفتگو کے لیے وقف کردے۔ اور اس کی اللہ سے توفیق حاصل کرے تاکہ اسے اسی صحبت میں تقویت اور تربیت نصیب ہو۔

اہل اللہ کی نگاہ ایسے طالبانِ حق کے لیے جو کسی میں بے اختیار ظاہر ہوتی ہے۔ بہت زیادہ ہوتی ہے۔ کیونکہ اگر ان کے اختیار سے ایسی طلب ظاہر ہوگی۔ تو ان کے لیے ایسا اختیار مقامِ خطر ہوتا ہے ایسے اختیار کے لیے باطنی طور پر نفی نہایت ضروری ہے۔ تاکہ ذاتی اختیارات کے بغیر ہی اللہ کی طرف سے انعامات کا ظہور ہوتا ہے۔ مبتدیوں اور اہل طلب کے لیے اللہ تعالیٰ کے نزدیک اور اہل اللہ کے ہاں اس قول کی نفاذ اور تعظیم حاصل ہوتی ہے۔

یَا دَاؤدُ اِذَا رَاَیْتَ لِیْ طَالِبًا فَکُنْ لَہٗ خَادِمًا

طلب کی خواہش کا ظاہر ہونا بے پناہ دولت کی علامت ہے۔ کیونکہ جب تک اللہ تعالیٰ اپنی ارادت کی صفت کا اپنے بندے کی روح پر تجلی نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ کی محبت کا عکس بندے کے دل میں ظاہر نہیں ہوتا۔ اور نہ ہی وہ طالب حق بن سکتا ہے۔ اور نہ ہی اللہ کے دوستوں کی محبت کے لائق ہو سکتا ہے۔

جوئیندہ ازاں نہ کہ جویانِ تو نیست
درجوانی داں کہ ترا جویا نست

اس صفت کی تربیت اور تقویت حقیقت میں اس شخص میں آتی ہے ۔ جو ولایت کے تصرفات کو کامل اور مکمل طور پر تسلیم کر لیتا ہے۔ وہ اللہ کی مہربانی سے اپنے مقصود کو جلدی سے پالیتا ہے۔ ورنہ اس بات کا خطرہ ہوتا ہے۔ کہ طلب کی صفت کے اثرات زائل ہو جائیں۔

اہلِ باطن کا طریقہ کم دیدن ۔ کم زدن ۔ نیستی اور اختصار ہے۔ دیدے سے اعمال میں کمی آتی ہے اور مشاہدے سے احوال کا نقصان ہوتا ہے۔

بشریت کے وجود کی منفی اس قدر دوسری کسی چیز سے نہیں ہوتی۔ جتنی کہ کم دیدنی سے ہوتی ہے۔ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام پر جس قدر ابتلاء کے معاملات وارد ہوئے ہیں۔ اسی وجہ سے تھے۔

حقیقتِ استغفار

استغفار بشریت کے وجود سے ہوتی ہے۔ کیونکہ انسان ہی گناہ کا مرتکب ہوتا ہے اس کے بعد جب وہ بشریت کے وجود کو پہچان لیتا ہے۔ اور اس کی بقا کو اپنے اندر محسوس کرتا ہے۔ وہ اسی الم اور بے چارگی، نہایت آہ وزاری سے بارگاہِ خداوندی میں روتا اور گڑ گڑاتا ہے۔ اس وقت وہ استغفار کی حقیقت سے واقف ہوتا ہے۔

خلق نرسد از تو و مَن تر سَم زِ خود ۔ گز تو نیکی دیدہ ام و ز خویش بد

دولت در دِ سلمانیم دِہ ۔ نیستی نفس ظلمانیم دِہ

گناہوں کو معاف کرنا بھی اہل اللہ کے وجود بشریت کی نفی ہوتی ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا خضر علیہ السلام پر اعتراض کرنا شریعت کی غیرت کی وجہ سے تھا۔ اللہ کی اور حکمتوں کے علاوہ ایک حکمت نفی وجودِ مولوی بھی تھی۔

مرشد علی الحقیقۃ (اللہ تعالیٰ جل جلالہٗ) اپنے دوستوں میں سے ہر ایک کو اس کے حال کی نسبت سے تربیت فرماتا ہے۔ ایسے ہی اولیائے امت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی ولایت کی نسبت سے حصہ پاتے ہیں۔ اسی طرح انہیں دوسرے انبیاء علیہم السلام کی ولایت کی نسبت سے حصہ ملتا رہتا ہے۔ اولیائے اُمت علم لدنی کا حصہ نسبتِ مشربِ خضر (علیہ السلام) سے حاصل کرتے ہیں۔ اور آپ ہی کی روحانیت سے نسبت استمداد پاتے ہیں۔ اگرچہ اولیاء اللہ ظاہر جسمانیت کے واسطہ سے ایسی استمداد سے غافل دکھائی دیتے ہیں۔

اولیائے امت کا بعض انبیاء کرام کے مشکوٰۃِ روحانیت کے انوار سے اقتباسِ نور کرنا ان کے روح سے استمداد باطنی کرنا حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت کے منافی نہیں ہوتا۔ کیونکہ تمام انبیاء کرام بھی مشکوٰۃ نبوت حضرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کے انوار سے اقتباسِ نور کرتے ہیں۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس باطن سے استمداد کرتے ہیں۔ ان انبیاء کرام کے ارواحِ مقدسہ حضور ہی کے احاطہ روبیت میں داخل ہیں۔ (صلی اللہ علیہ وسلم)

علمِ لدنی

علم لدنی ایک ایسا علم ہے۔ کہ اہل قرب کو تعلیمِ الٰہی اور تفہیم ربانی سے بلا واسطہ حاصل ہوتا ہے۔ اس علم کو معرفت ذاتِ حضرت جل جلالہٗ سے تعلقِ خاص ہوتا ہے۔ اس علم کو اللہ تعالیٰ عالمِ غیب

نسے ان کے دلوں میں ڈالتا ہے۔

قُلْ اِنَّ رَبِّیْ یَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ

یہ علم وجد وذوق کی قوت سے حاصل ہوتا ہے۔ یہ دلالت عقل ونقل سے نہیں آتا۔ بعض اوقات یوں ہوتا ہے۔ کہ نورِ حقیقت ظاہر ہوتا ہے۔ اور دل پر اترتا چلا چلا جاتا ہے۔ اور یہ بشریت کے صفات کے حجابات کے بغیر ہی وارد ہوتا ہے۔ لوحِ دل سے علوم روحانی۔ عقلی۔ سمعی۔ حسّی کے نقوش صاف ہوتے جاتے ہیں۔ اور انسان بشریت کے وجود سے خالی ہوتا جاتا ہے۔ اور اپنے لدُن سے اللہ تعالیٰ کے لدن تک پہنچ جاتا ہے۔ اس مقام سے معرفتِ ذات اور صفاتِ خداوندی کے معانی کا ادراک اور کلمات کی واقفیت حاصل ہوتی جاتی ہے۔

چوں ملائک گو لا علم لنا ۔۔۔ تا بگیرد دستِ تو علمتنا
گر دریں مکتب ندانی تو ہجا ۔۔۔ ہمچو احمد پُری از نورِ حجا
دانشے باید کہ اصلش زاں سراست ۔۔۔ زانکہ ہر فرعے بہ اصلش رہبر است
ہر پری بر عرضِ دریا کے پرد ۔۔۔ تا لدن علمِ لدنی مے برد

باطنی نسبت اس سلسلہ میں باطنی نسبت یوں نمودار ہوتی ہے کہ جمعیتِ دل ظاہری تفرقہ کی صورت میں خلوت سے بھی زیادہ میسر ہوتی ہے۔ جمعیت ایسے جوہر کی طرح ہوتی ہے جسے جس قدر چھپایا جائے۔ اس کی حقیقت اور جوہریت نکھرتی ہے اسی موضوع پر کہا گیا ہے

از دروں شو آشنا ۔۔۔ واز بروں بیگانہ وش
ایں چنیں زیبا روش ۔۔۔ کم می فتد اندر جہاں

حقیقت نیت جو حقیقت میں کسی اختیار میں نہیں ہوتی۔ اس سلسلہ میں یوں واقع ہوئی ہے کہ ہر عمل کی صورت کی روح تو نیت ہی ہے۔ اگر نیت نہ ہو اور اچھے نتیجے کی امید رکھی جائے تو کوئی اچھا نتیجہ برآمد نہیں ہوتا۔ اگرچہ اس میں کتنا ہی اخلاص اور محنت کی جائے۔

مندرجہ بالا ارشاد کی تفصیل و تشریح یوں سمجھنی چاہیے۔ کہ کوئی عمل نتیجے کی امید کے بغیر نتیجہ خیز نہیں ہوتا۔ حدیث پاک میں اسی حقیقت کو واضح کیا گیا ہے۔ یہ حدیث بعض صحابہ کرام سے مرفوعاً روایت کی گئی ہے لَا اَجْرَ لِمَنْ لَا حِسْبَۃَ لَہٗ۔

حسبت اور احتساب ہی ثواب کی امید پر کیے جاتے ہیں۔ نیک عمل کا نتیجہ اور اجر دنیا میں ہی مل جاتا ہے۔ اور عقبیٰ میں بھی حاصل ہوتا ہے۔ ابو سلیمان دارانی قدس سرہٗ نے اسی لیے فرمایا ہے۔

کُلُّ عَمَلٍ لیس لہ ثوابٌ فی الدنیا لیس لہ جزاء فی الاخرۃ

(ہر کام کا ثواب نہ تو دنیا میں ملتا ہے اور نہ ہی ہر عمل کی جزا آخرت میں میسر آتی ہے۔)

معلوم نہیں کہ کس صفت سے آغاز کرتے ہیں۔ اور کس صفت پر ختم کرتے ہیں کبھی تو بے غم ہو جاتے ہیں۔ اور کبھی مضطرب۔ یہ ایک ایسا کام ہے۔ جو بلا تدبیر ہوتا

لہ بخاری شریف۔ کتاب الایمان۔ انما الاعمال بالنیۃ والحیۃ ط

ہے۔ یہ ایک ایسی حیرت ہے جو بلا ضرورت ہوتی ہے۔ جو لوگ بعض اوصاف کے حاصل کرنے کے بعد کمال کو پہنچے ہیں۔ وہ آخر کار تحیّر میں مبتلا ہوئے۔ اپنے آپ کو سپرد کر دیا۔ اور غیب کے تصرّفات کو تسلیم کر لیا۔ اپنے وجود کو کلیتہً اللہ تعالیٰ واجب الوجود کے ہاں تفویض کر دینا ضروری ہے۔ اس مقام کی ابتداء اور وسط تو معلوم ہوتی ہے۔ مگر انتہا معلوم نہیں ہوتی۔ اس مقام کی انتہا کب ہوتی ہے۔ اور کس حالت پر ہوتی ہے۔ تمام اہل اللہ اسی خیال میں ہیں۔ حضرت شیخ عطار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

پیشوایانے کہ راہ بیں آمدند — گاہ بے گاہ از پے ایں آمدند
جانِ خود را عین حسرت ساختند — ہمرۂ جانِ عجز و حیرت ساختند
در تگِ ایں بحرِ بے پایاں بسے — غرقہ گشتہ و خبرے از کسے
تو چناں دانی کہ ایں آساں بود — بلکہ کمتر چیز ترکِ جاں بود
والہ و حیراں شدم یکبارگی — می ندانم چارہ جز بے چارگی
چند گویم جز خموشی راہ نیست — زانکہ کس را از ہمہ یک آہ نیست

اولیاء اللہ رحمہم اللہ علیہم نے اپنے وجود کو کلیتہً تصرف الٰہی کے حوالے کر دیا ہے۔ اور اپنی ہمت کے دامن کو اس وجود کے التفات سے جس سے طالب روحانی یا جسمانی طور پر محظوظ ہو سکتا ہے یکسر سمیٹ لیا ہے۔ اس طرح ان پر حزن و خوف جوان دو اوصاف کا نتیجہ ہوتا ہے کے اثرات نہیں رہتے۔ وہ روحانی یا جسمانی لطف کی طلب سے مبرّا ہو جاتے ہیں کیونکہ حزن تو اس وقت پیدا ہوتا ہے۔ جب ماضی یا حال کے فائدوں کے کھو جانے کا خطرہ درپیش ہو۔ لیکن یہ دونوں

کیفیتیں ان پر غیر موثر ہو چکی ہوتی ہیں۔ اور اب انہیں قرآن پاک کی اس بشارت سے نوازا جاتا ہے:

اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ؕ

(یاد رکھو اولیاء اللہ کو نہ تو خوف ہے۔ اور نہ ہی وہ حزن و ملال کا شکار ہوتے ہیں)

حقیقت میں اس وقت ان پر ولایت کا خطاب زیب دیتا ہے۔ کیونکہ ولایت کا درجہ فنا فی اللہ اور بقا باللہ سے ہی میسر ہوتا ہے۔ فنائے مطلق کے بعد تمام انعامات اور تمام جسمانی اور روحانی تعلقات تو ختم ہو جاتے ہیں۔ بایں ہمہ اولیاء اللہ کو اللہ تعالیٰ کی خشیت۔ اس کا خوف۔ اس کی عظمت کی ہیبت۔ اس کی الوہیت کا جلال۔ خوف و حزن کی جگہ حاصل کر لیتا ہے۔ اس طرح ان کے درجات کی ترقی ہوتی رہتی ہے۔ اسی وجہ سے سید الانبیاء و سند اولیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَنَا اَعْلَمُکُمْ بِاللّٰہِ وَاَخْشٰکُمْ لِلّٰہِ

حضرت خواجہ امام محمد بن علی حکیم ترمذی قدس اللہ سرہٗ فرماتے ہیں:

اَلْاَنْبِیَاءُ وَالرُّسُلُ صَلَوٰتُ اللّٰہِ وَسَلَامُہٗ عَلَیْهِمْ لَمْ یَامَنُوْا الْمَکْرَ بَعْدَ الْبُشْرٰی وَلَیْسَ الْمَکْرُ عِنْدَنَا الَّذِیْ یَعْقِلُ الْعَامَّۃُ فَالَّذِیْ یَعْقِلُہُ الْعَامَّۃُ خَوْفُ التَّحْوِیْلِ فَذَالِکَ غَیْرُ مَامُوْنٍ فَاِذَا اُوْمِنَ وَبُشِّرَ اَمِنَ فَاَمَّا الْمَکْرُ الَّذِیْ لَا یَجُوْزُ اَمْنُہٗ فَاَعْظَمُ شَانًا

جب سالک کو بلوغ کے بعد دل اور زبان کے درمیان تفرقہ پیدا ہوتا ہے تو اس کے ظاہری اشغال باطنی اعمال کے مانع نہیں ہوتے۔ اور باطن کا عمل ظاہری شغل سے حجاب نہیں کرتا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے مخلوقات کو دعوت دی جاتی ہے۔

سالک کے بلوغ سے مراد یہ ہے۔ کہ وہ وجود کے تصرفات سے خالی ہو کر فنا فی اللہ ہو جائے اور سیر فی اللہ جو جذبہ کا مقام ہے تک پہنچ جائے۔ جب سالک الوہیت کے جذبات کے تصرفات کو اپنے اندر مشاہدہ کرتا ہے اور اس جذبہ کے آثار کی کیفیت اپنے اندر پاتا ہے اور جذبۂ الٰہی کی صفت کا مظہر ہوتا ہے۔ تو یقیناً اس جذبہ کی صفت سے دوسروں کے باطن میں تصرف کرنا شروع کر دیتا ہے۔ اس کا یہ تصرف تصرفِ خداوندی ہی ہوتا ہے۔

حقیقتِ ولایت

بزرگانِ دین نے فرمایا ہے۔ کہ ولایت کی حقیقت دراصل نبوت کا باطن ہے۔ جو اللہ کی طرف سے مخلوق میں تصرّف کرتا ہے۔ ولی درحقیقت نبی کے تصرف کا ہی منظہر ہوتا ہے۔ ولی کی ولایت کی صحت کی علامت اسی بات سے پہچانی جاتی ہے کہ وہ اپنے نبی کی متابعت کرتا ہے۔ وہ ایک ذات کے علاوہ باقی کسی سے تصرف حاصل نہیں کرتا۔ بزرگانِ دین فرماتے ہیں کہ واصلان اور کاملان کی دو قسمیں ہیں:

ان واصلوں کی ایک قسم ایسی ہوتی ہے جو ذاتِ خداوندی کے مقربین ہوتے ہیں جو وصول کے بعد درجۂ کمال کو پہنچ جاتے ہیں۔ لیکن وہ دوسروں کی تکمیل کے فرائض سے دور رہتے ہیں۔ وہ مشاہدۂ حق کے سمندر میں مستغرق رہتے ہیں۔ وہ فنا کی مچھلی کے پیٹ میں رہتے ہیں۔ وہ غیرت کے خیموں کے ستون اور حیرت کے ملک کے پشتی بان ہوتے ہیں۔ انہیں تو اپنے وجود تک کی بھی خبر نہیں ہوتی۔ وہ دوسرے کو کس طرح درخورِ اعتناء خیال نہیں کرتے۔ ان میں اتنی گنجائش نہیں ہوتی۔ کہ دوسروں کو

اس دربار میں آشنائی کراتے رہیں۔ ان حضرات کو نبوت کے کوہ طور کے ثمرات سے کچھ حصہ نہیں ملتا۔

کاملوں اور واصلوں کی دوسری قسم وہ ہوتی ہے۔ جب انہیں ان کی ذات سے ہٹا لیا جاتا ہے۔ تو پھر جمالِ ازل کا تصرف انہیں اپنے مقام پر لا کھڑا کرتا ہے۔ انہیں خلعتِ نیابت پہنائی جاتی ہے۔ ان کے احکام مملکتِ خداوندی میں نافذ کیے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و عنایتِ ازلی کی برکت سے مشاہدہ حق کے چشمہ میں غرق ہونے کے بعد ماہیِ فنا کے شکم سے توحید کے بھنور میں غوطہ زن ہونے کے بعد ساحلِ تفرقہ اور میدانِ بقا میں لا کھڑا کیا جاتا ہے۔ وہ مخلوقِ خدا کو مختلف درجات اور نجات کی دعوت دیتے ہیں۔ ان کو لوگ کاملانِ مکمل کہلاتے ہیں۔ یہ اپنے کمال کے واسطے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت کو مرتبہ وصول تک کرتے رہتے ہیں۔ اس کے بعد دعوتِ خلق کے اثرات دے کر متابعت اور اتباعِ رسول کے راستہ پر ماذون اور مامور کر دیا جاتا ہے۔

قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ

ترجمہ: کہہ دیجیے یہی میرا راستہ ہے۔ اللہ کی طرف دعوت دو۔ اور اس راستے کی طرف بلاؤ جس پر میں ہوں اور میرے متبعین ہیں۔

جہاں کہیں بھی کوئی بیابانِ تحیر کے ظلمتکدے میں شکستہ پا ہوتا ہے۔ وہ نور یقین کی طلب میں کھڑا ہوتا ہے اور ان کے انفاس طیبہ کو مواجہہ کے اقتباس کے حوالے کر دیا جاتا ہے۔ اس طرح وہ ایسے مقام پر فائز ہوتے ہیں۔ کہ بزرگوں نے کہا ہے۔

عیسیٰ منم معجزہ من ایں نفس است
ہر دل کہ شنید ایں نفسم زندہ شود!

وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ

اِنَّنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ

ترجمہ: یہ کتنی اچھی بات ہے جو اللہ کی طرف بلاتا ہے۔ نیک عمل کرتا ہے۔ اور فرمایا میں مسلمانوں میں سے ہوں۔

وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَئِمَّةً یَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا وَكَانُوْا بِاٰیٰتِنَا یُوْقِنُوْنَ ٥

ترجمہ: ہم نے ان میں سے ایسے راہبر (ایمہ) بنائے۔ جو لوگوں کو ہمارے حکم پر چلنے کی ترغیب دیتے ہیں۔ جیساکہ انہوں نے خود صبر کیا۔ اور وہ ہماری آیات پر یقین رکھتے ہیں۔

انہیں بزرگانِ طریقت کے بارے میں کہا گیا ہے۔

اے بسا کوہِ اُحد کز راہِ دل برکندہ ای

اے بسا وصفِ اَحد اندر نظر بنمودہ ای

اے ہمہ دعویت معنی وے ز دعوی بیشتر

وے دو صد چنداں کہ دعوی کردہ بنمودہ

ایسے حضرات کو اولیائے عشرت کہا جاتا ہے۔ اور ایسے بزرگانِ حق کو طور نبوت کے ثمرات اپنے اپنے مراتب اور درجات کے اندازے کے مطابق حاصل ہوتے ہیں۔ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ وجودِ عدم وجودِ بشریت کی طرف لوٹ آتا ہے۔ مگر وجودِ فنا کسی صورت میں بھی وجود عدم اور وجودِ بشریت کی طرف نہیں لوٹ سکتا۔ ممکنات میں سے کوئی چیز بھی وجودِ فنا کو تغیر و تبدل نہیں کر سکتی۔ وجودِ بشریت سے مراد وجود طبعی اصلی ہوتا ہے۔ وجودِ طبعی عارضی نہیں ہوتا۔ وجودِ طبعی عارضی اگر لوٹ بھی آئے۔ تو وہ حقیقتِ فنا کو نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ یہ ظاہری صورت ہوتی ہے حقیقی صورت نہیں ہوتی۔

موسیٰ اندر درخت آتش دید　　سبز تر مے شد آں درخت ز نار
شہوت و حرص مردِ صاحب دل　　ایں چنیں داں و ایں چنیں انگار

اس سلسلہ میں حدیث صحیح کے الفاظ یوں آتے ہیں:

إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ أَغْضَبُ كَمَا يَغْضَبُ الْبَشَرُ وَأَرْضَى كَمَا يَرْضَى الْبَشَرُ

ترجمہ: بے شک میں ایسا انسان ہوں۔ جو دوسرے انسانوں کی طرح غصہ میں آتا ہوں اور دوسرے انسانوں کی طرح دوسروں پر راضی بھی ہوتا ہوں۔

اہلِ معرفت فنا فی اللہ کے مقام سے بقا باللہ کے مرتبہ کو پہنچتے ہیں تو جو کچھ بھی دیکھتے ہیں۔ اپنے اندر دیکھ لیتے ہیں۔ جو کچھ پہچانتے ہیں۔ اپنے اندر سے ہی پہچان لیتے ہیں۔ ان کی حیرت[1] اپنے ہی وجود میں ہوتی ہے۔

(۱) وَفِي أَنْفُسِكُمْ أَفَلَا تُبْصِرُونَ ٥

(۲) مَنْ عَرَفَ نَفْسَهُ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهُ

وجودِ عدم سے مراد یہ صفت ہے۔ اور عدم سے مراد وہ صفت ہے کہ بزرگوں نے فرمایا ہے:

ز ذوقِ ایں عدم آمد جہان و جانِ بہ وجود
زہے عدم کہ چو آمد وجود از و افزود

انہوں نے یہ بھی فرمایا ہے کہ یہ وہ نیستی نہیں ہے جسے محرومی کا نام دیا جاتا

---

[1] حیرت۔ صوفیہ کی اصطلاح میں انکشافِ حقیقت پر ہکا بکا رہ جانے کی کیفیت کا نام حیرت ہے اس کی دو قسمیں ہیں۔ حیرتِ مذموم۔ اور حیرتِ محمود۔ حیرتِ مذموم تو جہالت کی وجہ سے ہوتی ہے۔ مگر حیرتِ محمود عروج و ترقی کے حصول کی وجہ سے ہوتی ہے۔ (سرِ دلبراں)

ہے۔ بلکہ یہ وہ نیستی ہے کہ تمام ہستیاں اسی کی غلام ہیں۔

سب سے پہلے جس نے فنا اور بقا کے حال کو بیان کیا تھا۔ اور ان دونوں لفظوں کو تصوف کی اصطلاح کے طور پر اپنایا۔ اور اسے اپنے طریقہ تصوف میں رائج کیا تھا وہ لسان التصوف شیخ ابو سعید احمد بن عیسیٰ الخراز تھے۔ قدس اللہ سرہٗ۔ وہ مشایخ اہلِ تصوف کے امام اور اجل تھے۔ اور مصر کے مشائخ میں شمار ہوتے تھے۔ آپ حضرت ذو النون مصری۔ حضرت سری سقطی اور حضرت بشر حافی وغیرہم (رحمہم اللہ علیہم) کی مجالس سے مستفیض ہوتے رہے۔ اور آپ کی وفات ۲۷۷ھ میں ہوئی۔ اس طرح آپ سید الطائفہ حضرت جنید قدس سرہٗ کی وفات سے بائیس سال قبل تجرد اور انقطاع میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ علم تصوف میں آپ بڑی بڑی تصنیف کے مالک تھے۔ عالی کلام اور دقیق اسرار و رموز سے واقف تھے۔ آپ نے فرمایا ہے کہ فنا سے مراد سیر فی اللہ کی انتہا ہے اور بقا سے مراد سیر فی اللہ کی ابتدا ہے۔ سیر الی اللہ اس وقت انتہا کو پہنچتا ہے۔ کہ سالک اپنے وطنِ مالوف سے بشریت کے تمام خصائص اور لطائف سے مبرا ہو جائے۔ اور وہ طلب میں صرف اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جائے۔ وادیٔ ہستی (زندگی) کو اپنے قدمِ صدق سے طے کرتے ہوئے کعبۂ وصال تک پہنچے۔

إِلَيْكَ يَا مُنْتَهِىٰ حَجِّيْ وَمُعْتَمَرِيْ

وَإِنْ حَجَّ قَوْمٌ إِلَىٰ تُرَابٍ وَأَحْجَارٍ

سیر فی اللہ اس وقت مکمل ہوتا ہے۔ جب انسان کو مطلق فنا کے بعد جس سے مراد فنائے ذات اور فنائے صفات ہے۔ حقانی وجود عنایت کیا جاتا ہے۔ اس حقانی وجود کے ساتھ اوصافِ الٰہی سے متصف ہو جاتا ہے۔ اور اخلاقِ ربانیہ میں ترقی پذیر ہوتا ہے۔ یہ مقام بِیْ یَسْمَعُ وَبِیْ یُبْصِرُ وَبِیْ یَنْطِقُ وَبِیْ یَبْطِشُ

وَبے تَمَشّی وَبے تعقل میسر آتا ہے۔ (بغیر سنے۔ بغیر دیکھے۔ بلا کلام کیے ہوتے۔ بلا آنکھ جھپکے۔ بغیر چلے اور بے سوچ سمجھے) اس مقام پر پہنچ کر تمام ذات وصفات فانیہ باقی کے وجود کے لباس خفاکی قبر سے نکل کر محشر ظہور میں جلوہ گر ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے تصرفات اور قوتیں انسان کے باطن پر غالب ہو جاتی ہیں۔ اور اس کے باطن کو تمام وساوس اور خواہشات سے پاک کر دیتی ہیں۔ اور اپنے ہی ذاتی صفات سے بندہ کے باطن میں متصرف ہو جاتی ہیں۔ چونکہ اسے اپنی خودی میں تصرف عطا کیا جاتا ہے۔ تو بندہ کی تمام صفات معزول ہو کے رہ جاتی ہیں۔ اس مقام پر پہنچ کر بندہ کلیتاً محفوظ و مامون ہو جاتا ہے۔ شریعت کے فرائض کی رعایت۔ امر ونواحی کی اقامت۔ اس کے فنا کے حال کی صحت کی دلیل بن جاتی ہے۔ اگر محفوظ نہ ہو۔ تو اللہ تعالیٰ کی تمام رعایات اس کے حالِ فنا کی علوم صحت کی دلیل بن جاتی ہیں۔

ابو سعید خراز قدس اللہ سرہٗ اسی موضوع پر فرماتے ہیں:

كُلُّ بَاطِنٍ يُخَالِفُهُ الظَّاهِرُ۔ فَهُوَ بَاطِلٌ

ترجمہ: وہ باطن جو اس کے ظاہر کے خلاف ہو باطل ہوتا ہے۔

جو شخص ابھی مقامِ فنا سے آگے نہ بڑھا ہو۔ اس سے وساوس اور حوادث انسانی کی نسبت قائم ہونا۔ شرکِ خفی ہے۔ لیکن جو شخص فنا کے بعد بقا کے مقام پر پہنچ چکا ہو۔ اسے انہی اوصاف کی نسبت شرک نہیں ہوتی۔ جو شخص ابھی تک حال فنا کے آغاز میں ہو۔ اس کے احساس سے شکر کی کیفیت غائب کر دی جاتی ہے۔ جب وہ مشاہدہ ذات اور صفات کے مقام پر متمکن ہو چکا ہو۔ فنا کے حال کے سکر سے مقام صحو میں آتا ہے۔ احساس سے محروم ہو جانا۔ اس مقام کے لیے لازم نہیں ہوتا۔ بعض کے ہاں ایسا اتفاق ہوتا ہے۔ بعض کے ہاں نہیں ہوتا بلکہ یہ باطن فنا کے بھنور میں غرق ہو جاتا ہے۔ اس کے ظاہر حاضر دکھائی چلتا ہے۔

اور اس پر جو کچھ بھی گزرتا ہے اسی کے احوال و افعال سے ہوتا ہے۔

اہلِ فنا اور اہلِ بقا مجاہدات اور طلبِ حق کے بعد طمانیت۔ وجدان اور سرورِ مجاہدات سے حاصل کر لیتے ہیں۔ عینِ مراد میں بھی مراد سے بے مراد ہو جاتے ہو جاتے ہیں۔ ان کے نزدیک مقامات اور کرامات بھی ایک حجاب ہوتا ہے۔ ان کے دل کا چشمہ تمام جسمانی اور روحانی لذات سے محروم ہو جاتا ہے۔

فنا کے مرتبہ کو پہنچنا اور اصل محبتِ ذاتی کی حقیقت تک پہنچنا ہے۔ اور مقام فنا تو ایک خاص عطا ہے۔ اور یہ اللہ تعالیٰ سے اختصاص حاصل کرنا ہے۔ سنتِ الٰہیہ ہے کہ عطائے محض جو حقیقت تک پہنچا دے۔ اور حقیقت میں عطا اور عنایت نہ ہو۔ اس کی طرف رجوع نہیں کرنا چاہیے۔ اَلْفَانِیْ لَا یُرَدُّ اِلٰی اَوْصَافِہٖ (فانی اپنے اوصاف کو نہیں لوٹتا)

اور حضرت ذوالنون مصری قدس اللہ روحہٗ فرماتے ہیں:

مَا رَجَعَ مَنْ رَجَعَ اِلَّا مِنَ

الطَّرِیْقِ اِلَیْہِ اَحَدٌ

فَرَجَعَ عَنْہُ

ہمارے خواجہ قدس سرہٗ کے فرمان کا مطلب یہی ہے۔ جو آپ نے فرمایا تھا کہ وجودِ فنا ہرگز وجودِ بشریت کی طرف واپس نہیں آتا۔

مقامِ فنائے مطلق اگرچہ محض عنایتِ الٰہی ہے۔ لیکن اس مقام کا ظہور آہستہ آہستہ ہوتا ہے۔ اور اس کے حاصل کرنے میں بڑی شرطیں ہیں۔ اور فنائے مطلق تک رسائی کی شرط یہ ہے۔ جنابِ حق سبحانہٗ کی طرف مکمل توجہ کرے۔ یہ توجہ محبتِ ذاتی کے واسطے سے ہوتی ہے۔ اور محبتِ ذاتی کے تقاضوں سے اجتناب نہیں کیا جاسکتا۔

فنا سے مراد یہ ہے کہ بشریت اور خلقیت کے تمام تقاضوں کو فنا کر دیا جائے۔

اور پوری توجہ کو ان تعلقوں سے ہٹا کر صرف ذات باری تعالیٰ کو ہی مرکز توجہ بنایا جائے۔ اس کی حقیقت اس مثال سے واضح ہوتی ہے کہ جو چیز بھی آگ میں گر جاتی ہے اس کی شدت اور قہر سے اسی کی صفت اختیار کر لیتی ہے۔ لیکن یہ صفت آگ کے تصرف سے پیدا ہوتی ہے۔ جس طرح لوہا آگ میں گر کر آگ کی طرح جلانا شروع کر دیتا ہے۔ مگر لوہے کی اصلیت وہی رہتی ہے۔ وہ خود آگ نہیں بن سکتا۔

چنداں برو ایں راہ کہ دوئی برخیزد　　ور ہست دوئی و برہ روی برخیزد
تو او نشوی و لیکن او جہد کنی　　جائے برسی کز تو و توئی برخیزد

علم و عقل کی رسائی دریائے فنا کے ساحل سے آگے نہیں ہے۔ اس کے بعد حیرت اور بے نشانی ہے۔ اس مقام کے عجائبات کی کوئی انتہا نہیں ہے۔ اور اس کے احوال سلوک اور رسائی کے بغیر معلوم نہیں ہو سکتے۔

ع　عاشقی جز رسیدہ را نبود

یہ وہ مقام ہے جہاں سے عالم وحدت کے شہود کی ابتدا ہوتی ہے۔ اور وحدانیت کا آغاز ہوتا ہے۔ فَالْحَقُّ سُبْحَانَہٗ یَتَجَذَّبُ الْکُلَّ مِنْ حَیْثُ کَوْنِ کُلِّ شَیْئٍ مَوْجُوْدٌ بِہٖ فَیَتَجَذَّبُ وَمَا بِنَفْسِہٖ لَا مِنْ حَیْثُ اِنَّ لَہٗ وَجُوْدًا خَاصًّا اِتَّجَذَّبَ فَاِنَّہٗ مُحَالٌ۔ فنا فی اللہ اور بقا باللہ کے درجہ تک پہنچنے کے بعد انسان سے تعیّن اور تقیّد کے تمام احکام مطلقاً منسوخ نہیں ہو جاتے۔ بقا باللہ کے مقام پر پہنچ کر صفات ربّانیہ سے متصف ہوتے ہوئے اسے حقانی تعینات پر عمل پیرا ہونا پڑتا ہے۔

ابراہیم شیبانی قدس سرہٗ جو مشائخ کے طبقات میں اہم مقام پر فائز ہیں۔ فرماتے ہیں:

عِلْمُ الْفَنَاءِ وَالْبَقَاءِ یَدُوْرُ عَلٰی اِخْلَاصِ الْوَاحِدَانِیَّۃِ وَ

صِحَّۃُ الْعُبُوْدِیَّۃِ۔ وَمَا سِوٰی ذَالِکَ فَمُغَالِیط وَمَا سُنَدَ قَتہ۔ د

مقامِ فنا یہ فنا کی اصطلاح جو اہل اللہ کے ہاں متعارف ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جسمانیت کے وجود سے فانی ہوجائے اور روحانیت کے وجود سے بھی پاک ہوجائے تاکہ اللہ تعالیٰ کے جلال کی رویت اور عظمتِ الٰہی کا کشف دل پر وارد ہوجائے۔ اس حال کے غلبے دنیا و عقبیٰ کو فراموش کردیں۔ احوال و مقامات اس کی نگاہ میں حقیر دکھائی دینے لگیں۔ عقل اور نفس سے فانی ہوجائے۔ حتیٰ کہ فنا سے بھی فانی ہوجائے۔ عین فنا میں اس کی زبان اللہ سے ناطق ہو۔ اس کا وجود اللہ کے خوف سے ڈرے اور ہیچ ہوجائے۔ اس فنا میں بجز حیرت اور بے نشانی کے کچھ نہ رہے۔

کس بے ندہد ز تو نشانی
اینست نشانِ بے نشانی

لوگوں نے ہمارے خواجہ قدس سرہٗ سے سوال کیا۔ کہ فنا کتنی وجوہات سے حاصل ہوتا ہے۔ آپ نے جواب میں فرمایا۔ اگرچہ بزرگوں نے بہت سی وجوہات بیان کی ہیں۔ مگر عام طور پر ہم اسے دو وجوہ پر مشتمل رکھتے ہیں۔ ایک ظلمانی (طبعی وجود سے فنا) اور دوسرے روحانی (نورانی وجود سے فنا) حدیث نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام میں بھی ان دو وجود کو بیان فرمایا گیا ہے۔

اِنَّ لِلّٰہِ سَبْعِیْنَ اَلْفَ حِجَابٍ مِنْ نُوْرٍ وَّ ظُلْمَۃٍ[۱]

اللہ تعالیٰ کے ستر ہزار نورانی اور ظلمانی حجاب ہیں۔

---

[۱] اس کی تفصیل کے لیے حضرت مجدد الف ثانی کے مکتوبات نمبر ۹۵ کو ملاحظہ فرمائیں۔

ہمارے اکابر نے تو اسی حدیث کی روشنی میں فنا کی یہ دو وجہیں بیان کی ہیں :

خُطُوَتَانِ وَقَدْ وَصَلْتَ

کبھی کبھی ہمارے خواجہ بزرگوار قدس سرہٗ اور سیر الی اللہ کے تمام حجابات کو ایک ہی حجاب سے تعبیر فرمایا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے:

"تیرا حجاب تو تیرا وجود ہی ہے" دَعْ نَفْسَكَ وَتَعَالْ "اپنے آپ کو ترک کر دے اور چلا آ۔

ازتو تا دوست رہ بسے نیست ۔ توئی
درراہِ تو خاشاک وخسے نیست ۔ توئی

یہی وجہ ہے کہ ہمارے اکابر میں سے ایک اور بزرگ نے فرمایا ہے: اَلحِجَابُ اِلَّا وُجُوْدَكَ. وہ فرمایا کرتے تھے۔ کہ حدیث نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام میں صحیح طریقے پر وارد ہے۔

اَمِطِ الْاَذٰی عَنِ الطَّرِيْقِ

اَمَاطَتِ اذی میں نفی وجود کی طرف اشارہ ہے۔ اور محب کا محبوب سے وصول کی علامت ہے۔ اور یہی تمام احوالِ شریعۃ کی انتہا ہے۔ مذکورہ فنا اور بقا کے بعد یہی صورت سامنے آتی ہے۔ فنا سے پہلے وصول ممکن نہیں ہے۔ جہانِ قدم کے انوار کی سطوت کی پرواز شروع ہوتی ہے، تو حوادث کی ظلمات کے حدود کی کیا مجال رہتی ہے کہ باقی رہیں۔ اسی طرح فنا کے حال میں وصول متصور نہیں ہوتا لیکن اس کے بعد محبوب سے محب کا وصال میسر ہوتا ہے۔ محب کا وجود محبوب کے ساتھ جب بقا حاصل کر لیتا

لہ اسی موضوع پر جناب غوث الاعظم حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی کتاب الفتح الربانی (مجلس الرابع والخمسون) کا مطالعہ فرمائیں۔

ہے تو نورِ تجلی کی قوتوں سے مضمحل اور ناچیز ہو کر نہیں رہ جاتا بلکہ قوت حاصل کر لیتا ہے

دد تو کجا رسد کسے تا نزود بپائے تو

مرغِ تو چوں شود دلے تا پرد بہ بالِ تو

اسی وجہ سے اہلِ وصول کے تمام قوای مشاہدات کے عالم میں تلاشی سے محفوظ ہو جاتے ہیں۔

یُحْرَقُ بِنَارٍ مَنْ یُحَسُّ بِہٖ

وَمَنْ ھُوَ النَّارُ کَیْفَ یَحْتَرِقُ

اسی طرح یہ بزرگانِ طریقت مخلوقِ خدا سے ملنے جلنے کے باوجود تغیرات سے محفوظ رہتے ہیں۔ ممکنات سے کوئی چیز بھی اپنے مشاہدہ محبوب اور اس کے تعلق سے لاتعلق نہیں کر سکتی۔ کیونکہ واصل تو تمام احوال میں اپنے محبوب سے ہی رجوع رکھتا ہے ان کا شہودِ حق حجابِ خلق نہیں بنتا۔ اور نہ ہی مخلوقات سے میل جول ان کے لیے حجابِ حق بنتا ہے۔ البتہ منزلِ فنا تک رسائی نہ پانے والے حضرات اس مقام کو نہیں پا سکتے۔ وہ ہر ایک کو اپنے اپنے مقام میں بغیر اس کے کہ دوسرے کے لیے حجاب بنیں مشاہدہ کرتے رہتے ہیں۔ ان کے ہاں فنا و بقا جمع ہو جاتی ہیں۔ وہ فنا میں باقی ہوتے ہیں اور بقا میں فانی ہوتے ہیں۔ البتہ ظہورِ بقا کی حالت میں علم کی طرح ان میں فنا مندرج ہوتی ہے۔

مقاماتِ وصول وصول کے مراتب جنہیں مراتب سیر فی اللہ بھی کہا جاتا ہے۔ بے حد و انتہا ہیں۔ کیونکہ محبوب کے اوصاف اور کمالات کی تو کوئی حد و انتہا نہیں ہوتی۔ چنانچہ وہ دنیا میں جس مقام پر فائز ہوتے ہیں۔ مراتب وصول کے اعتبار سے وہ اوّل مرتبہ پر ہی ہوتے ہیں۔ ان مراتب کی انتہا کو نہیں پہنچا جا سکتا۔ اسی موضوع کی وضاحت کرتے ہوئے شیخ فریدالدین عطار قدس اللہ

روحہٗ فرماتے ہیں؛

اندر رہِ حق جملہ طلب باید بود　　تا جاں باقیست در طلب باید بود
در یکدم اگر ہزار دریا بچشی　　گم باید کرد و خشک لب باید بود

سیر باللہ بقا کا مقام فنا کے بعد حاصل ہوتا ہے۔ سیر عن اللہ و باللہ تو مقام تنزل ہے۔ مخلوقات کی عقلوں کی انتہائی پرواز ان کی دعوت حق تک بشکل رسائی پاتی ہے۔ یہ مقام خاص کر پیغمبران مرسل صلوات اللہ علیہم اجمعین کو ملتا ہے۔

وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى

اس مقام تنزل میں ہی وہ ہر لحظہ حق کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ وہ ہمیشہ استغفار کرتے ہیں۔ اولیاء اللہ انبیاء علیہم السلام کی اتباع سے یہ مقام حاصل کر لیتے ہیں۔ فرمان باری تعالیٰ ہے

قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ

وَاللّٰهُ الْبَارِیْ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَاَزْوَاجِهٖ اَجْمَعِيْنَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ۔

ترقیم: تمت هذه النسخة الشريفة الموسومة بالقدسية فی ربیع الاول سنة تسعمائة بخط احمد بن محمد الجوینی

مولانا یعقوب چرخی قدس سرہٗ

پیرزادہ علامہ اقبال احمد فاروقی

رسالہ انسیہ حضرت خواجہ مولانا یعقوب چرخی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک معروف تالیف ہے۔ جو حضرت مؤلف کے پیرو مرشد شہنشاہ نقشبند حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند کے ملفوضات پر مشتمل ہے۔ یہ رسالہ سلسلہ نقشبندیہ کے بنیادی معمولات میں شمار ہوتا ہے۔ فاضل مؤلف نے حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ کے ملفوظات کے علاوہ آپ کے مناقب۔ دوامی وضو کی فضیلت، نفلی نمازیں۔ ذکر خفی (خصوصیت طریقہ نقشبندیہ) اور ان فوائد کو بیان فرمایا ہے جو آپ نے خواجہ نقشبند کے علاوہ خواجہ علاؤالدین عطار سے حاصل کیے۔

نقشبندی سلسلۂ طریقت میں اس رسالہ کو بے حد اہمیت حاصل ہے۔ اکابر نقشبند نے اس رسالے کو اپنایا اور اپنے متوسلین کو اس پر عمل کرنے کی تلقین کرتے رہے۔

مصنف علام حضرت مولانا یعقوب بن عثمان بن محمود بن محمد بن محمود الغزنوی ثم الچرخی الشیرازی حضرت بہاؤالدین نقشبند کے اکابر خلفا میں شمار ہوتے ہیں آپ کے والد ماجد صاحب علم و تصوف بزرگ تھے۔ آپ نے جامع ہرات میں علوم دینیہ کی تعلیم پائی۔ پھر ایک عرصہ تک مصر میں تحصیل علم میں مشغول رہے۔ آپ شیخ زین الدین خوانی (م ۸۳۳ھ) کے ہم سبق رہے۔ اور مولانا شہاب الدین سیرانی کے ممتاز تلامذہ

میں سے شمار ہوتے تھے۔ اپنے وقت کے جلیل القدر علماء بخارا سے اجازت فتویٰ حاصل کی۔

تحصیل علوم دینیہ کے بعد آپ حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور گوشۂ خاطر کی التماس کی۔ حضرت خواجہ نے آپ کی التماس کو شرف قبولیت فرماتے ہوئے سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ میں داخل کر لیا آپ کو اپنا کلاہ مبارک عطا فرماتے ہوئے کہا کہ "آپ جہاں جائیں اس سے ہماری یاد تازہ رہے گی"۔ آپ نے آپ کو مولانا تاج الدین دشتی کوکلی رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کی تلقین کی اور بتایا کہ مولانا اولیاء اللہ میں سے ہیں۔

حضرت مولانا یعقوب چرخی نے اپنے پیر و مرشد کے ارشاد پر سفر کی اجازت لی۔ بخارا سے بلخ پہنچے اور بلخ سے دشت کولک کو عبور کرتے ہوئے مولانا تاج الدین دشتی کی زیارت کی۔ مولانا دشتی کوکلی سے بے پناہ روحانی فیوض حاصل کیے۔ بخارا میں حضرت چرخی رحمۃ اللہ علیہ کو ایک مجذوب سے بے پناہ عقیدت تھی۔ آپ نے اس مجذوب سے پوچھا کہ خواجہ نقشبند کی خدمت میں حاضر ہونے کی اجازت چاہتا ہوں۔ مجذوب نے زمین پر لکیریں کھینچتے ہوئے فرمایا۔ اِنَّ اللّٰہَ فَرْدٌ وَّیُحِبُّ الْفَرْدَ۔ (اللہ ایک ہے اور ایک کو پسند کرتا ہے) نصیحت کی کہ فوری طور پر حضرت شہنشاہ نقشبند کی خدمت میں حاضر ہوں۔ چنانچہ خواجہ چرخی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت خواجہ نقشبند کی خدمت میں دوبارہ حاضر ہو کر بے پناہ فیوض و برکات حاصل کیے۔ آپ نے حضرت علاؤالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ سے بھی کسب فیض کیا۔ لیکن شاہ نقشبند سے خرقۂ خلافت حاصل کیا اور دوبارہ اجازت سفر حاصل کی۔ حضرت خواجہ نقشبند نے فرمایا۔ "ہم نے جو کچھ تمہیں دیا ہے۔ بندگانِ خدا تک پہنچاتے رہو۔ تاکہ سعادت کا سبب بنے"۔ پھر تین بار کہا۔ "ہم نے تمہیں اللہ

ا عکے حوالے کیا۔"

ایک بار مولانا یعقوب چرخی رحمۃ اللہ علیہ بخارا سے شہر کش (از مواضعات اصفہان) پہنچے۔ اور کچھ عرصہ قیام رہا۔ اسی دوران آپ نے اپنے پیر و مرشد کی رحلت کی خبر سنی۔ اندوہ وغم نے نڈھال کر دیا۔ یہ فکر دامن گیر ہوا کہ حضرت خواجہ نقشبند کی رحلت کے بعد علائق دنیا اور مادی مشاغل طلبِ حق کے راستہ میں حائل نہ ہو جائیں رشحات عین الحیات کے مصنف لکھتے ہیں کہ اس مقام پر حضرت خواجہ نقشبند کی روح نے آپ کی رہنمائی فرمائی۔ ان تفکرات کو دل و دماغ سے صاف کر دیا۔ آپ درویشوں کی ایک جماعت میں مل کر انہی کا طریقہ اپنانے کی فکر میں تھے مگر حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ نے عالمِ روحانی میں حضرت مولٰنا یعقوب چرخی کو اس ارادہ سے روک دیا۔ صاحبِ تذکرۂ مشائخ نقشبندیہ نے لکھا ہے۔ کہ ایک دفعہ حضرت مولٰنا چرخی رحمۃ اللہ علیہ نے خواجہ نقشبند سے عالمِ روحانیت میں پوچھا کہ حضرت میں قیامت کے دن کس عمل سے آپ کو پا سکتا ہوں۔ آپ نے فرمایا۔ "متابعت شریعت محمدی" ہی میری ملاقات کا ذریعہ ہوگی۔

حضرت خواجہ بہاوالدین نقشبند کی رحلت کے بعد آپ خواجہ علاوالدین عطار کی خدمت میں کئی سال تک چغانیاں میں رہے۔ حضرت خواجہ عطار رحمۃ اللہ علیہ نے آپ پر بے پناہ عنایات فرمائیں۔ خواجہ علاوالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ کا ۲۰ ربیع الاول ۸۰۲ھ کو وصال ہوا۔ تو آپ چغانیاں سے حصار میں منتقل ہو گئے یہاں آپ نے اپنے پیر و مرشد حضرت خواجہ بہاوالدین نقشبند کے طریقۂ عالیہ کو بڑی شہرت دی اور حاضرین کو بطریق خطاب اور دور دراز میں رہنے والے حضرات کو بذریعہ خط و کتابت سلسلہ نقشبندیہ کے معمولات سے آگاہ فرمایا۔[1]

---

[1] تذکرہ مشائخ نقشبندیہ، صفحہ ۱۴۲۔

مولانا یعقوب چرخی رحمۃ اللہ علیہ ۵ صفر ۸۵۱ھ کو ۸۹ سال کی عمر میں حصار میں ہی واصل بحق ہوئے۔ آپ کا مزار پُرانوار موضع ہلفتور نزد حصار میں ہے۔

مرحوم سعید نفیسی نے اپنی کتاب "تاریخ نظم و نثر در ایران و در زبان فارسی" میں آپ کے مزار کو وادی چغانیاں (سابقہ شہر حصار) میں موضع ہلفتورہ میں بیان کیا ہے۔ لیکن ان کی تحقیق کے مطابق اب اس موضع کا نام مٹ گیا ہے۔ آبادی کے آثار ختم ہو گئے ہیں۔ اس مقام پر محض ایک حمام اور دو مزارات موجود ہیں۔

حضرات نقشبندیہ کے تذکرہ نگاروں نے حضرت خواجہ یعقوب چرخی کی اولاد میں حضرت یوسف چرخی کا نام لکھا ہے۔ مگر خلفاء میں سے خواجہ عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ (م ۲۹ ربیع الاول ۸۹۵ھ) کا نام نامی واسم گرامی نہ صرف حضرت چرخی کے لیے حاصل عمر ہے بلکہ سارے سلسلۂ نقشبندیہ میں سربرآوردہ ہے۔

خواجہ احرار نے سلسلۂ نقشبندیہ کے اثرات کو علماء و مشائخ کے علاوہ تیموری شہنشاہوں کے قلب و نظر تک پہنچایا۔ اور اس خاندان کی اصلاح کے لیے اس طریقۂ عالیہ کے معمولات سے بڑا مؤثر کام لیا۔ حضرت مولانا نورالدین عبدالرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ آپ کے ہی مریدوں میں سے تھے۔ اور آپ کے ہی نام سے اپنی بہت سی کتابوں کو معنون کیا۔ خواجہ احرار بسا اوقات ہرات سے حصار تک پیادہ پا زیارت مزار مولانا یعقوب چرخی کو جایا کرتے تھے۔

حضرت خواجہ چرخی رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف میں زیر نظر رسالہ انسیہ کے علاوہ آخرین دو پارہ قرآن پاک کی تفسیر بنام تفسیر یعقوب چرخی کئی بار زیورِ طبع سے آراستہ ہوئی۔ رسالہ نائیہ۔ روائح، حورائیہ۔ جمالیہ۔ شرح رباعی ابوسعید ابوالخیر۔ شرح اسماء الحسنیٰ اور ابدالیہ اہل طریقت کے ہاں مقبول و محبوب رہی ہیں۔

رسالہ انسیہ

حضرت مولانا یعقوب چرخی قدس اللہ سرہٗ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تمام حمد و ثنا ارض و سما کے خالق کے لیے ہیں جس نے انسانوں کو اپنے کمالات کا مظہر بنایا۔ انبیاء کرام اور اولیاء عظام کو کائنات کی تکمیل کا ذریعہ بنایا۔ جناب جناب سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام انسانوں کی ہدایت کے لیے فضیلت سے سرفراز فرمایا۔ آپ کی امت کو اسی وجہ سے تمام امتوں سے بہترین قرار دیا۔ آپ کی امت کے بعض افراد کو ولایت سے مخصوص فرما کر محظوظ فرمایا۔ اور ان کی ظاہری اور باطنی متابعت کو ان کی دلیل بنایا قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ وَیَغْفِرْلَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ

ترجمہ

ترجمہ: آپ فرما دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت چاہتے ہو تو میری اتباع کرو۔ اللہ تمہیں اپنا محبوب بنالے گا۔ تمہارے گناہ بخش دے گا۔ اللہ بخشنے والا اور مہربان ہے۔"

چنانچہ جو شخص ان کی متابعت کی سعادت سے روگردانی کرتا ہے، وہ ابدی بدبختی کے گڑھے میں گر کر ہلاک ہوتا ہے: قُلْ اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ

فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْکٰفِرِیْنَ ؕ (آپ فرما دیجیے۔ اللہ اور اس کے رسول کی پیروی کرو۔ اگر تم روگردانی کرو گے تو جان لو! اللہ تعالیٰ نے کافروں کو کبھی پسند نہیں فرماتا) جو شخص اس کی ولایت خاصہ کی خلعت سے مشرف ہونا چاہتا ہے۔ اُس کو اس کی متابعت کے بغیر چارۂ کار نہیں۔

اندریں حالات فقیر حقیر یعقوب بن عثمان بن محمود الغزنوی ثم الچرخی لازال جدہ لجدہ محمودًا (مؤلف) قطب المشایخ والاولیا فی العالمین خواجہ بہاء الحق والدین المشتہر المعروف بہ نقشبند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی سیرت طیبہ اور طریقت مطہرہ کے بعض کوائف اس کتاب کے اوراق میں قلم بند کرے۔ تاکہ ان کے فائدے زمانہ بھر میں پھیل جائیں۔ اور احباب واصحاب کے رشد و ہدایت کا ذریعہ بنیں۔ آپ کے سلسلۂ عالیہ اور احوالِ عجیبہ کا تذکرہ بھی نہایت اختصار سے کر دیا جائے۔

حقیقت یہ ہے کہ آپ کے جذبہ کو جس نسبت سے ترتیب دیا گیا ہے۔ اس کی تشریح و تفصیل بیان کرنا میرے قلم کی قوت سے باہر ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کی بے پناہ عنایت نے اس فقیر کے دل میں شوق پیدا کیا۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے میں آپ کی خدمت میں کشاں کشاں بخارا میں پہنچا اور آپ کی خدمت میں رہنے لگا۔ تو آپ کی نگاہِ التفات نے اپنے کرم عمیم سے مجھے پا لیا۔ مجھے بداہتہً صمدیت سے یقین ہو گیا کہ آپ کامل مکمل اور خواص اولیاء اللہ ہیں۔ چنانچہ ارشادات غیبیہ اور واقعات کثیرہ کی روشنی میں میں نے کلام اللہ کا آغاز کیا جب میں اس آیت کریمہ پر پہنچا اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ هَدَی اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ ؕ تو میں فتح آباد جو ان دنوں فقیر کا مسکن تھا۔ شیخ عالم سیف الحق والدین الباخرزی رحمۃ اللہ کے مزار کی طرف متوجہ ہوا۔ میں مزار کے پہلو میں بیٹھا ہی تھا

تھا۔ کہ قبولیتِ الٰہی کا قاصد آ پہنچا۔ میرے اندر ایک اضطراب اور بے قراری پیدا ہونے لگی۔ میں حضرت خواجہ بہاؤ الدین رحمۃ اللہ علیہ کی طرف جانے کے لیے روانہ ہوا۔ جونہی میں موضع کوشک ہندواں جہاں آپ قیام فرماتے پہنچا۔ تو حضرت والا کو راستہ میں منتظر پایا۔ آپ نے نہایت احسان اور مہربانی فرمائی۔ بعد از نماز مغرب اپنی مجلس میں شرف باریابی عطا فرمایا گیا۔ اس وقت میرے دل پر ایک شدید ہیبت طاری ہوئی مجھے مجال نہ رہی کہ میں آپ کے چہرۂ انور پر نظر ڈال سکوں۔ آپ نے فرمایا:

اَلْعِلْمُ عِلْمَانِ۔ عِلْمُ الْقَلْبِ فَذَالِكَ عِلْمُ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ وَ عِلْمُ اللِّسَانِ فَذَالِكَ حُجَّةٌ عَلٰى ابْنِ اٰدَمَ (علم دو ہوتے ہیں۔ علم القلب۔ یہ علم انبیاء اور مرسلین کے لیے مخصوص ہے۔ دوسرے علم اللسان اور یہ علم بنی آدم کے لیے حجت ہے) امید ہے کہ علم باطن سے تمہیں ضرور حصہ ملے گا۔ حدیث پاک اِذَا جَالَسْتُمْ اَهْلَ الصِّدْقِ فَاجْلِسُوْا هُمْ بِالصِّدْقِ فَاِنَّهُمْ جَوَاسِيْسُ الْقُلُوْبِ يَدْخُلُوْنَ فِىْ قُلُوْبِكُمْ وَ يَنْظُرُوْنَ اِلٰى هِمَمِكُمْ (جب تم اہل صدق کی مجلس میں بیٹھو تو صدق و یقین کے ساتھ بیٹھو۔ کیونکہ یہ لوگ دلوں کے جاسوس ہوتے ہیں۔ وہ تمہارے دلوں میں سما جاتے ہیں اور تمہارے ارادوں کو پا لیتے ہیں۔) میں آیا ہے۔ آج ہم اس بات پر مامور ہیں کہ کہیں کیا اشارۂ غیبی ہوتا ہے۔ ہم اسی حکم پر عمل کریں گے۔ صبح ہوئی تو آپ نے فرمایا۔ مبارک ہو۔ قبولیت کا اشارہ مل گیا ہے۔ ہم کسی کو قبول نہیں کرتے۔ مگر جب قبول کر لیتے ہیں تو دیر پا سلسلہ رہتا ہے۔ جو شخص جس انداز میں آتا ہے۔ اس کے لیے وقف ہوتا ہے۔

اپنے مشائخ کے سلسلہ کو حضرت عبد الخالق غجدوانی رحمۃ اللہ تک بیان فرمایا۔

اور اس فقیر کو وقوف عددی میں مشغول فرمایا۔ اور فرمایا۔ علم الدنی کا پہلا سبق تو یہی ہے خواجہ عبدالخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ ایک بہت بڑے عالم حضرت مولانا صدرالدین سے تفسیر پڑھ رہے تھے۔ جب اس آیت کریمہ اُدْعُوْا رَبَّکُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْیَۃً پر پہنچے (اپنے اللہ کو خشوع تضرع اور خفیۃً پکارا کرو) کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو مقرر فرمایا ہے کہ وہ اس کے بندوں کی دستگیری کریں۔ اس کے بعد اللہ کے حاضر بندوں میں سے ایک فرد حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی کے پاس آیا۔ اور یہ سبق بار بار پڑھا: مشہور ہے کہ وہ حضرت خضر علیہ السلام تھے۔ زاد اللہ تعالیٰ علماً وحکمۃً۔ میں خود بھی کچھ عرصہ آپ کی خدمت میں رہا۔ حتیٰ کہ آپ نے مجھے سفر کی اجازت عنایت فرمائی۔ میں بخارا سے چلا۔ تو آپ نے فرمایا: ہماری طرف سے تمہیں جو فیض ملا ہے۔ اللہ کے بندوں تک پہنچاتے رہنا۔ تاکہ انہیں بھی اس سعادت سے حصہ ملے۔ وداع کرتے وقت تین بار فرمایا۔ تمہیں اللہ کے حوالے کرتا ہوں۔ مجھے آپ کے ان الوداعی کلمات سے بڑی تسلی ہوئی۔ کیونکہ حدیث پاک میں ہے: اِنَّ اللّٰہَ تَعَالیٰ اِذَا اسْتُوْدِعَ شَیْئًا حَفِظَہٗ۔ میں بخارا سے چلا اور شہر کش سبز میں پہنچا۔ کچھ عرصہ کے لیے وہاں قیام پذیر رہا۔ مجھے وہاں ہی آپ کے وصال کی خبر پہنچی۔ میں بڑا شکستہ خاطر ہوا۔ میرا دل مجروح و محزون ہو گیا۔ اور دل پر رنج اور خوف طاری ہو گیا۔ کہ مجھے خدشہ ہوا کہ کہیں حرکت قلب بند نہ ہو جائے۔ اس وقت مجھے آپ کی روحانیت نے راہنمائی فرماتے ہوئے تسلی فرمائی۔ آپ نے زید بن الحارث کا نام لیا۔ اور اس آیت کو پڑھا۔ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِہِ الرُّسُلُ اَفَاِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓی اَعْقَابِکُمْ۔ چونکہ میں آپ کی صحبت سے محروم رہا تھا۔ میرا دل چاہا۔ کہ درویشوں کے کسی دوسرے سلسلہ میں لاحق ہو کر منازل سلوک

طے کر دں۔ اور کسی اور طریقہ کو اختیار کر لوں۔ مجھے آپ کی روحانیت پھر دستگیر ہوئی۔ میں نے دیکھا آپ فرمارہے ہیں: قَالَ زَیْدُ ابْنُ الْحَارِثِ الدِّیْنُ وَاحِدٌ (زید بن حارث نے کہا دین ایک ہی ہے) مجھے معلوم ہو گیا۔ مجھے کسی دوسرے سلسلہ میں جانے کی اجازت نہیں۔ آپ نے تمام صحابہ کرام میں سے صرف زید بن حارث کو منتخب کیا۔ اس لیے حضرت زید حضور کے منہ بولے بیٹے تھے۔ حضرات خواجگاں رحمہم اللہ علیہم بھی اپنے خادموں کو بیٹا کہہ کر پکارا کرتے تھے۔ آپ کے اصحاب بھی آپ کے معنوی بیٹے تھے۔

میں نے دو بارہ آپ کو خواب میں دیکھا۔ میں نے عرض کی۔ حضور! ہم قیامت کے دن آپ کو کیسے ملیں گے؟ آپ نے فرمایا اتباعِ شریعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ اس سے مجھے تین بشارتیں میسر آئیں۔ چنانچہ ہم نے جو کچھ پایا۔ قرآن کی آیات اور احادیثِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے پایا۔ اس پر عمل کر کے ہم نے نتائج حاصل کیے۔ تقویٰ کو ملحوظ رکھا۔ حدودِ شریعہ کی پیروی کی۔ سنت و جماعت کے عقاید پر گامزن رہے بدعت سے اجتناب کرتے رہے۔

بخارا میں قیام کے دوران مجھے ایک بار حضرت خواجہ علاء الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ من الملک الجبار کے بلانے پر ان کی خدمت میں بھیجا۔ میں آپ کے فرمان کے مطابق حضرت خواجہ کے احکام کی تعمیل کرتا رہا۔ میں اسی طرح کئی سال آپ کی خدمت میں رہا۔ اگرچہ آپ کا لطف و کرم ہر ایک پر بے پناہ تھا۔ لیکن اس فقیر کو خصوصی طور پر اپنی نگاہِ التفات سے نوازا جاتا رہا۔ جب میں آپ کی صحبت سے محروم ہوا۔ تو میں نے چاہا کہ ان تمام احوال و امور کو جاری کروں۔ جن کی مجھے تربیت دی گئی تھی۔ پھر حکم بھی تھا کہ جو کچھ حاصل کرو۔ لوگوں تک پہنچاؤ۔ چنانچہ حاضرین کو اپنی گفتگو سے اور غائبین کو بذریعہ مکتوبات وہ تمام ارشادات پہنچانے

شروع کیے۔ جو مجھے حاصل تھے۔ اگرچہ یہ فقیر اس منصب کا استحقاق نہیں رکھتا۔ لیکن چونکہ اشارۂ غیبی سے مجھے اس بات کا حکم تھا۔ میں اس پر عمل پیرا رہا۔ میرا عقیدہ ہے کہ یہ اشارہ حکمت سے خالی نہیں تھا۔

تو چشم خویش را دیدن میاموز
فلک را راست گردیدن میاموز

میں آپ کے روحِ پاک سے مستفید ہوتا رہا۔ اِن تمام عظیم کاموں میں سے مجھے آپ نے ایک بہت اہم کام سونپا تھا۔ آپ نے فرمایا۔ ہمیشہ باوضو رہو۔ ذکرِ الٰہی دل پر ہر وقت وارد رکھو۔ ذکرِ الٰہی سے مراد یہ تھی کہ وہ تمام نوافل ادا کرتا رہوں۔ اور تمام اوقات شریفہ کو اس نصیحت کے مطابق گزاروں۔ مجھے ان امور سے جو روحانی فائدے حاصل ہوتے ہیں وہ اپنے مقام پر بیان کروں گا۔ یہ فوائد آپ کی ذات سے بھی میسر آئے اور خواجہ علاء الدین سے بھی حاصل ہوئے۔ یاد رہے کہ ہمارے خواجہ قدس سرہٗ طریقت میں شیخ طریقت خواجہ محمد سماسی رحمۃ اللہ علیہ کے روحانی فرزند تھے۔ اور وہ حضرت خواجہ علی رامیتنی کے اور وہ حضرت محمد ابو الحسن فغنوی اور وہ حضرت خواجہ عارف ریوگری۔ اور وہ حضرت خواجہ عبد الخالق غجدوانی اور وہ شیخ ابو یعقوب یوسف ہمدانی اور وہ حضرت شیخ ابو علی فارمدی (جو امام غزالی کے مرشد تھے) کے فرزند روحانی تھے رحمہم اللہ علیہم اجمعین۔

شیخ ابو علی فارمدی کو حضرت ابو القاسم گورگانی سے اور انہیں حضرت شیخ جنید بغدادی سے تین واسطوں سے فیض روحانیت ملا تھا۔ شیخ ابو علی فارمدی کو شیخ ابو الحسن خرقانی سے بھی نسبت حاصل تھی۔ اور انہیں سلطان العارفین بایزید بسطامی اور انہیں امام جعفر صادق اور انہیں اپنے والد امام محمد باقر سے اور

انہیں اپنے والد امام زین العابدین اور انہیں اپنے والد سید الشہداء امیر المومنین حضرت حسین اور انہیں اپنے والد گرامی امیر المومنین و امام المتقین علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ اور انہیں جناب رسالت پناہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبتِ روحانیت حاصل تھی۔ رضی اللہ عنہم ورحمہم اللہ علیہم اجمعین

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو علم باطن میں اپنے نانا قاسم بن محمد بن ابی بکر سے فیض ملا تھا آپ اکابر تابعین میں سے تھے۔ حضرت قاسم رضی اللہ عنہ کو علمِ باطن میں حضرت سلمان فارسی سے نسبت حاصل تھی۔ حضرت سلمان فارسی کو بارگاہ نبوت سے فیض یاب ہونے کے باوجود سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے نسبتِ علمِ باطن میسر تھی۔ اندریں حالات ہمارے خواجہ کو تصوف میں چہار واسطوں سے نسبتِ فیض میسر آئی۔ عملی طور پر حضرت خواجہ خضر علیہ السلام سے۔ دوسری نسبت حضرت شیخ بغدادی سے۔ تیسری نسبت سلطان العارفین بایزید بسطامی سے امیر المومنین سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تک اور سیدنا امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ تک میسر آئی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ صوفیاء آپ کو "نمک مشائخ" کہہ کر پکارا کرتے تھے۔

ہمارے خواجہ دوامی وضو کی تلقین فرمایا کرتے تھے۔ ہر وقت طہارت سے رہنے کا حکم کرتے۔ کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لَا یُدَاوِمُ عَلَی الْوُضُوْءِ اِلَّا مُؤْمِنٌ (کوئی شخص ہمیشہ وضو سے نہیں رہ سکتا مگر صرف مومن ہی رہ سکتا ہے) اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: فِیْهِ رِجَالٌ یُّحِبُّوْنَ اَنْ یَّتَطَهَّرُوْا وَاللّٰهُ یُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِیْنَ یعنی مسجد نبوی یا مسجد قبا میں بعض ایسے افراد ہیں۔ جو ان لوگوں کو دوست رکھتے ہیں۔ جو ہر وقت باوضو اور پاک صاف رہتے ہیں۔ بعض ایسے ہیں جو غسل سے پاک ہونے والوں کو بہت پسند کرتے ہیں۔ وہ

نجاست۔ جنابت سے نفرت کرتے ہیں۔ اور رات کو سوتے نہیں۔ اللہ تعالیٰ بھی ان لوگوں کو دوست رکھتا ہے۔ جو اپنے آپ کو پاک اور صاف رکھتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا طہارت میں رہنا اور اپنے آپ کو پاک رکھنا اللہ کی دوستی کی نشانی ہے۔ اس سے بڑھ کر انسان کو کیا سعادت ہو سکتی ہے کہ اپنے آپ کو اللہ کا محبوب بنالے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا تَوَضَّأَ الْمُؤْمِنُ وَغَسَلَ وَجْهَهُ خَرَجَ مِنْ كُلِّ خَطِيْئَةٍ نَظَرَ إِلَيْهَا بِعَيْنَيْهِ مَعَ الْمَاءِ وَإِذَا غَسَلَ يَدَيْهِ خَرَجَ مِنْ يَدَيْهِ كُلُّ خَطِيْئَةٍ يَدَاهُ مَعَ الْمَاءِ إِذَا غَسَلَ رِجْلَيْهِ خَرَجَ كُلُّ خَطِيْئَةٍ الْمَشَاءِ رِجْلَاهُ مَعَ الْمَاءِ حَتّٰى يَخْرُجَ نَقِيًّا مِنَ الذُّنُوْبِ یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی مومن وضو کرتا ہے۔ اور ہاتھ منہ دھوتا ہے۔ پھر ہاتھ پاؤں دھوتا ہے۔ پھر پاؤں دھوتا ہے۔ تو اس کے تمام گناہ ایسے دھل جاتے ہیں۔ جس طرح اس کے ہاتھ منہ پانی سے دھل گئے۔ وہ تمام گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے۔ طہارت ظاہر سے اسے طہارت باطنی میسر آتی ہے۔ ہر عضو دھوتے وقت کلمہ شہادت پڑھنا چاہیے۔ مسواک کو بلا وجہ ترک نہیں کرنا چاہیے۔ کیونکہ اس کا بہت ثواب ہے۔ جب وضو مکمل کرلے تو اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ مِنَ التَّوَّابِيْنَ وَاجْعَلْنِيْ مِنَ الْمُتَطَهِّرِيْنَ وَاجْعَلْنِيْ مِنَ الصَّالِحِيْنَ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ وضوء کے بعد یہ کہے تو اس پر بہشت کے آٹھوں دروازے کھول دیے جاتے ہیں۔ وہ جس دروازے سے چاہتا ہے داخل

ہوتا ہے۔ کھڑے ہو کر وضو کے پانی سے ایک گھونٹ پی لینا چاہیے اَللّٰهُمَّ دَاوِنِیْ بِدَوَائِكَ وَاشْفِنِیْ بِشِفَائِكَ وَاعْصِمْنِیْ مِنَ الْوَهْنِ وَالْاَمْرَاضِ وَالْاَوْجَاعِ۔ اس کے بعد دو رکعت نفل ادا کرے پھر کنگھی کا استعمال کرے۔ اور چاہیے کہ دائیں ابرو سے شروع کرے۔ بعض مفسرین نے کہا ہے کہ آیت کریمہ یَا بَنِیْ اٰدَمَ خُذُوْا زِیْنَتَكُمْ (اے بنی آدم اپنی خوبصورتی کا خیال رکھو) سے مراد کنگھی کا استعمال ہے۔ اس مقام پر دو رکعت نماز نفی ۔ خاطر ادا کرے۔ اور ظاہراً اور باطناً اسی نماز کی طرف متوجہ رہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَتَوَضَّأُ فَيُحْسِنُ الْوُضُوْءَ ثُمَّ يَقُوْمُ فَيُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ مُقْبِلًا عَلَيْهِمَا بِوَجْهِهٖ اِلَّا وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ ۔ یعنی ہر مسلمان وضو کرے۔ وضو کو صحیح طریقے سے کرے۔ یعنی ان کے فرائض، سنن اور دیگر آداب پورے کرے پھر اٹھ کر دو رکعت نوافل پڑھے۔ اور حضورِ قلب سے اس کی جزا کی نیت کرے۔ اسے یقیناً بہشت ملے گی۔

حضرت خواجہ بہاء الدین رحمہ اللہ تعالیٰ فرمایا کرتے تھے کہ ایسی نماز میں اپنے آپ کو تمام ارکان اور احکام میں مشغول رکھے۔ یہ بات صرف بلندیوں کے لیے ضروری ہے۔ تحیت وضو کے نوافل کا بے پناہ ثواب ہے۔ شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے کہ یہ نوافل اوقاتِ مکروہ میں ادا نہیں کرنے چاہئیں۔ یہ بات ہمارے علماء کے مذہب میں پائی جاتی ہے۔ نماز کے بعد تین بار کہے: اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَیْهِ نیت میں گناہوں سے توبہ کرنے کا ارادہ رکھے۔ شب و روز باطہارت رہے۔ اور سوتے وقت بھی طہارت رہے۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مَا مِنْ مُؤْمِنٍ بَاتَ طَاهِرًا فِیْ شِعَارِهٖ طَاهِرًا اِلَّا بَاتَ فِیْ شِعَارِهٖ مَلَكٌ يَسْتَيْقِظُ سَاعَةً مِنَ اللَّيْلِ اِلَّا قَالَ

اَلْمَلِکُ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ عَبْدَکَ فُلَانًا فَاِنَّہٗ قَدْ بَاتَ طَاھِرًا یعنی جو شخص رات کو سوتے۔ وہ باوضو ہو۔ پاکیزہ کپڑوں میں ہو۔ جب وہ بیدار ہو گا۔ ایک فرشتہ اللہ تعالیٰ اُس کے لیے مغفرت اور بخشش کا طالب ہو گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزید فرمایا اَلنَّائِمُ الطَّاھِرُ اَلْقَائِمُ الصَّائِمُ یعنی جو شخص طہارت کے ساتھ سوتا ہے۔ اسے جاگنے والے اور شب بیدار کی طاعت کا ثواب ملتا ہے۔ بلا وجہ جنبی حالت میں نہ سوتے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: لَا یَدْخُلُ الْمَلٰئِکَۃُ فِیْ بَیْتٍ فِیْہِ الصُّوْرَۃُ وَالْکَلْبُ وَالْجُنُبُ۔ یعنی رحمت کے فرشتے ایسے گھر میں داخل نہیں ہوتے جہاں کوئی تصویر ہو۔ کتا ہو یا کوئی جنبی ہو۔ سوتے وقت ضروری ہے کہ قبلہ رو ہو کر سوتے۔ آیۃ الکرسی پڑھے۔ آمن الرسول پڑھے۔ ہر بار پڑھ کر دونوں ہتھیلیاں اپنے اعضاء پر ملے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی طریقہ سکھایا ہے۔ اور تین بار کہے: اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ۔ اللہ تعالیٰ تمام گناہوں سے بخشش عطا فرمائے گا۔ ذکرِ الٰہی میں مشغول رہے۔ حتیٰ کہ اسے نیند آجائے۔ پھر دائیں ہاتھ تکیہ کر کے قبلہ رو لیٹے۔ دائیں ہاتھ کی ہتھیلی رخساروں پر رکھے۔ اور تین بار کہے: اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْلَمْتُ نَفْسِیْ اِلَیْکَ وَوَجَّھْتُ وَجْھِیْ اِلَیْکَ وَفَوَّضْتُ اَمْرِیْ اِلَیْکَ وَاَلْجَأْتُ ظَھْرِیْ اِلَیْکَ رَغْبَۃً وَّرَھْبَۃً اِلَیْکَ وَلَا مَلْجَأَ وَلَا مَنْجَا اِلَّا اِلَیْکَ اٰمَنْتُ بِکِتَابِکَ الَّذِیْ اَنْزَلْتَ وَنَبِیِّکَ الَّذِیْ اَرْسَلْتَ اَللّٰھُمَّ اَیْقِظْنِیْ فِیْ اَحَبِّ السَّاعَاتِ اِلَیْکَ وَاسْتَعْمِلْنِیْ بِاَحَبِّ الْاَعْمَالِ اِلَیْکَ الَّذِیْنَ الَّذِیْ یُقَرِّبُنِیْ اِلَیْکَ زُلْفًا وَّیُبْعِدُنِیْ مِنْ سَخَطِکَ بُعْدًا اَللّٰھُمَّ لَا تُؤْمِنِّیْ مَکْرَکَ وَلَا تُوَلِّنِیْ غَیْرَکَ وَلَا تُنْسِنِیْ ذِکْرَکَ وَلَا تَجْعَلْنِیْ مِنَ الْغَافِلِیْنَ۔ قَالَ

النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَا فُلَانُ إِذَا أَوَیْتَ إِلٰی فِرَاشِكَ فَقُلْ اَللّٰھُمَّ إِنِّیْ أَسْلَمْتُ نَفْسِیْ إِلَیْكَ إِلٰی قَوْلِهٖ أَرْسَلْتَ إِلَیْكَ فَإِنَّكَ إِنْ أَمْسَیْتَ لَیْلَكَ أَمْسَیْتَ عَلَی الْفِطْرَۃِ إِنَّ عَلَی الدِّیْنِ الْحَقِّ وَإِنْ أَصْبَحْتَ أَصْبَحْتَ خَیْرًا۔ ھٰذَا حَدِیْثٌ مَا أَخْرَجَہُ الْبُخَارِیُّ وَغَیْرُہٗ مِنَ الْأَئِمَّۃِ۔

ترجمہ :- اے اللہ! میں اپنے آپ کو تیرے سپرد کرتا ہوں اور تیری طرف ہی متوجہ ہوتا ہوں۔ اور اپنے تمام امور کو تیرے ہی سپرد کرتا ہوں اور اپنا سر تیرے حضور جھکاتا ہوں اور تیری ہی طرف رغبت کرتا ہوں اور تجھ سے ہی ڈرتا ہوں۔ تیرے سوا میرا کوئی ملجا و ماوی نہیں ہے۔ میں تیری کتاب پر ایمان لاتا ہوں جو تو نے نازل کی اور تیرے نبی پر ایمان لاتا ہوں جو تو نے بھیجا۔ اے اللہ! مجھے ان اوقات میں بیداری دے جو تجھے زیادہ پسند ہیں۔ اور میں بہترین اعمال میں تیری طرف جھکتا ہوں۔ اے اللہ! مجھے وہ اعمال دے جو تیرا قرب عطا کریں اور تیرے عذاب سے دور کر دیں۔ میں تیرے بعد دوسرے کو اپنا مالک تسلیم نہیں کرتا۔ اور تیری یاد سے غافل نہیں رہتا۔ اور مجھے غافلوں میں سے نہ بنانا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے فلانے! جب تو سونے لگے تو یوں کہا کرو۔ اللھم انی اسلمت نفسی الیک آخر تک پڑھے۔

اس حدیث کو بخاری شریف اور دیگر آئمہ احادیث نے بیان فرمایا ہے۔

اس ذکر میں مشغول رہتے ہوئے۔ نیند میں جائے۔ جونہی بیدار ہو پھر ذکر میں مشغول رہے۔ پھر سو جائے نَوْمُ الْعَالِم اسی بات کی طرف اشارہ ہے۔ وَاللّٰہُ تَعَالٰی الْمُوَفِّق۔

فضیلت ذکرِ خفیہ مکیفیہ

اس طریقۂ عمل کو ہمارے خواجہ رحمۃ اللہ وقوف عددی کے نام سے یاد کیا کرتے تھے۔ حدیث پاک میں آیا ہے اجمعوا وضوءکم ظاہری اور باطنی طہارت اسی صورت میں ہو سکتی ہے کہ تمام بُری باتوں سے اجتناب کیا جائے۔ حسد۔ عداوت۔ بخل۔ غیر اللہ سے محبت سے پرہیز ضروری ہے۔ دل کو اللہ تعالیٰ کی محبت سے مالا مال کرنا چاہیے۔ جو دل بُرے اوصاف سے پاک ہو جاتا ہے۔ اور نیک عادات و اوصاف سے آراستہ ہو جاتا ہے۔ تو سالم اور کامل ہو جاتا ہے۔ دنیا کی تمام بلاؤں اور مصائب سے نجات حاصل کر لیتا ہے۔ کیونکہ اس وقت تک دنیا کے مصائب سے نجات حاصل نہیں ہو سکتی جب دل سالم اور کامل نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یَوْمَ لَا یَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ اِلَّا مَنْ اَتَی اللّٰہَ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ یعنی قیامت کے دن مال واولاد کسی کو فائدہ نہیں دے سکیں گے۔ مگر وہ شخص جو قلب سلیم لے کر آئے گا۔ وہی اللہ کی رحمت سے واصل ہو گا۔ سالم دل کی صفت تو یہی ہے۔ بزرگوں نے کہا ہے:

زغیرت خانۂ دل راز غیرت کردہ ام خالی!!
کہ غیرت رانمی شاید درین خلوت سرا رفتن

اکابر نے کہا ہے۔ کہ تمام عبادتوں سے مقصد ذکرِ خداوندی ہے۔ ذکر جان کی طرح ہے۔ اور عبادت جسم کی حیثیت رکھتی ہے۔ اگر عبادت ذکرِ خداوندی سے خالی ہو تو اس کا کوئی فائدہ نہیں۔ ہمارے خواجہ رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ اس بیت کو بطورِ تعویذ لکھ کر مریض کے گلے میں ڈالا جائے تو صحت یاب ہو جائے گا۔

تا روئے تو بدیدم اے شمع طراز	نے کار کنم نہ روزہ دارم نہ نماز
چوں بے تو بوم نماز من جملہ مجاز	در با تو بوم مجاز من جملہ نماز

یاد رہے کہ جس ذکر میں اخلاص نہ ہو۔ کچھ فائدہ نہیں دیتا۔ اور نہ ہی اس کا نتیجہ ہوتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ جو شخص اخلاص کے ساتھ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ پڑھے گا۔ اسے بہشت میں جگہ ملے گی۔ جب آپ سے پوچھا گیا۔ کہ اخلاص سے کیا مراد ہے تو آپ نے فرمایا۔ کہ اخلاص سے مراد یہ ہے۔ کہ اس کلمہ کا کہنے والا حرام چیزوں سے پرہیز کرے۔ اس کلمہ کے ذکر کی برکت سے اس کے دل میں اصلاح ہو جائے گی۔ اس کے اقوال۔ احوال اور اعمال میں استقامت اور اعتماد پیدا ہو گا۔ اسے ظاہری اور باطنی اِستقامت حاصل ہو گی۔ اور تمام سعادتیں اس کے حصہ میں آئیں گی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا۔ مجھے قسم ہے کہ جن لوگوں نے کہا ہمارا پروردگار اللہ ہے اور وہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ پر ایمان لے آئے۔ اس شرط پر کہ وہ اس پر ثابت قدم ہو گئے۔ وہ ثابت الایمان ہیں۔ ظاہراً و باطناً۔ انہیں اس کلمہ کہنے کا نتیجہ حاصل ہو گیا۔ یہ تو ظاہری استقامت کی بات ہے۔ یعنی انہیں شریعت کے احکام میں استقامت حاصل ہو گئی۔ استقامت باطنی سے مراد یہ ہے کہ انہیں ایمانِ حقیقی حاصل ہوا۔

ہمارے خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تفسیر یوں فرمائی ہے کہ دل کو تمام نفع و نقصان سے پاک کر کے دل کو بارگاہِ رب العزت میں مشغول رکھ لیا جائے۔ اب در بار خداوندی سے انہیں یہ انعام حاصل ہو گا۔ کہ تَتَنَزَّلُ عَلَیْہِمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ ان پر فرشتے نازل ہوں گے۔ جب وہ اس دنیا سے رخصت ہوں گے۔ تو اللہ کی رحمت کے فرشتے ان پر رحمتیں نازل کریں گے۔ اور کہیں گے: اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا۔ اب تم اُس دنیا کے عذاب سے نہ ڈرو۔ اور اس دنیا کی رحمتوں سے محروم ہونے پر غمناک نہ ہو۔ وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّۃِ الَّتِیْ

كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ۝ اب تمہیں اس بہشت کی بشارت ہو جس کا وعدہ کیا جاتا رہا ہے۔ پھر وہ فرشتے اس مومن کو کہیں گے: نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا۔ ہم اس دنیا میں تمہارے دوست ہیں۔ پھر فرشتے اس مومن کو کہیں گے: وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهِيْٓ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِيْمٍ۔ تمہارے لیے وہ تمام نعمتیں میسر میسّر ہیں جن کی تم آرزو کیا کرتے تھے۔ وہ بہت ہی رحم کرنے والا ہے۔ اور ماحضر کو نازل فرمانے والا ہے۔ یہ فرشتے ان لوگوں کے سامنے ان نعمتوں کو ایسے سجادیں گے جس طرح مہمان کے سامنے سجائی جاتی ہیں۔ جنت کی تمام نعمتیں پیش ہوں گی۔ ان میں لقائے باری تعالیٰ بھی ہوگا۔

اگر ذکر اخلاص سے خالی ہو۔ تو اس کا اتنا فائدہ نہیں ملتا۔ بلکہ بعض اوقات خوفناک نتائج کا باعث بنتا ہے مَنْ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَقَلْبُہٗ غَافِلٌ عَنِ اللّٰہِ فَخَصْمُہٗ فِی الدِّیْنِ اللّٰہُ۔ جو شخص اللہ اللہ کہتا ہے مگر اس کا دل اس کے احکام کی اتباع سے غافل ہے۔ تو وہ اس جہاں میں اللہ سے دشمنی مول لیتا ہے۔

فضیلت آیات و احادیث

آیات و احادیث کے فضائل بے حد و حساب ہیں۔ مجمل بات یہ ہے کہ انہیں یاد کیا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ ذکرِ الٰہی سے پورا فائدہ تو اس وقت حاصل ہوتا ہے جب کسی مردِ عارف سے اجازت حاصل کی ہوئی ہو۔ ہمارے خواجہ رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے: جو لوگ ارشاد و تلقین میں مشغول ہیں۔ وہ تین قسم کے ہوتے ہیں۔

۱ کامل مکمل۔ ۲ کامل مقلد۔ ۳ کامل بکمال۔

کامل مکمل وہ ہیں جو بقول خواجہ محمد علی قطب المشائخ حکیم ترمذی چہار دانگ

عالم کی ولایت کے مالک ہوتے ہیں۔ کامل مکمل خود نورانی ہوتے ہیں۔ اور نور بخشتے بھی رہتے ہیں۔ بعض کامل نورانی تو ہوتے ہیں مگر نور نہیں بخش سکتے۔

کامل متقلد اپنے شیخ کے حکم سے کام کرتے ہیں۔ اگر وہ اپنے شیخ کی اجازت سے کامل مکمل ہو جائیں۔ تو انہیں امید کامل ہوتی ہے۔ لیکن فائدہ اسی میں ہوتا ہے۔ کہ وہ یقین کامل سے کمال تک پیدا کریں۔ یہ وجود کا حکم رکھتے ہیں۔ کہتے ہیں وہ قطب وقت ہوتا ہے۔ یا قطب وقت کے خلفاء میں سے۔ وہ ہر حالت میں اللہ کے ذکر میں مشغول رہتے ہیں۔ اور اس کیفیت سے ذکر کرتے ہیں۔ جیسے انہیں تلقین کی گئی ہو۔ وہ ہر وقت اپنے آپ کو ذکر الٰہی میں مصروف رکھتے ہیں۔ خاص کر صبح سے پہلے اور شام کے بعد۔ فقیر کو عارف رومی کی زبان میں بتایا گیا تھا:

از ذکرِ ہمی نور نزاید ماہ را ۔۔۔ در راہِ حقیقت آوارہ و گمراہ را

ہر صبح و نماز شام ورد خود ساز ۔۔۔ خوش گفتن لا الٰہ الا اللہ را

جو صبح و شام ذکر خداوندی میں مشغول رہے وہ ہر طرح ذاکر ہوتا ہے۔ غافل نہیں ہوتا۔ وَاذْكُرْ رَبَّكَ تَضَرُّعًا وَخِيفَةً وَدُونَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْآصَالِ وَلَا تَكُنْ مِنَ الْغَافِلِينَ

ترجمہ: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے پروردگار کو یاد کرو۔ نہایت تضرّع اور مسکینیت کے ساتھ۔ بغیر اس کے آواز بلند ہو۔ صبح یاد کرو۔ شام کو یاد کرو۔ اور غافلوں میں سے نہ ہو۔

بعض مفسرین بیان کرتے ہیں کہ غدو و آصال سے مراد رات اور دن ہے۔ اور شب و روز علی الدوام خفیہ ذکر میں مشغول رہو۔ معلوم رہے۔ کہ پانچ آیات اور احادیث میں ذکر بآواز بلند کی ممانعت ہے۔ بلکہ حکم ہوا ہے کہ خفیہ طور پہ ذکر کیا جائے۔ اسی طرح دوسری آیات میں بھی مذکور ہے: قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى اُدْعُوْا

ربکم تضرعاً وخفیہ۔ یعنی اپنے اللہ کو خفیہ اور انکساری سے پکارا جائے۔
انہ لا یحب المعتدین اللہ تعالیٰ حد سے گزرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا
تفسیر امام نجم الدین عمر منظومہ میں اسی آیت کریمہ کے معانی حضرت ابو موسیٰ اشعری
رضی اللہ عنہ کی زبانی بیان کیے گئے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں۔ ایک بار صحابہ کرام حضور
صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم سفر تھے۔ ایک بلندی پر پہنچے تو سب نے نعرہ تکبیر بلند
کیا۔ حضور نے بلند نعرہ سن کر فرمایا: ایھا الناس اتقوا علیٰ انفسکم
انکم لا تدعون اصم ولا غائباً انکم تدعون سمیعاً
قریبا وھو معکم اے لوگو! اپنا خیال کرو۔ بلند نعرے نہ لگاؤ۔ اللہ تعالیٰ
کو اپنے دلوں میں یاد کرو۔ تم بہرے اور غائب کو نہیں بلا رہے۔ بلکہ اسے پکار رہے
ہو جو سنتا ہے اور نزدیک بھی ہے۔ اس موضوع پر اور بھی بہت سے دلائل ہیں۔
اسی بنا پر علماء نے کہا ہے کہ بلند ذکر بلا دلیل ہے۔ مشائخ کہتے ہیں۔ کہ ذکر خفیہ
بہتر ہے۔

نعرہ کم کن زاں کہ نزدیک است یار
کہ ز نزدیکی گماں آید حصول

ہمیشہ ذکر و فکر سے ہی وقوفِ عددی کا مقام نصیب ہوتا ہے۔ اور دل
ذاکر ہو جاتا ہے۔ حضرت خواجہ سے میں نے سنا ہے۔

دل چوں ماہی و ذکر چوں آب است
زندگیِ دل بذکرِ وہاب است

جب دل ذاکر ہو جاتا ہے۔ تو اس کی علامت ظاہر ہونا شروع ہو جاتی ہیں
اس کے بعد وقوفِ قلبی میں مشغول رہے۔ اب ہم اس کے فوائد بیان
کرتے ہیں:

میں نے حضرت خواجہ رحمہ اللہ سے سنا ہے۔ وہ فرمایا کرتے تھے۔ الذِّکْرُ
اِنْ تَنفاءِ الغفلۃ فَاِذا اِنْ تفع الغفلۃ فَانْتَ ذاکر۔

ترجمہ: ذکر سے غفلت دور ہوتی ہے اور جب غفلت دور ہو جائے تو انسان ذاکر بن جاتا ہے۔ اگرچہ اس کی زبان خاموش ہی کیوں نہ ہو۔ فرمایا کرتے تھے۔ وقوفِ قلبی کی رعایت ایک مہم ہے۔ وہ ہر حالت میں رہنی چاہیے۔ کھانے وقت۔ سوتے وقت۔ چلتے وقت۔ خرید و فروخت کے وقت۔ حتیٰ کہ طہارت کرتے وقت۔ نماز پڑھتے وقت۔ قرآن پڑھتے وقت۔ کتابت کرتے ہوئے۔ وعظ کہتے ہوئے۔ چاہیے ایک لمحہ بھی غافل نہ ہو۔ تاکہ مقصود حاصل ہو جائے۔ مَنْ غَمَّضَ عَیْنَیْہِ مِنَ اللّٰہِ لَا یَصِلُ اللّٰہَ طُولَ عُمرِہٖ (ترجمہ: جو شخص ایک لمحہ کے لیے بھی اللہ کی یاد سے غافل ہوتا ہے۔ اپنے مقصود کو حاصل نہیں کر سکتا۔ اتنی لمبی عمر میں یہ اہتمام بڑا مشکل کام ہے۔ اور باطن پر نظر رکھنا نہایت دشوار ہے تاوقتیکہ اللہ تعالیٰ کی توفیق شاملِ حال نہ ہو۔ اور خاصانِ خدا کی نگاہ نہ ہو۔

بے عنایاتِ حق و خاصانِ حق
گر ملک باشد سیاہ ہستش ورق

اللہ والوں کی صحبت میں جو ہم سبق اور ہم سلسلہ ہوتے ہیں۔ ایک دوسرے کے منکر بھی نہیں ہوتے۔ اور شرائطِ صحبت بھی قائم رکھتے ہوں۔ تو شیخ کی ایک ہی نگاہ سے باطن کا مکمل تصفیہ ہو جاتا ہے۔ یہ نگاہ اتنا اثر رکھتی ہے۔ کہ چالیس سالہ عبادات اور ریاضات سے وہ فائدہ نہیں ہوتا۔ چنانچہ عارف رومی قدس سرہٗ فرماتے ہیں:

آنکہ بہ تبریز دید یک نظر شمس دین
طعنہ زند بر وہیہ سخرہ کند بر حلہ

شیخ ابو یوسف ہمدانی قدس سرہ العزیز کا یہ قول کتنا جامع ہے: اصبحوا مع اللہ فان لم تطیقوا فاصبحوا مع من یصحب مع اللہ یعنی اللہ کی صحبت اختیار کرو۔ اگر اللہ کی صحبت میسر نہ آئے۔ تو ایسے شخص سے صحبت اختیار کرو جسے اللہ تعالیٰ سے صحبت میسر ہو۔ خواجہ علاء الدین عطار قدس سرہٗ فرمایا کرتے تھے۔ کہ یہ بات فنا کے بعد ہی حاصل ہوتی ہے۔ اگر اللہ سے صحبت نصیب نہ ہو سکے۔ تو اہلِ فنا سے صحبت اختیار کرو۔ اِذَا تَحَیَّرْتُمْ فِی الْاُمُوْرِ فَاسْتَعِیْنُوْا بِاَھْلِ الْقُبُوْرِ (جب تم کسی حیرانی میں مبتلا ہو جاؤ تو اہلِ قبور سے مدد طلب کرو) حدیث کی تشریح میں فرمایا کرتے تھے۔ کہ اہلِ فنا کی صحبت کی طرف اشارہ ہے۔ لیکن اگر یہ امداد اغراض و لالچ یا خیالاتِ فاسدہ کی تکمیل۔ یا دنیا کا مال و جاہ جمع کرنے کے لیے یا اہلِ دنیا کی دل جوئی کے لیے حاصل کی جائے تو ایسی صحبت سے اجتناب کرنا چاہیے۔

حضرت خواجہ عبد الخالق غجدوانی فرمایا کرتے تھے کہ صحبتِ ناآشنا سے اس طرح بھاگو جس طرح تم شیر سے بھاگتے ہو۔ اگر صحبت میں اہل باطن سے مشغول ہو تو ظاہر میں غیر اللہ سے بھی پرہیز کرو۔ باطنی صحبت کی صحت کی علامت یہ ہے۔ کہ روحانی فیضان دل میں اثر کرتا ہے۔ اور ماسوی اللہ سے خلاصی پاتا ہے۔ چنانچہ کہا ہے:

با ہر کہ نشستی و نشد جمع دلت — وز تو نرہید زحمتِ آب و گلت
زنہار ز صحبتش گریزاں می باش — ورنہ نکند روحِ عزیزاں بحلت

حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم ایک دوسرے کو کہا کرتے تھے: تَعَالَوْا اِجْلِسْ فَنُؤْمِنُ سَاعَةً۔ آؤ! باہم مل کر بیٹھیں۔ اور چند لمحے ایمانِ حقیقی سے مشرف ہو جائیں۔ یہ ماسویٰ کی نفی ہے۔ اللہ کے دوستوں کی صحبت کے بے شمار فائدے ہیں۔

نار خنداں باغ را خنداں کند
صحبت مرداں ترا از مرداں کند

جب وقوفِ قلبی قائم ہوجائے۔ اور ذکر کا خاصہ حاصل ہوجائے چشمِ بصیرت وا ہوجائے۔ بارگاہِ دل اغیار کے کانٹے سے خالی ہوجائے۔ ذاکر بحرِ فنا میں محو ہو جائے۔ فاذکرونی اذکرکم کے شرف سے مشرف ہوجاتے لَا یَسَعُنِیْ اَرْضِیْ وَلٰکِن یَسَعُنِیْ بِقَلْبِ عَبْدِی المومن میں زمین و آسمان میں نہیں سما سکتا لیکن میں اپنے بندۂ مومن کے دل میں سما سکتا ہوں کے وعدے کے مطابق اہل اللہ کے سلطان کا جمال تجلّی کرتا ہے۔ ذاکر سالم اسم مسمٰی سے مشغول ہوجاتا ہے۔

ایک دن ہمارے خواجہ قدس سرہٗ کی مجلس میں اصحاب سلوک میں سے ایک صاحب نے بلند آواز سے اللہ کہا۔ حضرت خواجہ فرمانے لگے۔ یہ کیا غفلت ہے۔ عَلِمَ مَنْ عَلِمَ فَہِمَ مَنْ فَہِمَ۔ (جاننے والا جانتا ہے اور سمجھنے والا سمجھتا ہے) حقائق التفاسیر میں لکھا ہے کہ ہمارے اکابر میں سے ایک کو کسی نے پوچھا کہ بہشت میں ذکر ہوگا یا نہیں تو آپ نے فرمایا ذکر کی حقیقت یہ ہے کہ غفلت نہ رہے۔ چونکہ بہشت میں غفلت کا عمل دخل نہیں۔ اس لیے ذکر کی کارفرمائی ہوگی۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا۔ اہلِ تحقیق اس بات پر متفق الرائے ہیں کَفَانِیْ حُوْبًا اِنْ اُنَاجِیَكَ ذِکْرًا کَاَنِّیْ بَعِیْدًا اَوْ کَاَنَّكَ غَائِبٌ یعنی یہ بات گناہ کے مترادف ہے۔ کہ میں تجھے ذکر و مناجات کے دوران زبان سے یاد کروں۔ یعنی بے حضور ہوکر تیرا نام لوں۔ کیونکہ میں تیری جناب کے علم سے دور نہیں ہوں اور تو مجھ سے غائب نہیں ہے۔ یہ اشارہ اس آیت کریمہ کی طرف ہے نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْہِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ۔

وقوف عددی میں دل آنکھوں سے نہیں دھڑکتا اور سر اور گردن خم نہیں ہوتے۔ کیونکہ یہ اشارات بھی مخلوق کی اطلاع کے لیے ہوتے ہیں۔ ہمارے خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے تو اتنی سی جنبش سے بھی منع فرمایا ہے۔ امیرالمومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آپ نے کسی ایسے آدمی کو دیکھا۔ جو سر اور گردن جھکائے بیٹھا تھا۔ آپ نے فرمایا یَا رَجُلُ! اِرْفَعْ عُنُقَکَ اے اللہ کے بندے! اپنی گردن کو اُٹھا لے۔ اور یوں دکھائی دینا چاہیے کہ اہل مجلس میں سے کسی کو اس حال کی خبر تک نہ ہو۔

بعض اکابر نے کہا ہے الصوفی ھُوَ الکاھن البا‌ھن صوفی وہ ہوتا ہے کہ پوشیدہ بھی ہو اور آشکارا بھی۔ یعنی باطن میں تو وہ اللہ سے مشغول ہو۔ ظاہر میں وہ خلق سے آشنا نظر آئے۔ حضرت خواجہ قدس سرہٗ اکثر کہا کرتے تھے۔

از دروں شو آشنا و از بروں بے گانہ باش
ایں چنیں زیبا روش کم مے بود اندر جہاں!

مرداں رہش بہ ہمت دیدہ روند
زاں در رہِ عشق ہیچ اثر پیدا نیست

آپ فرمایا کرتے تھے۔ مجھے ایک بار دو صاحب بصیرت دانشمندوں سے ملنے کا اتفاق ہوا۔ میں ان کی صحبت میں رہا۔ وہ صاحب کمال ہونے کے باوجود مجھے پہچان نہ سکے۔ کیونکہ جب بندہ اس طرح جائے تو اس کو کوئی بھی نہیں پہچان سکتا۔ خاص کر اہل دل کو ذکرِ خفی کی حقیقت وقوفِ قلبی سے ہی میسر آتی ہے۔ وہ ایسے مقام پر پہنچ جاتے ہیں کہ دل کو بھی خبر نہیں ہوتی کہ وہ ذکر میں مشغول

ہے یا نہیں۔

اکابرین سے ایک کا قول یہ ہے اذا علموا القلب ان ذاکر فاعلموا انہ غافل (اگر دل کو پتہ چل جائے کہ وہ ذاکر ہے۔ تو جان لو کہ وہ غافل ہے۔) حقائق التفاسیر میں لکھا ہے۔ اور آیت وَاذْکُر ربَّكَ تضرعاً وخفیۃ کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں الحسن لا یطہر ذکرك لنفسك فتطلب عوضاً واشرف الذکر ما لا یشرب علیہ الا الحق۔ ایک اور بزرگ فرماتے ہیں ذکر اللسان ھذیان۔ وذکر القلب وسوسۃ (زبان کا ذکر تو ہذیان ہے۔ اور دل کا ذکر وسوسہ ہے) یہ مقام منتہی حضرات کا ہے۔

دل را گفتم بیاد او شاد کنیم
من چوں ہمہ او شدم کرا یاد کنیم

ہمارے حضرت خواجہ رحمہ اللہ فرماتے تھے۔ کہ جب ہم کعبۃ اللہ کے مبارک سفر سے واپس آرہے تھے۔ تو ہم ولایت طوس میں پہنچے۔ حضرت خواجہ علاء الدین اپنے احباب واصحاب کے ساتھ بخارا سے ہمارے استقبال کو آئے ہوئے تھے۔ ملک معز الدین حسین والی ہرات کی طرف سے ایک قاصد نے اس کا ایک خط ہمیں دیا جس میں لکھا تھا۔ "میں چاہتا ہوں کہ آپ کی ملاقات کا شرف حاصل کروں لیکن میرا اس وقت آنا نہایت دشوار ہے۔ اگر آپ ازرہِ کرم گستری اس طرف قدم رنجہ فرمائیں تو بندہ نوازی ہوگی۔ وَاَمَّا السَّائِلَ فَلَا تَنْہَرْ (سائل کو جھڑکنا نہیں چاہیے)"

ہمارے دل میں خیال آیا۔ کہ اِذَا اَتَیْتَ لِی طَالِباً فَکُنْ لَہٗ خَادِماً (جب تم کسی کو میرا طالب پاؤ تو اس کے خادم بن جاؤ) کے فرمان کے مطابق ہمیں آگے جانا چاہیے۔ چنانچہ ہم ہرات کو روانہ ہوئے۔ جب ہم اس کے ملک میں پہنچے

تو اس نے پوچھا۔ کیا آپ کو یہ بزرگی، ورثے میں ملی ہے؟ ہم نے بتایا کہ نہیں۔ پھر پوچھا کیا آپ سماع یا ذکر بلند آواز سے کرتے ہیں۔ اور خلوت میں بیٹھتے ہیں؟ ہم نے بتایا۔ کہ نہیں۔ کہنے لگا۔ درویشوں کا تو یہی طریقہ ہے۔ آپ ایسا کیوں نہیں کرتے۔ ہم نے بتایا کہ جذبۂ عنایت حق ہمیں ملا ہے اس نے ہمیں تو بغیر کسی مجاہدے کے قبول فرما لیا ہے۔ یہ ساری مہربانی ہمارے خواجہ عبد الخالق غجدوانی رحمۃ اللہ کے اشارہ حقانیہ سے میسر آئی ہے۔ وہ بھی ایسی چیز کا اظہار نہیں فرمایا کرتے تھے۔ بادشاہ نے دریافت کیا۔ پھر وہ کیا کرتے تھے؟ ہم نے بتایا۔ کہ ظاہراً وہ مخلوقِ خدا سے وابستہ رہتے تھے۔ اور باطناً اللہ سے پیوستہ تھے۔ بادشاہ نے کہا۔ کیا ایسے بھی کچھ حاصل ہو سکتا ہے۔ ہم نے کہا۔ ہاں سب کچھ۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے: رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللهِ (ایسے لوگ ہیں جنہیں تجارت اور خرید و فروخت ذکرِ الٰہی سے نہیں روک سکتے) آپ فرمایا کرتے تھے۔ کہ خلوت شہرت اور شہرت آفت ہے۔ حضرات خواجگان کا قول ہے۔ خلوت در انجمن۔ سفر در وطن۔ ہوش در دم۔ نظر در قدم مزوری ہے۔ نیز فرمایا کرتے تھے۔ جو حضوری اور ذوق بلند ذکر سے میسر آتے ہیں۔ وہ دیرپا نہیں ہوتے۔ وقوفِ قلبی پر قائم رہنے سے جو جذبہ حاصل ہوتا ہے۔ اسی جذبہ اور سماع سے کام تمام ہو جاتا ہے۔

؎ گرمی مجو اِلّا از آتشِ درونی!

نفلی نمازوں کے متعلق چند ارشادات

ایک دن حضرت خواجہ رحمہ اللہ نے بندے (حضرت یعقوب چرخی رحمہ اللہ) کو فرمایا۔ کہ نمازِ صبح سے پہلے سبق باطن میں مشغول ہوا کرو۔ یہ اشارہ نمازِ تہجد کی ادائیگی کی طرف تھا۔ کیونکہ خواجگانِ کبیر نے فرمایا ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

پہلی سحری بیدار ہوا کرتے اور نمازِ تہجد ادا کیا کرتے تھے۔ ابتدائی دَور میں نمازِ تہجد حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر فرض تھی۔ مگر بعض حضرات کا خیال ہے۔ کہ آپ کی عمر کے آخری حصے میں تہجد کی فرضیت ختم ہو گئی تھی۔ آپ انہیں بطورِ نوافل ادا کیا کرتے تھے۔ لیکن اکثر حضرات کا خیال ہے کہ نمازِ تہجد آپ پر ساری عمر فرض رہی۔ قرآن پاک میں ہے وَمِنَ اللَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهِ نَافِلَةً لَكَ عَسَىٰ أَنْ يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَحْمُودًا رات کا کچھ حصہ بیدار ہی رہا کریں۔ اس میں قرآن کی تلاوت کریں۔ اور یہ قرآن نماز کے دوران تلاوت فرمایا کریں۔ یہ نماز خواہ فرض ہو یا نفل۔ ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو مقامِ محمود عطا فرما دیں۔ مقامِ محمود تجلی الٰہی ہو گا۔ یا مقامِ شفاعتِ اولین و آخرین ہو گا۔ یہ مقامِ محمود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ملا۔ اور یہ انعام تھا۔ اس معبودِ حقیقی کی عبادت کا بوقتِ سحر۔ ایک اور آیت کریمہ میں آتا ہے یا ایہا المزمل! چادر اوڑھنے والے نبی! قم اللیل۔ رات کو اٹھا کریں۔ اور اپنے اللہ کی عبادات میں مشغول رہا کریں۔ شب بیداری کی قرآن مجید میں بہت تعریف کی گئی ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ان المتقین فی جنات وعیون بے شک پرہیزگار لوگ دوسری دنیا میں ایسے باغوں میں ہوں گے۔ جن میں نہریں رواں ہوں گے۔ اٰخِذِينَ مَا اٰتٰهُمْ رَبُّهُمْ۔ وہ ان چیزوں کو پا لیں گے۔ جو اللہ تعالےٰ نے دی ہیں اِنَّهُمْ كَانُوا قَبْلَ ذٰلِكَ مُحْسِنِينَ بے شک یہ خدا ترس لوگ دنیا میں نیکی کیا کرتے تھے۔ قرآن نے پھر بیان کیا كَانُوا قَلِيلًا مِنَ اللَّيْلِ مَا يَهْجَعُونَ یہ لوگ رات کا تھوڑا حصہ سویا کرتے تھے۔ اور اکثر و بیشتر حصہ بیداری میں گزارتے تھے۔ وَبِالْاَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُونَ وہ سحری کے وقت بھی اللہ سے مغفرت طلب کیا کرتے تھے۔

حدیث پاک میں آیا ہے کہ سحری کے وقت یہ دعا بہت دفعہ پڑھنی چاہیے اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَتُبْ عَلَیْنَا انک انت التواب الرحیم ایک اور آیت کریمہ میں ہے تَتَجَافٰی جُنُوْبُھُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ یعنی ان خداترس مومنوں کے پہلو آرام سے محروم رہتے ہیں۔ اور وہ ہمیشہ شب بیدار یا عبادت گزار رہتے ہیں۔ یَدْعُوْنَ رَبَّھُمْ وہ اپنے اللہ کو پکارتے رہتے ہیں خَوْفًا وَّطَمَعًا۔ اللہ کے خوف سے اور اس کی رحمت کی آرزو میں روتے ہیں۔ وَمِمَّا رَزَقْنٰھُمْ یُنْفِقُوْنَ اور جو کچھ ہم انہیں رزق دیتے ہیں اسے خرچ کرتے ہیں فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مخلوقات میں کوئی بھی نہیں جانتا مَا اُخْفِیَ لَھُمْ مِنْ قُرَّۃِ اَعْیُنٍ وہ چیزیں جو ان کے لیے پوشیدہ کی گئی ہیں۔ ان سے آنکھوں سے روشنی آتی ہے۔ اور وہ خوبصورت دکھائی دیتی ہیں۔

جَزَآءً بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ۔ یہ مراتب اور نعمتیں ان کے اعمال کا ہی نتیجہ ہیں
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام کو فرمایا، عَلَيْكُمْ بِقِيَامِ اللَّيْلِ فَاِنَّهٗ
دَابُ الصَّالِحِيْنَ قَبْلَكُمْ وَهُوَ قُرْبَةٌ اِلٰى رَبِّكُمْ وَمُكَفِّرٌ لِلسَّيِّاٰتِ
وَمَنْهِيَاتٌ عَنِ الْاِثْمِ یعنی تمہارے لیے ضروری ہے کہ رات کو بیدار رہو۔ یہ نیک
لوگوں کا طریقہ ہے۔ انبیاء اور اولیاء شب بیدار ہوتے تھے۔ تم بھی شب بیداری
کو اپنالو۔ شب بیداری سے اللہ تعالیٰ کی قربت اور اس کی رحمت کی قربت حاصل
ہوتی ہے۔ یہ گناہوں کے کفارے کا سبب ہے۔ یہ گناہوں سے لوٹ آنے کی علامت
ہے۔

ایک اور حدیث پاک میں آیا ہے اَقْرَبُ مَا يَكُوْنُ اللّٰهُ مِنَ الْعَبْدِ
فِيْ جَوْفِ اللَّيْلِ فِيْ تِلْكَ السَّاعَةِ فَكُنْ۔ یعنی اللہ کی رحمت سے قریب تر
ہونے کا وقت تو آدھی رات ہے۔ جب کہ سحر نزدیک ہو۔ جو اللہ تعالیٰ کے قریب
تو اسی وقت یادِ خداوندی کے لیے بیدار رہو۔ رات کو بیدار ہونے والوں
کے فضائل میں بہت سی احادیث ہیں۔ ہم ان میں سے چند ایک بیان کریں گے۔

حدیث پاک میں ہے۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رات کو شب بیداری
کا ارادہ کرتے تو مسواک فرماتے۔ وضو کرتے۔ اور پھر یہ آیت پڑھتے اِنَّ فِيْ خَلْقِ
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ تا آخر سورہ الحمد للہ
اور یہ دعا پڑھنی چاہیے: اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ اَنْتَ قَيِّمُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
وَمَنْ فِيْهِنَّ وَلَكَ الْحَمْدُ اَنْتَ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ فِيْهِنَّ
وَلَكَ الْحَمْدُ اَنْتَ الْحَقُّ وَوَعْدُكَ الْحَقُّ وَلِقَاءُكَ حَقٌّ وَقَوْلُكَ حَقٌّ
وَالْجَنَّةُ حَقٌّ وَالنَّارُ حَقٌّ وَالنَّبِيُّوْنَ حَقٌّ وَمُحَمَّدٌ حَقٌّ وَالسَّاعَةُ حَقٌّ
اَللّٰهُمَّ لَكَ اَسْلَمْتُ وَبِكَ اٰمَنْتُ وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْكَ اَنَبْتُ وَبِكَ

خَاصَمْتُ وَإِلَيْكَ حَاكَمْتُ فَاغْفِرْلِیْ مَا قَدَّمْتُ وَمَا أَخَّرْتُ وَمَا أَسْرَرْتُ وَمَا أَعْلَنْتُ وَمَا أَنْتَ أَعْلَمُ بِهٖ مِنِّیْ أَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَأَنْتَ الْمُؤَخِّرُ لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ

اِس دعا کے بعد بارہ رکعت نماز ادا کرنی چاہیے۔ اور چھ بار سلام کہنا چاہیے اگر سورہ یٰسین یاد ہو تو نمازِ تہجد میں پڑھنی چاہیے۔

حضرت عزیزان رحمہ اللہ نے کہا ہے۔ کہ جب تین دل جمع ہو جائیں تو بندۂ مومن کا کام مکمل ہو جاتا ہے۔ دلِ شب۔ دلِ قرآن۔ اور دلِ بندۂ مومن۔ اگر وقت تھوڑا ہو تو آٹھ رکعت پڑھ لیں۔ یا چار رکعت۔ یا دو رکعت پر اکتفا کریں۔ ان نوافل کے بعد دعا کرے۔ اور باطنی اسباق میں مشغول ہو جائے۔ حتیٰ کہ صبح نمودار ہونے لگے۔ نمازِ صبح کی سنتیں اپنے گھر میں ہی ادا کرے۔ پہلی رکعت میں فاتحہ اور قُلْ یَآ اَیُّھَا الْکٰفِرُوْنَ پڑھے۔ دوسری رکعت میں فاتحہ اور قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ پڑھے۔ اس کے بعد ستر بار اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ الَّذِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَ اَتُوْبُ اِلَیْہِ پڑھے۔ اگر رات کا کچھ حصہ ابھی باقی ہو تو نمازِ تہجد ادا کرے۔ اور چند لمحے دائیں پہلو پر آرام کرلے۔ پھر تازہ وضو کرے۔ اور صبح کی سنتیں اور نمازِ فرض ادا کرنے کے لیے مسجد کو روانہ ہو جائے۔ جاتے ہوئے راستے میں یہ کہے۔ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ مِنْ جَمِیْعِ اکثر اللّٰہ قولاً وَّ فعلاً وَّ خاطِرًا وَّ ناظِرًا مسجد میں داخل ہوتے ہوئے پہلے دایاں پاؤں اندر رکھے۔ اور کہے: اَلسَّلَامُ عَلٰی اَھْلِ الْبَیْتِ اَللّٰھُمَّ افْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِکَ۔ نمازِ صبح ادا کرنے کے بعد اپنی جگہ پر بیٹھا رہے۔ اور باطنی اسباق پڑھے۔ حتیٰ کہ سورج نکل آئے۔ پھر دو رکعت نماز پڑھ لے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مَنْ صَلَّی الْفَجْرَ بِجَمَاعَۃٍ ثُمَّ قَعَدَ یَذْکُرُ اللّٰہَ حَتّٰی تَطْلُعَ الشَّمْسُ ثُمَّ صَلّٰی رَکْعَتَیْنِ کَانَتْ لَہٗ

کا اجرِ حَجَّۃٍ وَّ عُمْرَۃٍ تَامَّۃٍ تَامَّۃٍ ۔ یعنی جو شخص صبح کی نماز باجماعت ادا کرے اور بیٹھ کر اللہ کو یاد کرے حتیٰ کہ سورج طلوع ہو جائے ۔ اس کے بعد دو رکعت ادا کرے ۔ اور استخارہ کی نیت سے اللہ تعالیٰ سے توفیقِ خیر مانگے گا تو اسے حج او ر عمرہ کا پورا پورا اور مکمل ثواب ملے گا ۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مزید فرمایا حکایۃً عَنِ اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ یَا ابْنُ اٰدَمَ ارْکَعْ لِیْ رَکْعَاتٍ مِنْ اَوَّلِ النَّھَارِ اَکْفِکَ اٰخِرَہٗ ۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ۔ اے اولادِ آدم ! میرے لیے دو رکعت نماز ادا کرو ۔ پہلے دن تاکہ میں تمہیں آخری دن تمہاری دستگیری کروں ۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : مَنْ قَعَدَ فِیْ مُصَلَّاہُ حِیْنَ یَنْصَرِفُ مِنْ صَلٰوۃِ الصُّبْحِ حَتّٰی یُصْبِحَ یُصَلِّیْ رَکْعَتَیِ الضُّحٰی لَا یَقُوْلُ اِلَّا خَیْرًا غَفَرَلَہٗ خَطَایَا وَاِنْ کَانَتْ اَکْثَرَمِنْ زَبَدِ الْبَحْرِ ۔ جو شخص صبح کے وقت نماز ادا کرے گا ۔ اور نماز کی جگہ بیٹھا رہے گا ۔ پھر اشراق کی دو رکعت ادا کرے گا ۔ اور کلمہ خیر کے بغیر کچھ بھی زبان سے نہ کہے گا ۔ تو اللہ تعالےٰ اس کے تمام گناہوں کو بخش دے گا ۔ اگرچہ وہ سمندروں کی جھاگ سے بھی زیادہ ہوں گے ۔ بعض مفسرین نے اِبْرَاھِیْمَ الَّذِیْ وَفّٰی آیت کی تفسیر میں لکھا ہے ۔ کہ حضرت ابراہیم نے دعا کی ۔ یعنی نماز اشراق کو ترک نہیں کیا تھا ۔ دو رکعت پڑھنے کے بعد دس بار کہے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۔

حضرت سیف باخرزی رحمۃ اللہ علیہ نے فقیر کو یہ ذکر اس وقت بتایا ۔ جب میں ان کے مزارِ پاک پر متوجہ بیٹھا تھا ۔ مندرجہ بالا حکم دس بار کہنے کے بعد یہ دعا کرے ۔ اور اللہ تعالیٰ سے توفیقِ خیر مانگے ۔ جب مسجد سے باہر آئے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ مِنْ فَضْلِکَ ۔ پڑھے اور یہ پڑھتا ہوا اپنے گھر کو لوٹے ۔ پھر تلاوت

قرآن پاک پڑھے۔ اور حتی المقدور قرآن پاک پڑھے۔ اگر طالب علم ہو تو اسباق و درس میں مشغول ہو جائے اگر سالک ہو تو مراقبہ اور ذکر میں مشغول رہے۔ حتیٰ کہ آفتاب بلند آجائے اور زمین گرم ہو جائے۔

نماز چاشت کی بارہ رکعت ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، مَنْ صَلّٰی اِثْنَیْ عَشَرَ رَکْعَۃً بَنَی اللّٰہُ لَہٗ قَصْرًا مِّنْ ذَھَبٍ فِی الْجَنَّۃِ ترجمہ: جو شخص چاشت کی بارہ رکعات ادا کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اُس کے لیے جنت میں چاندی کا محل بنائے گا۔ ایک روایت میں آٹھ رکعت بیان کیا گیا ہے۔ ایک میں چھ رکعت بھی بیان کیا گیا ہے۔

اِنَّہٗ کَانَ لِلْاَوَّابِیْنَ غَفُوْرًا (وہ اَوّابین کو بخشنے والا ہے) کی آیت کی تفسیر کرتے ہوئے بعض مفسرین نے لکھا ہے۔ کہ اَوّابین سے مراد وہ لوگ ہیں۔ جو نماز چاشت ادا کرتے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے صَلٰوۃُ الْاَوَّابِیْنَ حِیْنَ تَرْمَضُ الْفِصَالُ۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ نماز اوّابین اس وقت پڑھنی چاہیے جب سنگریزے گرم ہو جائیں۔ اور اونٹنی کا بچہ زمین پر پاؤں رکھے تو جلنے لگے۔ بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ نماز اوّابین شام اور عشاء کے درمیان ادا کی جاتی ہے۔ اور چھ رکعت پڑھنی ضروری ہیں۔ اگر ہو سکے تو شام سے لے کر عشاء تک مسجد میں بیٹھے۔ اور باطن اسباق پڑھتا رہے کیونکہ اس کا بہت ثواب ہے۔ مجھے میرے خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے یہی طریقہ بتایا ہے۔

بعض فوائد حضرت خواجہ نے اس فقیر کو یاد کرائے ہیں وہ آپ کے خلیفہ حضرت خواجہ علاء الدین رحمہ اللہ علیہ نے بیان کیے ہیں:

حضرت خواجہ فرماتے ہیں کہ مجھے امیر نے خود فرمایا تھا۔ کہ جب تک لقمہ پاک نہ ہو اصل مقصود حاصل نہیں ہو سکتا۔ بعض حضرات نے کہا ہے کہ ہم تو دریا بن گئے ہیں

خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے کھانے سے احتراز فرمایا۔ اور غضب شدہ بکری کا گوشت نہیں کھایا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: یاایھا الذین اٰمنوا لَا تَاْکُلُوْا اَمْوَالَکُمْ بَیْنَکُمْ بِالْبَاطِلِ اے مسلمانو! ایک دوسرے کا مال دھوکے فریب سے نہ کھاؤ۔ یعنی شریعت نے اگر اجازت نہیں دی تو دوسرے کا مال نہ کھاؤ۔ صحابہ کرام نے نماز و روزہ میں اتنی کثرت نہیں کی۔ جتنی انہوں نے لقمۂ حلال کھانے میں احتیاط کی تھی۔ وہ کہا کرتے۔ کہ حدیث پاک میں ہے اَلْعِبَادَۃُ عَشْرَۃُ اَجْزَاءٍ۔ تِسْعَۃٌ مِنْھَا طَلَبُ الْحَلَالِ۔ یعنی عبادت کے دس حصے ہیں۔ ان میں سے نو حصے تو لقمۂ حلال کی طلب کا نام ہے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ درویش کو بلند ہمت ہونا چاہیے۔ ماسوی اللہ کسی چیز کی طرف التفات نہ کرے۔ اور دنیا کے واقعات پر مغرور نہ ہو جائے۔ طاعت کی قبولیت کی دلیل اس سے بڑھ کر اور نہیں ہے۔

چوں غلام آفتابم ہم آفتاب گویم
نہ شم نہ شب پرستم کہ حدیث خواب گویم

وہ اس بات کا خیال رکھے کہ مظہر قبض وبسط ہو جائے شَرُوْا فِیْ اَنْفُسِکُمْ اَفَلَا یُبْصِرُوْنَ نیز فرمایا: اَلْقَبْضُ وَالْبَسْطُ فِی الْوَلِیِّ کَالْوَحْیِ لِلنَّبِیِّ ولی اللہ میں قبض اور بسط ایسا ہی ضروری ہے جیسا کہ نبی کے لیے وحی کا آنا ضروری ہے۔ فرمایا کرتے تھے۔ ہم نے جو کچھ پایا ہے۔ علو ہمت سے ہی پایا ہے۔ اس غلام کو جب آپ نے اپنی کلاہ مبارک عطا فرمایا تھا۔ تو فرمایا۔ اسے نگاہ میں رکھو۔ جب اسے دیکھو تو ہمیں یاد کر لیا کرو۔ اس کی برکات تمہارے سارے خاندان پر ہوں گی۔

ایک دن خواجہ علاء الدین رحمۃ اللہ تشریف لائے۔ فقیر بڑا غمزدہ بیٹھا ہوا تھا۔ فرمانے لگے۔ تمہیں کس چیز کا غم ہے۔ میں نے عرض کیا۔ آپ کو معلوم ہی ہے فرمانے لگے۔ اس شعر کا کیا مطلب ہے؟

باذات نہادہ در صفا تیم ہمہ موصوف صفت بخرہ ذاتیم ہمہ
تا در صفتیم جملہ ما ئیم ہمہ چوں رفت صفت عین حیا تیم ہمہ

یہ اشعار حکیم سنائی قدس سرہٗ نے کہے تھے۔ اس کا مطلب بیان کر کے مجھے پوچھا اب تم بتاؤ۔ ان اشعار کا کیا مطلب کرو گے۔ میں نے عرض کی۔ یہ تجلی ذات کی طرف اشارہ ہے۔ وَنَفَخْتُ فِیْہِ مِنْ رُّوْحِیْ کا مطلب اسی سے واضح ہوتا ہے پھر آپ نے فرمایا۔ اب تمھیں کس چیز کا غم ہے؟

ع جاناں تو کجا و ما کجائیم

ایک دفعہ حضرت خواجہ رحمہ اللہ نے مجھے فرمایا۔ کہ صِلْ مَنْ قَطَعَکَ وَاَعْطِ مَنْ حَرَمَکَ وَاعْفُ عَمَّنْ ظَلَمَکَ۔ یہ بہت بڑی سعادت ہے۔ مطلب یہ ہے "جو تم سے کٹ گیا ہے اُس سے ملو۔ جس نے تجھے محروم کر دیا ہے۔ اسے تم دیتے رہو۔ جس نے تمہیں ظلم کا نشانہ بنایا ہو۔ اسے معاف کر دو۔" یہ ساری باتیں نفس کی خواہشات کے خلاف ہیں۔ اس میں بہت سے فائدے ہیں۔ آپ فرمایا کرتے تھے۔ کہ حدیث شریف میں ہے: اَلْفُقَرَاءُ جُلَسَاءُ اللّٰہِ تَعَالٰی اَیِ الْمُقَرَّبُوْنَ غَایَۃَ الْقُرْبِ یعنی فقیر اور صبر کرنے والے اللہ کے ہم نشین ہیں۔ قیامت میں وہ انتہائی طور پر اللہ تعالیٰ کے قریب ہوں گے۔ اس کی رحمت کے قریب ہوں گے۔ آپ نے فرمایا: فقر دو قسم کا ہوتا ہے۔ اختیاری اور اضطراری۔ اضطراری اختیاری سے افضل ہے کیونکہ اختیاری بندہ کی نسبت سے قریب ہے۔ مگر اضطراری محض حکم خداوندی سے وارد ہوتا ہے۔ فرمایا کرتے تھے۔ فقر کے بغیر ظاہر اور باطن کا کام مکمل نہیں ہوتا۔

خواجہ علاء الدین رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے۔ کہ تمام قرآن نفی وجود کی طرف اشارہ ہے۔ حقیقت میں سنت کی متابعت اور طبیعت کی مخالفت بڑی مشکل بات ہے۔ اس میں یہ اشارہ ہے

ازانم گبرمے خوانند کہ از مادر زنا کردم ازاں مادر کہ من زادم دگر بارہ شدم جفتش

مادر سے مراد طبیعت ہے۔ اپنے اختیارات کو ترک کر دینے سے تمام جزئیات اور کلیات اللہ کے سپرد کر دینا ہے۔ لَا یَنطِقُ وَ لَا یَبصُرُ کا یہی مقام ہے حَسَنَاتُ الْاَبْرَارِ سَیِّئَاتُ الْمُقَرَّبِیْنَ (عام لوگوں کی نیکیاں مقربین کی برائیوں کے مشابہ ہوتی ہیں) اسے مراد وہ طاعت ہے کہ جو چیز ابرار کے لیے نیک ہے۔ مقربانِ حق کے لیے گناہ ہے۔

فرمایا کرتے تھے۔ کہ سالکوں کی دو قسمیں ہیں۔ بعض تو طرح طرح کی ریاضتیں اور مجاہدے اللہ کے فضل سے پالیتے ہیں۔ اور عمل کو ملاحظہ میں نہیں لایا جاتا۔ اور یہ طائفہ بہت جلدی اپنی منزلِ مقصود کو پالیتا ہے الحقیقۃ ترک ملاحظۃ الْعَمَلِ۔ ہمارے پیر اور مربی فرمایا کرتے تھے۔ عمل کو ترک نہ کرو۔ لیکن عمل کرو گراں بہا کرو۔ ہمارے خواجہ رحمۃ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ ہم بائیس۲۲ سالک تھے۔ ان سب میں سے صرف مجھے فضل خدا تعالیٰ نے نوازا۔ یعنی مقام قطبیت تک پہنچا دیا۔ پھر فرمایا بیس سال ہو گئے ہیں کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے مقام بے صفتی پر مشرف فرمایا۔ اس مصرع میں اسی طرف اشارہ ہے۔ ؎

تا در صفتیم جملہ مائیم ہمہ !

میں نے خواجہ علاء الدین رحمۃ اللہ علیہ سے سنا ہے۔ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت خواجہ محمد علی حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تصانیف میں لکھتے ہیں کہ بخارا میں ایک مجذوب ظاہر ہوں گے۔ انہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولایت سے چار دانگ عالم نصیب ہوں گے۔ اور وہ میں ہوں۔ فرماتے تھے میں دو بارہ حجاز مقدس گیا۔ اس طریقہ سے کہ کسی کو ایسے جانے کی قابلیت نہیں تھی۔ فرمایا کرتے تھے۔ اس آیۃ کریمہ میں جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا رَبِّ اَرِنِیْ کَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰی قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ قَالَ بَلٰی وَلٰکِنْ لِّیَطْمَئِنَّ قَلْبِیْ۔ اس میں مراد اطمینان قلب ہے۔ تاکہ حضرت ابراہیم مظہر صفات حیا ہو جائیں۔ مزید فرمایا کرتے تھے: لَا تَخَافُوْا وَ لَا تَحْزَنُوْا اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ

پھر اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ وَجِلَتْ قُلُوْبُھُمْ آیات آپس میں کوئی تعارض نہیں رکھتے۔ کیونکہ پہلی آیت میں اولیاء اللہ کے حزن اور خوف کو سلب کیا گیا ہے۔ اور وعدہ الوہیت کی صفت جمالی کی نسبت سے ہے۔ اور ایک اور آیت کریمہ فَمَنْ یَّکْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ سے مراد ماسوی الحق ہے۔ حضرت خواجہ قدس سرہٗ فرمایا کرتے تھے۔ ہمارا روزہ ہماری نفی ہے۔ ہماری نماز کَاَنَّکَ تَرَاہُ (گویا تم اسے دیکھ رہے ہو) کا صحیح نمونہ ہے۔ فقیر کو یہ بیت آپ کی زبان سے ادا شدہ یاد ہے۔

تا روئے ترا ندیدم اے شمع طراز ۔۔۔ نے کارکنم نہ روزہ دارم نہ نماز
بے تو بوم نماز من جملہ مجاز ۔۔۔ چو با تو بوم مجاز من جملہ نماز

اس شعر کا مطلب یہ ہے۔ مقصود کے حاصل ہو جانے کے بعد معلوم ہوتا ہے۔ کہ جو عبادت اللہ کے لائق ہے۔ اس کا ادا کرنا محال ہے۔ مَا قَدَرُوا اللّٰہَ حَقَّ قَدْرِہٖ پھر مَا عَظَّمُوا اللّٰہَ تَعَالٰی حَقَّ تَعْظِیْمِہٖ اس پر دلالت ہے۔ آپ فرمایا کرتے تھے۔ اگر تمہیں یار عیب یار کی خدمت ہو تو بغیر یار کے رہو۔ یہ بیت پڑھا کرتے تھے:

بندہ حلقہ بگوش ار نہ نوازی بر ود
لطف کن لطف کہ بیگانہ شود حلقہ بگوش

آپ فرمایا کرتے تھے۔ کہ اخلاص کی حقیقت فنا ہونے کے بعد ہی حاصل ہوتی ہے۔ جب تک بشریت غالب ہو گی۔ تو اخلاص میسر نہیں ہو سکتا۔ یہ بیت پڑھا کرتے تھے:

ساقی قدحے ازکہ نیم مستیم ۔۔۔ مخمور صبوحے الستیم
مارا تو بما کہ تا ما ۔۔۔ با خویشتنم بت پرستیم

اَلْحَمْدُ یَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ عَلٰی تَوْفِیْقِ الْاِتْمَامِ وَالسَّلَامُ عَلٰی خَیْرِ الْاَنَامِ

اصطلاحاتِ نقشبندیہ

مولٰنا الشاہ محمد ھدایت علی نقشبندی

حضراتِ نقشبندیہ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین نے اپنے طریقہ کی بنا گیارہ کلمات پر رکھی ہے کہ وہ اصطلاحی ہیں اور اشغال و اعمال کی طرف اشارہ ہے وہ یہ ہیں (۱) ہوش در دم (۲) نظر بر قدم (۳) سفر در وطن (۴) خلوت در انجمن (۵) یاد کرد (۶) بازگشت (۷) نگہداشت (۸) یادداشت۔ یہ آٹھ کلمات خواجہ عبد الخالق غجدوانیؒ سے اور ان کے بعد تین اصطلاحیں خواجہ بہاء الدین محمد نقشبند رحمۃ اللہ علیہما سے مروی ہیں۔ (۱) وقوف زمانی (۲) وقوف قلبی (۳) وقوف عددی۔ اب میں ان کلمات کی اپنی حیثیت کے موافق شرح کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ مجکو اور سب مسلمانوں کو ان پر عمل کی توفیق عنایت فرمائے، کیونکہ مقصود علم سے عمل ہے۔

(۱) **ہوش در دم** سے مراد ہے کہ ہمیشہ ہوشیار رہے، اور تلاش میں رہے کہ کوئی سانس غفلت یا معصیت میں تو نہ گزرا، اگر معلوم ہوجائے تو استغفار کرے، اور مبتدی کے واسطے بہت ضروری ہے کہ کوئی سانس اس کا غفلت میں نہ گزرے، یہاں تک سنبھال رکھے کہ حضور دائمی کو پہنچ جائے، اور وقوفِ زمانی بھی یہی معنی رکھتا ہے، اتنا فرق ہے کہ ہوش در دم مبتدی کے واسطے ہر وقت ہر لحظہ ہر لمحہ کی سنبھال ہے اور وقوف زمانی متوسط کے واسطے مناسب ہے کہ کچھ کچھ دیر بعد سنبھال کرے، اور وقوفِ زمانی کو صوفیہؒ محاسبہ بھی کہتے ہیں اور حدیث شریف میں وارد ہوا ہے کہ "ہوشیار وہ شخص ہے جس نے اپنے نفس کو ڈرایا، اور مابعدِ موت کے واسطے عمل کیا"۔ اور امیر المومنین حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے خطبہ میں فرمایا کہ اپنی حالتوں کا محاسبہ کرو قبل اس کے کہ تم سے حساب لیا جائے، اور ان کا وزن کرو قبل اسکے

کہ وزن کئے جائیں اور مستعد ہوجاؤ عرضِ اکبر کے واسطے یعنی خدا کا سامنا جو قیامت میں ہوگا اس دن تم سامنے کئے جاؤ گے، تمھاری کوئی چیز نہ چھپ سکے گی" اور اللہ تعالےٰ نے کلام پاک میں فرمایا ہے وَاَنِیْبُوْا اِلٰی رَبِّکُمْ وَاَسْلِمُوْا لَہٗ مِنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَکُمُ الْعَذَابُ
(ترجمہ: اے بندو! اپنے پروردگار کی طرف رجوع کرو۔ اور اس کے لئے اسلام لاؤ۔ اس سے پہلے کہ تم پر عذاب آئے) اور نیز قول اللہ تعالےٰ کا اَلْیَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰٓی اَفْوَاھِھِمْ وَتُکَلِّمُنَآ اَیْدِیْھِمْ وَتَشْھَدُ اَرْجُلُھُمْ بِمَا کَانُوْا یَکْسِبُوْنَ
(ترجمہ: قیامت کے دن ہم ان کے مونہوں پر مہر کریں گے، اور ان کے ہاتھ ہم سے بات کریں گے اور گواہی دیں گے ان کے پاؤں اس بات کی جو کچھ کہ وہ کیا کرتے تھے) اسی مطلب میں مولٰنا رومیؒ فرماتے ہیں:

روزِ محشر ہر نہاں پیدا شود — خود بخود ہر مجرم رسوا شود

قیامت کے دن ہر چھپی ہوئی بات ظاہر ہوجائے گی — اور خود بخود ہر مجرم اپنی خطاؤں کے اظہار سے ذلیل ہوگا

(۲) نظر بر قدم۔ یعنی اپنی نگاہ پیروں کی طرف رکھنا۔ یہ ایک کلمہ ہے، لیکن بہت سی خوبیوں سے پُر ہے۔ سب سے افضل بات یہ ہے کہ نیچی نظر رکھنا سنت ہے، سالک کو چاہیئے کہ اپنی نظر پاؤں کی طرف رکھے، تاکہ نامحرم عورتوں پر نظر نہ پڑے، حدیث شریف میں وارد ہوا ہے کہ "عورت نامحرم پر نظر پڑنا ایک تیر ہے زہر آلود۔ کہ بغیر ہلاکت کے چارہ نہیں" ہلاکت سے مراد نقصان ایمان اور رسوائی اور تباہی دارین ہے۔ دوسرے یہ فائدہ ہے کہ مکان دکان وغیرہ وغیرہ کے رنگ برنگ اشیاء پر نظر پڑنے سے خیال منتشر ہوتا ہے، اور یکسوئی جو خدا کی طرف طالب کی ہوتی ہے اس میں فرق آتا ہے۔ تیسرے اس سے مراد یہ ہے، کہ بدی اور نیکی کے قدم کو دیکھ کر کونسا قدم غالب ہے، اگر برائی میں قدم آگے دیکھے تو کمی کو دا...

پیچھے ہٹائے، اور نیکی کے قدم کو آگے بڑھائے، چوتھی مراد یہ ہے کہ اپنے قرب کو دیکھے کہ تیری ترقی کا قدم کس جگہ ہے، پانچویں مراد یہ ہے کہ اپنی ولایت کو دیکھے کہ کس نبیؑ کے قدم کے نیچے ہے کہ جس کی تشریح تفصیل طریقہ مجددیہ میں درج ہے۔

وقتِ رفتن بر قدم باید نظر — ہست سنتِ حضرتِ خیر البشر
چلتے وقت پاؤں پر نظر ہونی چاہیئے — کیونکہ یہ نبی کریم صلعم کی سنت ہے
اندریں حکمت بس است و بیشمار — دیدہ خواہد طالبِ حق آشکار
اس میں بہت سی حکمتیں ہیں — کہ جس کو طالبِ خدا صاف دیکھیگا!
اتباع حضرت محمد مصطفےٰ — میرساند نزد حق جل وعلا
نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی پیروی — اللہ تعالیٰ تک پہنچاتی ہے!

(۳) سفر در وطن، اس سے مراد یہ ہے کہ آدمی صفاتِ بشریہ کو چھوڑ کر صفاتِ ملکیہ کو حاصل کرے، یعنی طلبِ جاہ و مال، عجب، حسد، بغض، کینہ، تکبر سے دل کو پاک کرے جبتک یہ خصائلِ رذائل دل میں بھری ہونگی تو نورِ خدا کا گذر کیونکر ہو سکتا ہے، اسی واسطے حضرت بوعلی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں،

صد تمنا در دلا داری فضول — کے کند نورِ خدا در دل نزول
سینکڑوں آرزئیں لغو تو دل میں رکھتا ہے — (تو پھر) کب خدا کا نور تیرے دل میں نازل ہو گا

اور مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں،

ہم خدا خواہی و ہم دنیائے دوں — ایں خیال ست و محال ست و جنوں
تو خدا کو بھی چاہتا ہے اور ذلیل دنیا کو بھی — یہ محض خیال اور جنون اور محال بات ہے

جس چیز کی محبت سوائے خدا کے ہے، یہی اُس کا بُت ہے، جبتک بتخانہ کو توڑ کر

خانۂ خدا نہ بنائے گا، عنداللہ بت پرست کہلائیگا ۔ اسی معنی میں حضرت بو علی شاہ قلندرؒ فرماتے ہیں،

بت پرستی می کنی ہم بُت گری　　　　شد دلت رشکِ بتانِ آذری

تو بُت پرستی کرتا ہے اور بُت بناتا بھی ہے (یہاں تک) کہ تیرا دل آذر کے بتوں کیلئے باعث رشک ہے

اور حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سفر در وطن سے مراد یہ ہے کہ سیر آفاقی کو چھوڑ کر سیر انفسی کی طرف سفر کر۔

حضرت غلام علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث شریف کی شرح میں فرماتے ہیں کہ ارشادِ نبوی صلعم ہے کہ جس گھر میں تصویر ہوتی ہے اُس گھر میں رحمت کے فرشتے نہیں آتے، لہٰذا جس دل میں خیال غیر خدا ہے وہ دل بھی مستحق نزول رحمت نہیں ہوتا، امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس نے اللہ کی محبت کا خالص مزا چکھا تو اُس نے اسکو طلبِ دنیا سے باز رکھا، اور سب لوگوں سے وحشی کر دیا۔

کینہ و بغض و حسد حقد و ریا !　　　　خودسری خود بینی و مکر و دغا

کینہ . بغض، حسد، حقد اور ریا　　　　خودسری خود بینی اور مکر و دغا

این خصائل ناقصہ را دور کن (مولف)　　　　قلبِ خود از یادِ حق معمور کن

یہ بری عادتیں چھوڑ دے　　　　اور اپنے دلکو یادِ خدا سے آباد کر

تا شود قلب سیہ نور و ضیا　　　　تا شود خانہ دلت خانہ خدا

تاکہ تیرا سیاہ دل منور و روشن ہو جائے　　　　اور تیرا دل خانۂ خدا بن جائے

(۴) **خلوت در انجمن** کا مطلب یہ ہے کہ دل سے خدا کے ساتھ مشغول ہے اپنے تمام حالات میں، یعنی کھانے، پینے، بات کرنے، پڑھنے، پڑھانے، چلنے پھرنے

پھرنے اور سونے وغیرہ میں، چاہے حالت اُسکی پاکی کی ہو یا ناپاکی کی، یہانتک مشغول رہے کہ توجہ اللہ کی طرف راسخ یعنی خوب پختہ ہو جائے، اسی واسطے حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے اور اشارہ ہے، حق تعالیٰ کے اس ارشاد کا رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللهِ (ترجمہ: میرے بندے وہ لوگ ہیں کہ جن کو سوداگری اور لین دین میرے ذکر سے غافل نہیں کرتا) اور دل بیار دست بکار اسی آیت شریف کا ترجمہ ہے، اور حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ سفر در وطن میں خلوت در انجمن کا مطلب حاصل ہو جاتا ہے، خلوت در انجمن سے یہ مراد ہے کہ آدمیوں میں اس کا جسم موجود ہے، اور دلمیں سوائے خدا کے کسی کا خیال نہ ہو اور یہ بات ساتھ بے تکلفی کے ہو، تو پھر یہ لباس فقرا رنشان سند ہونا اور ہمیشہ متعلق بہ ذکر خدا رہنا اس طرح پر کہ لوگوں پر مخفی نہ رہے، اسمیں اکثر دکھانے اور سنانے کا گمان ہوتا ہے، تو بہتر یہ ہے کہ وضع اور لباس ایسا ہونا چاہیئے کہ جیسے خواجہ میر درد رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب میں فرماتے ہیں کہ نہ میں لباس عالموں کا سا پہنتا ہوں کہ لوگ مجھکو عالم کہیں اور نہ درویشوں کا سا پہنتا ہوں کہ لوگ مجھ کو درویش کہیں، اور نہ لباس ملامت کا پہنتا ہوں جس سے عاقبت میں مواخذہ ہو، بلکہ عام لوگوں کا سا لباس پہنتا ہوں کہ جس میں ان تمام باتوں سے بچا رہوں، جسطرح خواجہ میر درد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، صحابۂ کبار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا بھی یہی طریقہ تھا کہ مثل عام لوگوں کے رہتے تھے، اور کوئی شان درویشی وغیرہ کی ظاہر نہ کرتے تھے، اور یہی طریق حضرات نقشبندیہ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کا ہے، اور یہی مضمون حدیث قدسی کا ہے

یک باں پنہاں است در لبہائے وے   دو دہاں داریم گویا ہمچو نے

بانسری کی طرح دو دہن رکھتا ہوں (جیسے) ایک منہ خدا کے ہونٹوں میں ہے یعنی جو کچھ الہام خدا تعالیٰ فرماتا ہے میں وہی کہتا ہوں

مولف عرض کرتا ہے :

ایں چنیں فرمود بہر طالباں   عبد خالق پیشوائے عارفاں

حضرت عبدالخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس طرح فرمایا ہے، طالبانِ حق کیلئے

کار نے آید دریں جا گوشِ گل   ایں نصیحت بشنوید از گوشِ دل

(چنانچہ) اس نصیحت کو دل لگا کر سنو   یہاں مٹی کے کان کام نہیں آئینگے

قلبِ با حق قالبِ در انجمن   بندگاں باید کہ در وقتِ سخن

بندوں کو چاہیئے کہ بات چیت کرتے وقت (یعنی ہر وقت) دل خدا کے ساتھ ہو، اور جسم محفل میں

۵. یاد کرد : یاد کرد سے مراد یہ ہے کہ ہمیشہ اللہ کا ذکر کرے۔ ذکر اسم ذات کا یا نفی اثبات کا، یعنی کلمۂ شریف کا کہ جو مرشد سے پہنچا ہو، اور ذکر اسقدر کرے کہ حق تعالیٰ کی حضوری حاصل ہو جائے، حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ "مقصود ذکر سے یہ ہے کہ دل ہمیشہ حضرت حق کے ساتھ حاضر رہے، بوصف محبت اور تعظیم کے اس واسطے کہ ذکر یعنی یاد دفعِ غفلت کا نام ہے حضرت علاؤالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

گر خبر داری ز عدل و داد حق   باش دائم اے پسر در یادِ حق

اگر تجھے خدا کے انعامات کی خبر ہے   اے عزیز! ہمیشہ یادِ حق میں رہا کر

۶. باز گشت :۔ باز گشت یعنی رجوع کرنا پھرنا۔ اس سے مراد ہے کہ تھوڑے تھوڑے ذکر کے بعد تین بار یا پانچ بار مناجات کی طرف رجوع کرے، کیونکہ یہ دعا حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کی ہے "الٰہی مقصودِ من توئی و رضائے تو، محبت و معرفتِ خود بدہ یعنی

اے اللہ میرا مقصود تو ہی ہے اور تیری خوشنودی، اپنی محبت اور معرفت عطا فرما "۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، کہ ہمارے حضرت والد بزرگوار شاہ عبدالرحیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس دعا کو بار بار پڑھنا شرط عظیم فرماتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ: طالب کو نہیں لازم ہے کہ اس سے غافل رہے اسواسطے کہ جو ہم نے پایا اسکی برکت سے پایا، مقصد اس دعا کا یہ ہے کہ جو ذکر فکر سے سرور یا کوئی نور یا کوئی چیز عالم غیب کی نظر آئے تو طالب اُس پر مغرور نہ ہو اور اُس کو اپنا مقصد نہ سمجھ لے، کیونکہ ذات خدا تو کجا اسماء و صفات الٰہی میں سے ایک صفت میں اگر لاکھوں برس سیر سالک رہے، جب بھی ختم نہ ہو، لہٰذا یہ دعا سب کو قطع کر کے ذات حق سے قریب کرتی ہے اسی وجہ سے خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے

"ہرچہ دیدہ شد و شنیدہ شد و دانستہ شد آں ہمہ غیر است بحقیقت کلمہ لا نفی آں باید کرد"

جو کچھ دیکھا جائے اور سنا جائے اور جانا جائے وہ سب غیر خدا ہے کلمہ طیبہ کے لا سے سب کی نفی کر دینی چاہیے

اسی مطلب میں مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اے برادر بے نہایت درگہیست ہر کجا کہ می رسی بر وے مایست

اے بھائی خدا کی بے انتہا درگاہیں ہیں جب تو کسی درگاہ پر پہنچ جائے اسکو نہایت جانکر مت ٹھیر

۷۔ **نگہداشت**، نگہداشت سے مراد ہے کہ ذاکر حق خطرات اور احادیث نفس کو ہانکے اور دور کرے، یعنی جو خیالات اور وسوسے دل میں غیر خدا کے آئیں تو سالک اُن کو نہ آنے دے اسی واسطے خواجہ بزرگوار محمد نقشبند رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: سالک کو لائق ہے کہ خطرہ کو اُسکے ابتدائے ظہور میں روک دے اسواسطے کہ جب ظاہر ہو چکے گا تو نفس اس کی طرف مائل ہو جائے گا اور وہ نفس میں اثر کریگا، پھر اُس کا دور کرنا مشکل ہوگا، یہ نگہداشت طریقہ ہے حاصل کرنے ملکہ خلوِ تختہ ذہن کا خطرات و وساوس کے خطور کرنے سے "یعنی دنیا کے خیالات دل پر نہ جمیں اور دل مثل آئینہ کے صاف

رہے اور جو فیضانِ باطن آئے، اُسکا عکس دل میں پڑے۔ اور جب آئینۂ دل خالی نہیں ہے تو اسمیں ظہورِ انوار و برکاتِ الٰہی کہاں ہو سکتا ہے۔ چنانچہ مولٰنا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں؛

پنبۂ وسواس بیروں کن زگوش | تا بگوشت آید از گردوں خروش
وسوسوں کی روئی کان سے باہر نکال | تاکہ تیرے کان میں آسمان سے آواز آئے
تا کنی فہم آن معمہاش را | تا کنی ادراک امر فاش را
تاکہ تو ان اسرار کو سمجھ سکے اور | تاکہ تو راز کی باتوں کو جان سکے

حضرت مولانا شاہ عبد العزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "خطرہ کو دل میں ساعت دو ساعت بھی نہ رکھنا چاہیئے۔ بزرگوں کے نزدیک یہ امر اہم ہے اور اولیائے کاملین کو یہ دولت تا زماں حاصل رہتی ہے"، یعنی عرصہ تک۔

عبد خالق پیشوائے اولیاء | برگزیدہ رہنمائے اتقیا
حضرت عبد الخالق رحمۃ اللہ علیہ جو اولیاء کے پیشوا ہیں (اور) | مقبول بندۂ خدا کے اور متقیوں کے راستہ دکھلانے والے ہیں
ایں چنیں فرمود بہرِ مومناں (مومن) | از خدا غافل مشو تو یک زماں
اُنھوں نے اسطرح فرمایا ہے مومنوں کیلئے | کہ خدا سے تھوڑی دیر بھی غافل نہ رہے
کوشش آور دل نیاید فکرِ غیر | نے رود فکرِ دلِ طالب بغیر
اسقدر کی کوشش کر کہ تیرے دل میں خیال غیر خدا نہ کئے | اور طالب کے دل کا خیال سوائے خدا کے کسی طرف نہ جائے

۸۔ **یادداشت:** یادداشت سے یہ مطلب ہو کہ توجہ صرف جو خالی ہے الفاظ اور معنی سے واجب الوجود کی حقیقت کی طرف منتقل ہو جانا اور شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی فرماتے ہیں اپنے والدِ بزرگ شاہ عبد الرحیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ذریعہ سے کہ "حق بات یہ ہے کہ ایسا توجہ رہنا بالاستقامت حاصل نہیں ہوتا، مگر بعد فنائے تام اور بقائے کامل کے" انشاء اللہ تعالیٰ فنائے تام اور

بقائے کامل کی شرح فصل ولایت صغریٰ میں کیجائیگی، اگر ضرورت ہو تو اس جگہ دیکھ لینا چاہئیے:

سوال: یادکرد، نگہداشت یادداشت، ان میں کیا فرق ہے؟

جواب: یادکرد، نگہداشت میں طالب اپنی کوشش سے رب کیطرف مخاطب ہوتا ہے

اور یادداشت میں بلاکوشش خودبخود قلب خدا کیطرف مشغول و مخاطب رہتا ہے:

یادداشت حاصل شود بعد از فنا — بلکہ حاصل می شود بعد از بقا

یادداشت فنائے تام کے بعد حاصل ہوتی ہے — بلکہ بعد بقائے کامل کے

بعد ازیں غافل نہ باشد یک زماں (مولف) — خواہ باشد فرح و غم سود و زیاں

اسکے بعد تھوڑی دیر بھی خدا سے غافل نہ رہے — خواہ اُسے خوشی ہو یا رنج فائدہ ہو یا نقصان

در جماعت اولیاء داخل شود — نزدِ جملہ طرق او واصل شود

وہ شخص جو فنا و بقا سے مشرف ہو چکا وہ اولیائے — اور متفقہ طور پر وہ واصل بحق ہے

۹۔ وقوف زمانی ۔ وقوفِ زمانی کی شرح ہوش دردم میں ہو چکی ہے

ہوش دردم اور وقوفِ زمانی یہ قریب قریب ایک ہی مطلب پر ہیں۔

۱۰۔ وقوف عددی ۔ وقوف عددی سے مراد ہے واقف رہنا سالک کا اثنائے

ذکر میں۔ جب ذکر حق کرے تو طاق یعنی وتر کرے جیسے ۳۔۵۔۷۔۹۔۱۱ وغیرہ اس میں مناسبت

ہے ذات حق کیساتھ، کیونکہ ارشاد ہے اللّٰہُ وِترٌ وَّ یُحِبُّ الوِتْرَ (ترجمہ؛ خدا ایک ہے

اور اکیلے کو دوست رکھتا ہے۔

۱۱۔ وقوف قلبی : وقوف قلبی سے مراد ہے کہ سالک ہر وقت ہر آن ہر لحظہ اپنے قلب

طرف توجہ رہ جائے اور خطرات اور وسوسے دل میں داخل نہ ہوں، خصوصاً وقت ذکر کے اسکا پورا پورا خیال رکھے، اسی واسطے حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ نے حبسِ دم اور رعایتِ عدد کو ذکر میں لازم نہیں فرمایا۔ بلکہ فوائد میں داخل فرمایا ہے اور وقوف قلبی تو حضرت خواجہ کے نزدیک بہت ضروری اور رکن عظیم ہے اور دار و مدار طریقۂ نقشبندیہ کا اسی پر ہے۔ کسی نے خوب کہا ہے:

عَلٰی بیضِ قَلْبِکَ کُن کأنَّکَ طائِرٌ فمن ذٰلکَ الاحوالِ فیکَ تَوَلُّدٌ

اپنے دل کے انڈے پر پرندے کی طرح ہو جا اور بیٹھ پس اس طریقہ سے جس طرح انڈے سے بچہ پیدا ہوتا ہے تیرے دل میں نور الٰہی پیدا ہوگا

حضرت خواجہ عبیداللہ احرار قدس سرہٗ

— از پیرزادہ علامہ اقبال احمد فاروقی

حضرت خواجہ ناصر الدین عبیداللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ ماہ رمضان ۸۰۶ھ میں تاشقند کے موضع باغستان (توران۔ ایران) میں پیدا ہوئے، چار سال کی عمر میں ہی معرفت الٰہیہ سے آگاہی کی دولت نصیب ہوئی اگرچہ ظاہری علوم کی تحصیل کے لیے مکتب میں زیرِ تعلیم رہے مگر معرفت الٰہیہ کی نسبت کا غلبہ رہا۔ آپ فارغ اوقات میں بزرگانِ دین کے مزارات کی زیارت کرتے اور ان پر بار بار جاتے آپ کے ماموں خواجہ ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی تعلیم کی طرف خصوصی توجہ دی چنانچہ تاشقند کے علماء سے تحصیلِ علم کے بعد آپ کو سمرقند کے دارالعلوم میں داخل کرایا گیا۔ اس وقت سمرقند کا تاریخی شہر خواجہ فضل اللہ ابواللیثی کے علم و فضل سے معمور تھا۔ آپ نے تفسیر بیضاوی خواجہ فضل اللہ سے ہی پڑھی۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد پورے سات سال عالم اسلام کے سفر میں گزارے۔ دورانِ سفر آپ کو حضرت خواجہ علاؤالدین عطار کے خلیفہ مولانا نظام الدین سے استفادہ کا موقعہ ملا۔ آپ کے متعلق ایک بزرگ نے مولانا نظام الدین سے پوچھا تو استاد مکرم نے فرمایا "یہ نوجوان خواجہ عبیداللہ ہیں جو عنقریب سلاطینِ عصر پر اپنا تسلط جمائیں گے" سمرقند میں ہی آپ کو سید قاسم تبریزی کی صحبت ملی۔ بخارا جاتے ہوئے شیخ سراج الدین کلال کی مجلس سے استفادہ کیا۔ بخارا میں مولانا حسام الدین شاشی (جو حضرت امیر حمزہ

بن سید امیر کلال کے خلیفہ اول تھے) اور خواجہ علاء الدین عجدوانی کی علمی اور روحانی مجالس سے بہرہ ور ہوئے۔ خراسان سے ہوتے ہوئے ہرات میں آئے جہاں سیّد قاسم تبریزی، شیخ بہاء الدین عمر اور شیخ زین الدین خوافی قدس سرہم کی خدمت میں حاضر رہے۔

قیامِ ہرات ہی میں آپ نے حضرت خواجہ یعقوب چرخی کے فضائل سنے تو ملاقات کا شوق پیدا ہوا۔ آپ چغانیاں سے ہوتے ہوئے ہفتو جو خواجہ یعقوب چرخی کا گاؤں تھا پہنچے، آپ خود بیان کرتے ہیں "میں چغانیاں میں کچھ دنوں کے لیے بیمار رہا۔ بیماری کے دوران کچھ لوگوں نے حضرت مولانا چرخی کی غیبت کی جس سے میرا دل بہت مکدّر ہوا۔ چاہا۔ لوٹ جاؤں مگر پھر جذبہ کشاں کشاں مجھے مولانا کی صحبت میں لے گیا۔ وہ بڑی محبت اور عنایت سے پیش آئے۔ اور مختلف موضوعات پر گفتگو فرماتے رہے۔ دوسرے دن حاضرِ خدمت ہوا تو آپ نے التفات نہ فرمایا اور نہایت درشتی سے پیش آئے۔ میں سمجھ گیا۔ کہ، غیبت کا سننا۔ اور غیروں کی نامناسب باتوں پر توجہ دینے پر تنبیہ ہے۔ یہ خیال آتے ہی آپ مجھ پر دوبارہ شفقت فرمانے لگے اور ہاتھ بڑھا کر فرمایا یہ ہاتھ پکڑ لو۔ چونکہ آپ کی پیشانی پر ایک سفید داغ تھا مجھے شک گذرا کہ یہ برص ہے۔ میں نے ہاتھ کھینچ لیا۔ اور میری طبیعت میں نفرت ہو گئی۔ آپ میری قلبی کیفیت کو جانتے ہوئے ایک ایسی صورت میں جلوہ گر ہوئے کہ میں کھینچا چلا آیا۔ اس شکل و صورت سے مجھے خاص انس و محبت کا سرور آیا۔ میرا دل چاہا کہ بے خود ہو کر آپ سے لپٹ جاؤں۔ آپ نے دوسری بار اپنا ہاتھ بڑھایا اور فرمایا یہ ہاتھ خواجہ بہاء الدین نقشبند کا ہاتھ ہے حضرت خواجہ نے فرمایا تھا جو یہ ہاتھ پکڑے گا۔ وہ میرا ہاتھ پکڑے گا۔ اب خواجہ بہاء الدین کی بیعت کرو۔ میں نے ہاتھ پکڑا تو آپ

نے حسبِ طریقہ حضرات خواجگان نقشبند مجھے نفی و اثبات جسے وقوف عددی کہتے ہیں کی تعلیم دی اور ساتھ ہی حکم دیا کہ اسے طالبوں تک پہنچاؤں اور دنیا میں پھیلاؤں "

حضرت خواجہ عبیداللہ احرار مولانا یعقوب چرخی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کے بعد ہرات آئے ایک سال قیام کیا۔ پھر ۲۹ سال کی عمر میں وطن مالوف تاشقند میں قیام پذیر ہوئے۔ آپ نے ایک جوڑی بیلوں کی لی اور ایک نیک آدمی کی شراکت سے کھیتی باڑی کرنے لگے۔ تھوڑے ہی عرصہ میں اللہ تعالیٰ نے آپ کی فصلوں میں اتنی برکت ڈالی کہ آپ صاحبِ باغ وراغ اور مالک مال و منال بن گئے۔ آپ کی دولت اور اسباب و املاک کا اندازہ حد و حساب سے باہر ہوگیا اس مال و متاع سے درویش کھاتے اور مسافر جھولیاں بھرتے، حضرت مولانا جامی نے یوسف زلیخا میں آپ کی مزارعت کی برکات کی بے حد تعریف کی ہے۔

سلسلہ نقشبندیہ میں آپ منفرد بزرگ ہیں جنہوں نے عام لوگوں کی اصلاح احوال سے بلند ہو کر سلاطین وقت کو اپنے زیرِ اثر کیا۔ اس وقت کی اسلامی دنیا شاہانِ تیموری کے زیرِ نگیں تھی۔ آپ نے ان بادشاہوں کی اصلاح اور تربیت کی طرف خصوصی توجہ دی۔ چنانچہ سمرقند آئے اور اس وقت کے فرمانروا مرزا عبداللہ بن میرزا ابراہیم بن میرزا شاہ رخ بن امیر تیمور گورگانی سے اس لیے ملاقات کرنا چاہی کہ اس کی اصلاح ہو جائے مگر مرزا عبداللہ کے امراء دربار نے اس تیموری حکمران کی بے اعتنائی کی وجہ سے آپ سے ملاقات نہ ہونے دی۔ آپ نے فرمایا مجھے یہ خاص کام کرنے کا حکم ہے۔ مگر نہ امراء نے توجہ دی اور نہ امیر عبداللہ نے پرواہ کی۔ آپ چند روز کے لیے تاشقند گئے تو ایک ہفتہ کے اندر اندر سلطان ابوسعید نے

ترکستان سے اٹھ کر سمرقند کی اینٹ سے اینٹ بجادی اور امیر عبداللہ کو ۸۵۵ھ میں قتل کر دیا اور خود تخت نشین سمرقند ہو گیا۔ یہ بادشاہ آپ کی زیرِ نگاہ رہا۔ مگر بابر نے ایک لاکھ کا لشکر لے کر سمرقند پر حملہ کیا۔ تو سلطان ابو سعید نے حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر بتایا۔ کہ میری فوجوں میں حملہ روکنے کی طاقت نہیں ہے مجھے کیا کرنا چاہیئے۔ آپ نے فرمایا۔ آپ ثابت قدم رہیں، شہر کے دفاع کی ذمہ داری مَیں لیتا ہوں۔ وزرا اور امرا نے سلطان کو آمادہ کر لیا کہ وہ اپنے اہل وعیال سمیت یہاں سے نکل جائے ورنہ بابر کی فوجیں سمرقند کو تہ و بالا کر دیں گی۔ حضرت کو خبر ہوئی تو خود پہنچے، اونٹوں سے سامان اتروایا۔ شتربانوں اور امیروں پر خفا ہوئے۔ خود سلطان ابو سعید کے پاس گئے، اور فرمایا۔ جب مَیں نے سمرقند کے دفاع کا ذمہ لیا ہے۔ آپ کیوں پریشان ہیں۔ سلطان گھبرایا ہوا تھا۔ امرا نے اپنی پگڑیاں زمین پر پھینک دیں کہ عبیداللہ احرار ہمیں مروا دیں گے۔ باایں ہمہ سلطان قلعہ نشیں ہو گیا۔

بابر کا حملہ واقعی زوردار تھا۔ مگر خواجہ احرار نے شہریوں کو حکم دیا کہ بابر کے لشکر کا کوئی بھی سپاہی ہاتھ آئے۔ اس کے ناک اور کان کاٹتے جاؤ۔ بابر کے لشکری اس حالت میں اپنے کیمپ میں واپس جاتے تو دوسرے سپاہی دہشت زدہ ہو جاتے۔ آخر کار بابر کے لشکر میں سے ایک عالم دین مولنا محمد معمائی حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور صلح کی درخواست کی۔ آپ نے فرمایا کہ مرزا شاہرخ (جو بابر کا دادا تھا)، کے مجھ پر احسان نہ ہوتے تو آج مَیں دیکھتا کہ بابر کا لشکر کس طرح آگے بڑھتا ہے۔ آخر مولنا کے ایک خاص مرید مولنا قاسم کی وساطت سے صلح ہوئی۔ اور بابر سمرقند سے ہٹ کر ہندوستان کی طرف چلا گیا۔

سلطان ابو سعید کے بیٹوں میں جب جنگ تخت نشینی شروع ہوئی تو حضرت

خواجہ کی شخصیت درمیان میں فیصلہ کن انداز میں سامنے آئی۔ خاندانِ تیموریہ کی تاریخ آپ کے ایسے فیصلوں کی شہادت دیتی ہے اور کئی معرکوں میں آپ کی رائے فیصلہ کن ثابت ہوئی ہے۔

آپ نے ان بادشاہوں کی اصلاح کی۔ ان سے کام لیا۔ آپ کی اس مہم کا نتیجہ ہے۔ کہ خاندانِ تیموریہ کے فاتح جب ہندوستان پر حکمران ہوئے، تو سلسلہ نقشبندیہ نے ہی برِصغیر میں وہ روحانی اور علمی خدمات سرانجام دیں۔ جن کے اثرات دور رس ہوئے۔

حضرت خواجہ عبیداللہ احرار نے تفصیلی حالات کے لیے رشحات۔ نفحات الانس (حضرت جامی)، تذکرہ مشائخ نقشبندیہ (خواجہ نور بخش توکلی) حالات مشائخ نقشبند کا مطالعہ ضروری ہے۔ آپ کی گراں قدر تصنیفات میں سے زیرِ نظر رسالہ انفاس نفیسہ طریقہ نقشبندیہ میں ایک ممتاز حیثیت کا حامل ہے۔ اس کا ترجمہ پہلی بار آرہا ہے تاکہ جو لوگ فارسی کے مزاج سے دور ہو گئے ہیں اس نادر اور اہم تالیف کا مطالعہ کر سکیں۔

رسالہ انفاس نفیسہ میں حضرت خواجہ عبیداللہ احرار قدس سرہٗ نے نقشبندی طریقہ سلوک کے معمولات کو بیان کیا ہے۔ توبہ۔ صحبت ناجنس سے اجتناب۔ پنجگانہ نماز کی باجماعت ادائیگی۔ شب بیداری کے معمولات۔ نماز تہجد کا طریقہ۔ دعائے صبحگاہی نوافل چاشت (اشراق) کی ادائیگی کا طریقہ اور فضائل پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ آخر میں حضرت خواجہ نے تزکیہ نفس کے لیے ان معمولات کے اثرات کا ذکر کیا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ رسالہ ایک نقشبندی سالک کی روزمرہ عبادات و معمولات کے لیے اوقات کی تقسیم کرنا سکھاتا ہے۔ نقشبندی حضرات ان معمولات پر عمل پیرا ہوتے ہیں اور ان مراتب کو پاتے ہیں جو بزرگانِ نقشبند کا خاصہ ہیں۔

رسالہ انفاسِ نفیسہ

تالیف۔ حضرت خواجہ عبیداللہ احرار قدس سرہ العزیز۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اے طالبِ صادق: اللہ تعالیٰ تمہیں دونوں جہانوں میں عزت دے۔ اور اے مریدِ عاشق تمہیں یہ معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو محض اپنے لطف وکرم سے مشرف فرماتا ہے۔ حدیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ کَمَنْ لَا ذَنْبَ لَہٗ[1] (گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہی ہوتا ہے جیسے اس نے گناہ کیا ہی نہیں) اس بات پر شاہد عادل ہے تو اسے چاہیے کہ اپنی تمام تر ہمت اس بات پر مرکوز کر دے کہ اپنی زندگی کا ایک لحظہ بلکہ ایک لمحہ بھی یادِ الٰہی جل ذکرہٗ کے بغیر نہ گزارے۔ اور ساری عمر اسی کی اطاعت اور عبادت میں وقف کر دے۔ اور اسی کی یاد میں مشغول رہے۔

نخست موعظت پیر صحبتم این است
کہ از مصاحب ناجنس احتراز کنید!

(حضرت مرشد کی صحبت سے مجھے نصیحت یہی حاصل ہوئی ہے۔ کہ ناجنسوں کی مجلس سے

---

[1] مشکوٰۃ باب الاستغفار والتوبہ، فصل ثالث۔

احتراز کیا جائے)

یاد رہے۔ ناجنس ایک ایسی جماعت ہے۔ کہ ان کے راستے پر کوئی انسان بھی چلنا پسند نہیں کرتا۔ یا ناجنس ایسے لوگ ہیں۔ جنہوں نے اپنے خدا سے منہ موڑ کر دنیا کو ہی اپنا قبلہ بنا لیا ہے۔ ایسے لوگوں کو احمق کہا جائے گا۔

ز احمقاں بگریخت چوں عیسیٰ گریخت
صحبت احمق بسے خونہا بریخت!

(احمقوں سے حضرت عیسیٰ کی طرح دور رہنا چاہیے۔ احمق کی صحبت تو بڑی خوں ریزی کا سبب بنی ہے)

طریقۂ نقشبندیہ کے اکابرین قدس اللہ اروا حہم نے ایسے ناجنس لوگوں کی مصاحبت کے نقصانات کو پالیا تھا۔ انہوں نے اپنے مریدوں کو نہایت اصرار سے ایسے لوگوں کی مجالس سے دور رہنے کی تلقین کی تھی۔ ایک عزیز ازراہِ شفقت قسم کھا کر کہتے ہیں۔

اے بذاتِ پاک اللہ الصمد — بہ بود مارِ بد سے از یارِ بد
مارِ بد جاں مے ستاند از سلیم — یارِ بد آرد سوئے نارِ جحیم

ایک اور عزیز نے کہا ہے۔ کہ ایسے لوگوں سے دور بھاگیں۔ خواہ وہ اپنے ہی کیوں نہ ہوں۔

بر رُخ ہر کس نبود داغ غلامی زدوست
گر پدرِ من بود دشمن و اغیارم است

(ہر شخص کے چہرے پر دوست کی غلامی کا داغ نمایاں نہیں ہوتا۔ اگر میرا باپ بھی ہو وہ دشمن ہے اور بے گانہ ہے۔

محبت ناجنس سے دوری کے بعد دوسری بات جو نہایت ضروری ہے۔ وہ

پنج گانہ نمازوں کی بروقت ادائیگی ہے۔ ہر نماز باجماعت ادا کرنا چاہیے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے باجماعت نماز کی بڑی تاکید فرمائی ہے۔ اور اس بات پر بڑا اصرار فرمایا ہے اِنَّ فِی الْجَمَاعَۃِ رَحْمَۃٌ (جماعت میں ہی رحمت خداوندی ہے)

نادوست آنکہ مرد تنہا رو

لطف حق افگند برو پرتو

نماز عشاء کو باجماعت ادا کرنے کے بعد گھر آنا چاہیے۔ اور اس وقت تک قبلہ رو ہو کر بیٹھنا چاہیے جب تک نیند کا غلبہ نہ ہو جائے۔ سونے سے پہلے تین بار کلمہ شہادت۔ تین بار قل ہو اللہ احد۔ تین تین بار قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس پڑھنا چاہیے۔ اور ہاتھ کی ہتھیلی پر پھونکنا چاہیے۔ اور جسم کے اعضا پر ایک بار ہاتھ سے مسح کرنا چاہیے۔ ان آیات کا ثواب ان فرشتوں کو پہنچانا چاہیے جو زندوں کے کلمات خیر کے منتظر رہتے ہیں۔ ان کلمات کی برکات سے انہیں آسائش میسر ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی بخشش اور رحمت نازل ہوتی ہے آنحضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اِرْحَمُوْا تُرْحَمُوْا۔

خدا را بران بندہ بخشائش است

کہ خلق از وجودش در آسائش است

(اللہ تعالیٰ اسی بندے پر بخشش فرماتا ہے جس سے اللہ کی مخلوق آسائش میں ہوتی ہے)

اس کے بعد قبلہ رو ہو کر دائیں پہلو پر لیٹ جائے۔ جونہی بیدار ہو سبحان اللہ

ؔ حدیث پاک میں اس عمل کی ترکیب ذرا تفصیل سے موجود ہے جو درج ذیل ہے:

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کو بستر پر جاتے تو دونوں ہتھیلیاں اکٹھی کرکے قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ

آخر تک پڑھے۔ اُٹھ کر وضو کرے۔ اور ہر عضو کو تین تین بار دھوئے۔ اور ہر بار القادر کہتا جائے۔ یا دوسری مسنون[2] دعائیں پڑھے۔ وضو مکمل کرنے کے بعد یہ دعا ضرور پڑھنی چاہیے:

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ التَّوَّابِیْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِنَ الْمُتَطَھِّرِیْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِنْ عِبَادِکَ الصَّالِحِیْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِنَ الَّذِیْنَ لَاخَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَاھُمْ یَحْزَنُوْنَ (اے اللہ مجھے توبہ کرنے والوں اور پاک رہنے والوں اور اپنے نیک بندوں میں سے کر دے۔ اور مجھے ان لوگوں میں شامل کر دے جن پر نہ کوئی خوف ہو اور نہ وہ غمگین ہوں گے)

اس کے بعد شکرانہ وضو کی دو رکعتیں پڑھے۔ اس کے بعد اپنے گزشتہ اوقات پر ایک نگاہ ڈالے کہ وہ غفلت میں تو نہیں گزرے۔ زندگی کے جو لمحات غفلت سے مبرّا گزرے ہوں۔ ان پر اللہ کا شکر ادا کرے۔ جو غفلت اور بیکاری میں گزرے ہوں۔ ان پر ندامت اور عذرِ تقصیر کرتے ہوئے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرے۔ تاکہ اللہ تعالیٰ مزید توفیقِ شکر گزاری دے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: لَئِنْ

بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ سے

(ایک ایک بار) پڑھ کر دونوں ہتھیلیوں پر دم کر کے سارے بدن پر جہاں تک پھر سکے پھیر لیتے تھے۔ سر اور چہرہ سے ہاتھ پھیرنا شروع کر کے اور اگلے سارے بدن کا مسح تین بار کرتے تھے۔ متفق علیہ (مظہری)

[1] غالباً اس سے مراد سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ پڑھے۔

[2] وضو کرتے ہوئے تمام اعضاء دھونے کے وقت جو دعائیں علیحدہ علیحدہ پڑھی جاتی ہیں وہ رسالہ رکنِ دین (کتاب الصلوٰۃ) یا بہارِ شریعت حصہ دوم سے دیکھ لی جائیں۔

شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ (اگر تم مرا شکر ادا کرو تو میں اپنی نعمتوں میں اضافہ کر دوں گا۔) کلمہ باز گشت تین بار نہایت آہ وزاری سے کہے۔ اور جس قدر خشوع و خضوع ہو سکے۔ جناب باری تعالیٰ کی بارگاہ میں کرتا رہے۔ اور کہے خداوندا بحضرت تو باز گشتم از ہر بدی و تقصیرے کہ برمن گزشتہ است از دانستہ یا نادانستہ (اے اللہ میں تیری بارگاہ میں حاضر ہو گیا ہوں۔ میں ان تمام افعال سے توبہ کرتا ہوں جن کا میں نے ارتکاب کیا ہے۔ خواہ وہ دانستہ ہوئے ہیں یا نادانستہ) اَشْہَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْكَ لَہٗ وَاَشْہَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ ایک بار یہ بھی کہے۔

چوں بدرگاہِ تو خود را در پناہ آوردہ ام	یا الٰہ العالمین بارِ گناہ آوردہ ام
بر درت ایں بارِ خود پشت دوتا آوردہ ام	عجز و زاری بر درِ عالم پناہ آوردہ ام
من نمے گویم کہ بودم سالہا در راہِ تو	ہستم آں گمراہ کہ اکنوں رو براہ آوردہ ام
چار چیز آوردہ ام حقا کہ در گنجِ تو نیست	نیستی و حاجت و عذر و گناہ آوردہ ام
درد و دینی و دل ریشی و بے خویشی بہم	ایں ہمہ بر دعوی عشقت گواہ آوردہ ام
چشمِ رحمت بر کشا موئے سفید من بہیں	زانکہ از شرمندگی روئے سیاہ آوردہ ام

اس کے بعد نہایت نیازمندی کے ساتھ سو بار اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ اَذْنَبْتُہٗ عَمَدًا اَوْ خَطَأً سِرًّا اَوْ عَلَانِیَۃً وَّ اَتُوْبُ اِلَیْہِ مِنَ الذَّنْبِ الَّذِیْ اَعْلَمُ وَمِنَ الذَّنْبِ الَّذِیْ لَا اَعْلَمُ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ (میں اللہ سے معافی مانگتا ہوں جو میرا پروردگار ہے ہر گناہ سے جو میں نے جان بوجھ کر کیا یا بھول کر، چھپ کر کیا یا علانیہ اور میں اس کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں اس گناہ سے جس کو میں جانتا ہوں اور اُس گناہ سے بھی جس کو میں نہیں جانتا (اے اللہ) بے شک تو غیبوں کا جاننے والا ہے)۔

اس کے بعد نماز تہجد میں مشغول ہو کر دو رکعت کی نیت کر کے چھ سلاموں کے ساتھ بارہ رکعت پڑھے۔ پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد آیۃ الکرسی پڑھے۔ دوسری میں آمن الرسول پڑھے۔ آٹھ رکعتوں میں سورۂ یٰسین کی دس دس آیات ہر رکعت میں پڑھے۔ ان آٹھ رکعتوں میں ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد یٰسین سے اَجْرٍ کَرِیْمٍ تک اور دوسری رکعت میں وَمَالِیَ لَآ اَعْبُدُ الَّذِیْ سے جَمِیْعٌ لَّدَیْنَا مُحْضَرُوْنَ تک اور چوتھی رکعت میں وَاٰیَۃٌ لَّهُمُ الْاَرْضُ الْمَیْتَۃُ سے فِی الْفُلْکِ الْمَشْحُوْنِ تک پڑھے اور پانچویں رکعت میں وَخَلَقْنَا لَهُمْ مِّنْ مِّثْلِهٖ سے اِلٰی رَبِّهِمْ یَنْسِلُوْنَ تک اور چھٹی رکعت میں قَالُوْا یٰوَیْلَنَا سے اَفَلَمْ تَکُوْنُوْا تَعْقِلُوْنَ تک پڑھے اور ساتویں رکعت میں هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِیْ سے اَفَلَا یَشْکُرُوْنَ تک اور آٹھویں رکعت میں وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ سے آخر سورہ یٰسین تک پڑھے۔ باقی ماندہ دو رکعتوں میں تین تین بار سورۂ اخلاص پڑھے۔ یہ طریقہ کار سلسلہ خواجگان نقشبندیہ کے پیرومرشد خواجہ یوسف ابوایوب ہمدانی نے اپنایا تھا۔ بعض خواجگان حضرات نے ہر رکعت میں سورۂ یٰسین مکمل بھی پڑھی ہے۔ نماز تہجد کی ادائیگی کے بعد بیٹھ کر دو نفل ادا کیے جائیں۔ اس طرح یہ ساری تیرہ رکعات ہوں گی۔ کیونکہ نشستہ دو رکعت ایک رکعت کے مطابق ہوتی ہیں۔ یہ طریق کار طاق رکعات قائم کرنے کے لیے ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک فرد اور طاق ہے اور قرآن مجید میں آیا ہے کہ جو سورت چاہے پڑھ لے۔ (اگر مذکورہ سورتیں نہ پڑھ سکے) ان دو رکعت کے بعد آیۃ الکرسی اور اس کے بعد والی دونوں آیتیں شامل کر کے هُمْ الْخَالِدُوْنَ تک پڑھے۔ اور آمن الرسول تیسرے پارہ میں سورۂ بقرہ کے آخری رکوع کی دوسری آیت ہے آخر سورہ بقرۃ تک پڑھنا چاہیے۔ اور یہ دعا بھی پڑھے:

اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنَا حُبَّكَ وَحُبَّ مَنْ يُحِبُّكَ وَحُبَّ مَا يُقَرِّبُنَا إِلَيْكَ۔

اَللّٰهُمَّ انْصُرْ مَنْ نَصَرَ الدِّيْنَ وَانْصُرْ مَنْ نَصَرَ أَهْلَ الدِّيْنِ، اَللّٰهُمَّ اخْذُلْ مَنْ خَذَلَ الدِّيْنَ وَاخْذُلْ مَنْ خَذَلَ أَهْلَ الدِّيْنِ۔

اَللّٰهُمَّ احْفَظْنَا مِنَ الْعِلَّةِ فِي الْغُرْبَةِ وَمِنَ الْمَذَلَّةِ عِنْدَ الشَّيْبِ وَمِنَ الشَّقَاوَةِ عِنْدَ الْخَاتِمَةِ وَمِنَ الْفَضِيْحَةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔

اَللّٰهُمَّ زَيِّنْ ظَوَاهِرَنَا بِخِدْمَتِكَ وَبَوَاطِنَنَا بِمَحَبَّتِكَ وَقُلُوْبَنَا بِمَعْرِفَتِكَ وَأَرْوَاحَنَا بِمُشَاهَدَتِكَ وَأَسْرَارَنَا بِمُعَايَنَةِ جَنَابِ قُدْسِكَ۔

اَللّٰهُمَّ أَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَّارْزُقْنَا اتِّبَاعَهٗ وَأَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلًا وَّارْزُقْنَا اجْتِنَابَهٗ وَلَا تَكِلْنَا إِلٰى أَنْفُسِنَا وَلَا إِلٰى أَحَدٍ مِّنْ خَلْقِكَ طَرْفَةَ عَيْنٍ وَّلَا أَقَلَّ مِنْ ذٰلِكَ وَكُنْ لَنَا وَالِيًا وَّنَاصِرًا وَّحَافِظًا وَّعَوْنًا وَّمُعِيْنًا وَّعَلٰى كُلِّ خَيْرٍ دَلِيْلًا وَّمُلَقِّنًا وَّمُؤَيِّدًا۔

اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا اٰتِنَا مِمَّنْ حَضَرَنَا وَمِمَّنْ غَابَ عَنَّا وَكُلَّ مُؤْمِنٍ وَّمُؤْمِنَةٍ فِي الدَّارَيْنِ حَسَنَةً يَّا وَاسِعَ الْمَغْفِرَةِ

اَللّٰهُمَّ أَرِنَا الْأَشْيَاءَ كَمَا هِيَ، اَللّٰهُمَّ سَهِّلْ عَلَيْنَا بِجُوْدِكَ وَيَسِّرْ عَلَيْنَا بِكَرَمِكَ يَا أَكْرَمَ الْأَكْرَمِيْنَ وَيَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ ۝

اَللّٰهُمَّ تُبْ عَلَيْنَا حَتّٰى نَتُوْبَ اِلَيْكَ وَاعْصِمْنَا حَتّٰى لَا نَعُوْدَ وَحَبِّبْ اِلَيْنَا الطَّاعَاتِ وَكَرِّهْ اِلَيْنَا الْخَطِيْئَاتِ بِفَضْلِكَ وَكَرَمِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ۔

ترجمہ: اے اللہ ہمیں اپنی محبت عطا فرما اور ہر اس شخص کی محبت جسے تو پیارا رکھتا ہے اور ہر اس چیز کی محبت دے جو تیری بارگاہ میں قریب کردے۔

اے اللہ جو آدمی دین اسلام کی مدد کرتا ہے تو اس کی مدد فرما اور اس شخص کی بھی مدد کر جو دین دار لوگوں کی مدد کرتا ہے۔ اے اللہ غربت میں بیماری سے ہماری حفاظت فرما اور بڑھاپے میں ذلت سے بچا اور خاتمہ کے وقت بد بختی سے محفوظ رکھ اور قیامت کے دن رسوا نہ کرنا۔

اے اللہ ہمارے ظاہری اعضا کو اپنی خدمت و عبادت سے مزین فرما، ہمارے باطن کو اپنی محبت سے سرشار کردے، ہمارے دلوں کو اپنی معرفت عطا فرما، ہماری ارواح کو اپنے مشاہدہ کی لذت بخش اور ہمارے اسرار کو اپنی جناب قدس کے معائنہ سے سرفراز فرما۔

اے اللہ ہم پر حق کو روشن کردے اور اس کی اتباع کی توفیق بخش اور ہمیں باطل کو باطل دکھادے اور اس سے بچا۔ اور ہمیں اپنے نفسوں پر نہ چھوڑ اور ایک لمحہ کے لیے بھی اپنی مخلوق میں سے کسی کے سپرد نہ کر بلکہ اس سے کم وقت کے لیے بھی (کسی مخلوق کے حوالے نہ کرنا) اور تو ہی ہمارے لیے ولی، ناصر حافظ اور معین و مددگار ہو جا اور ہر نیکی پر ہماری راہنمائی اور تلقین و تائید فرما۔

اے اللہ تو ہمارا پروردگار ہے ہمیں ہر وہ چیز عطا فرما جو ہمارے سامنے ہے اور ہم سے غائب ہے اور ہر مومن مرد اور عورت کو دنیا و آخرت میں اچھائی عنایت

فرما اے وسیع بخشش کرنے والے۔

اے اللہ! ہمیں سب اشیاء کی اصل دکھا دے جیسی کہ وہ ہیں، اے اللہ! ہم پر آسانی فرما۔ اپنی جود و سخا سے اور اپنے کرم خاص سے ہماری تنگی کو آسانی سے بدل دے۔ اے سب کرم کرنے والوں سے بڑھ کر کرم کرنے والے۔ اور اے سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم فرمانے والے۔

اے اللہ! ہم پر خاص نظر کرم فرما تاکہ ہم تیری بارگاہ میں سچی توبہ کریں اور ہماری ایسی حفاظت فرما کہ دوبارہ گناہ نہ کریں اور ہمیں اطاعت و بندگی کی محبت عطا فرما اور اپنے فضل و کرم سے ہر قسم کے گناہوں سے نفرت دلا دے اے سب رحم کرنے والوں سے بڑھ کر رحم کرنے والے۔ اور درود و سلام بھیج اپنی مخلوق سے سب سے بہتر رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور ان کی آل پاک اور تمام صحابہ پر۔

ان تیرہ رکعات کا ثواب تمام اولیائے کرام کے ارواح، اپنے والدین اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام اُمت کو بخشے۔ اللہ تعالیٰ ہر رکعت کے بدلے دس رکعت کا ثواب دے گا۔

گر یک بدہی تو دہ دہندت   گر شام دہی پگہ دہندت
ہر دہ بدہ بیادِ مولیٰ   تا بر درِ دوست راہ دہندت

اللہ کی رحمت تو ایک رکعت کے بدلے سات سو رکعت کا ثواب عطا فرماتی ہے۔ بے حساب ثواب دیا جاتا ہے جیسا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے: مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِىْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ؕ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ[1]

---

[1] پ ۳، ۳۶۔

ان لوگوں کی مثال جو اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اس طرح ہے جیسے ایک دانہ جس سے سات بالیں نکلیں پھر ہر بال میں سو سو دانے ہوئے۔ اور اللہ تعالیٰ بڑھاتا ہے جس کے لیے چاہے۔ اور اللہ وسعت والا اور جاننے والا ہے۔ یہ ثواب بھی اللہ تعالیٰ کے راستے میں ان ارواح کو پہنچتا رہے گا۔ اللہ سبحانہٗ کے فضل اور اس کے در رحمت سے عنایت ورحمت کا سوال کرنا چاہیے۔

از زندگیم بندگی تست ہوس   بر زندہ دلاں بتو حرام ست نفس

خواہد ز تو مقصود دل خود ہمہ کس   جامی از تو ہمیں ترا خواہد و بس

(مجھے تو میری زندگی میں تیری ہی بندگی کی آرزو ہے۔ زندہ دلوں کے لیے تیرے بغیر ایک لمحہ گزارنا بھی حرام ہے۔ تمام لوگ تیری ذات سے ہی اپنا مقصود حاصل کرتے ہیں۔ لیکن جامی تو صرف تیری ذات ہی کا آرزو مند ہے۔)

اس کے بعد ان وظائف یا کلمات کو پڑھے۔ جو اس نے اپنے پیر و مرشد سے سیکھے ہیں۔ اگر وقت تھوڑا ہو تو چھ رکعت۔ یا چار رکعت یا کم از کم دو رکعت نوافل تہجد ادا کر سکتا ہے۔ اگر خدانخواستہ کسی مجبوری کے ماتحت ادا نہیں کر سکا۔ تو اسی دن وقت زوال سے پہلے ان کی قضا ادا کرے۔ اور یہ قضا ایسے ہی ہوگی جیسے اصل وقت میں ہی پڑھے جا رہے ہیں۔ اگر دوران سفر خطرہ ہے کہ سحری کے وقت نہیں اُٹھ سکے گا۔ تو رات کے پہلے حصے میں ادا کر سکتا ہے۔ اگر کسی روز سحری سے صبح ہو گئی ہے۔ نیند کا غلبہ ہے تو غفلت کو دور کرنے کے لیے دائیں ہاتھ پر تکیہ کر کے قبلہ رُو سو جائے۔ اور پھر صبح کی نماز تازہ وضو کر کے ادا کرے۔ صبح کی سنتیں گھر میں ادا کرے اور پہلی روشنی پر یہ دعا اکتالیس بار پڑھے:

یَا رَحْمٰنُ یَا رَحِیْمُ یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ یَا بَدِیْعَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ یَا لَآ اِلٰـهَ اِلَّآ اَنْتَ اَسْئَلُكَ اَنْ تُحْیِیَ

قَلْبِیْ بِنُوْرِ مَعْرِفَتِکَ اَبَدًا یَا اَللّٰہُ یَا اَللّٰہُ یَا اَللّٰہُ

اے بڑے مہربان، اسے رحم فرمانے والے، اے زندہ، اے (تمام کائنات) کو قائم رکھنے والے، اے ایجاد کرنے والے تمام آسمانوں اور زمین کو، اے جلال و کرامت والے، اے (وہ ذات کہ) تیرے سوا کوئی معبود نہیں، میں تیری بارگاہ میں سوال کرتا ہوں کہ میرے دل کو اپنے نورِ معرفت سے ہمیشہ کے لیے زندگی بخش دے۔ یا اللہ یا اللہ یا اللہ!۔

اس دعا کے بعد مسجد میں جاکر دو فرض با جماعت ادا کرے۔ اور اپنی جگہ بیٹھے بیٹھے رو بہ قبلہ ذکر میں مشغول ہو جائے۔ اور اپنے پیر و مرشد کا تصور رکھے۔ یہ سلسلہ تصورِ شیخ و ذکر طلوعِ آفتاب تک رہے گا۔ حتیٰ کہ آفتاب بقدر نیزہ اوپر آجائے۔ دو رکعت اشراق ادا کرے۔ ہر رکعت میں بعد از فاتحہ پانچ بار سورۂ اخلاص پڑھے۔ اس کا ثواب اتنا ہو گا۔ گو ایک سو غلام خرید کر آزاد کیے ہیں۔ ایک اور قول کے مطابق ایک حج، عمرہ ایک ماہ کا ثواب ملے گا۔ اس کے بعد دو رکعت نماز استخارہ ادا کرے۔ پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد قُلْ یَا اَیُّھَا الْکٰفِرُوْنَ پڑھے اور دوسری میں سورۂ اخلاص ایک ایک بار پڑھے۔ اللہ تعالیٰ سے نیکی کا طلب گار رہے۔ اور اس سے توفیقِ خیر طلب کرے۔ اللہ تعالیٰ اس کی آنکھوں اور دل کو نیکیوں کی طرف کھول دے گا۔ اور اگر کوئی غلطی ہو جائے گی تو کاتب نامہ حسنہ کاتب نامہ سیئہ کو اجازت نہیں دے گا۔ کہ اسے لکھے۔ اس امید پر کہ شاید اس تقصیر یا گناہ سے توبہ کرے۔ اسی دوران نادم رہے۔ اور اللہ سے رجوع کرتا رہے۔

ان معمولات کے بعد اپنے دینی اور دنیاوی کاموں میں مصروف ہو جائے۔ لیکن ہر لمحہ دل میں اللہ کی یاد رہے۔ یا اپنے پیرِ و مرشد کا تصور رہے۔ جونہی آفتاب ایک نیزہ اور اوپر آئے۔ چار رکعت نماز چاشت ادا کرے پہلی رکعت میں بعد از فاتحہ

وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا دوسری میں وَاللَّیْلِ اِذَا یَغْشٰی تیسری میں وَالضُّحٰی اور
چوتھی میں اَلَمْ نَشْرَحْ پڑھے۔ وگرنہ ہر رکعت میں تین تین بار سورۂ اخلاص پڑھے
اگر مزید ذوق ہو تو بارہ رکعات پڑھ لے۔

حضرت مولانا یعقوب چرخی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ انسیہ میں لکھا ہے۔
کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے، جو شخص چاشت کی بارہ رکعت
ادا کرتا ہے اللہ تعالیٰ جنت میں اس کے لیے ایک محل سونے اور چاندی کا تعمیر
کرواتا ہے۔[۱] چاشت کی نماز ادا کرنے کے بعد سربسجود ہو کر سات بار اَلْوَهَّابُ
کہے۔ تاکہ غیروں کی محبت یا غیریت کی آلائش جو بھی دل میں موجود ہو۔ صاف ہو جائے۔
دل صاف ستھرا ہو جائے۔ جونہی وضو ٹوٹے جلدی تازہ وضو کرلے۔ اور نوافل شکر
بھی ادا کرے۔ اور دعا کرے۔ یہ تمام آداب طریق ہیں۔

ہمیشہ باوضو رہنے سے رزق میں فراخی حاصل ہوتی ہے۔ دوسری نماز ظہر کا
وقت آئے تو اسے باجماعت ادا کرے۔ تین بار کلمۂ بازگشت کہے (جیسا کہ پہلے
ذکر ہوا)[۲] ستر بار اَسْتَغْفِرُ اللهَ مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ تا آخر پڑھے اور حدیث نبوی
پر عمل کرے لیغان عَلٰی قَلْبِیْ حَتّٰی اَسْتَغْفِرُ اللهَ فِیْ كُلِّ يَوْمٍ سَبْعِيْنَ
مَرَّةً[۳] (میرے قلب پر نورانی پردے آجاتے ہیں اس لیے میں بھی ستر بار استغفار
کرتا ہوں) دیگر معمولات سامنے رکھے۔ اسی طرح نماز عشاء تک فضول گفتگو سے محفوظ
رہے۔ اور ان کاموں میں مشغول رہے۔ جو جائز ہیں اور ان کا اجر اللہ تعالیٰ سے
حاصل کرنے کا امیدوار رہے۔ کیونکہ ارشادِ خداوندی ہے: اِنَّ اللهَ لَا يُضِيْعُ
اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ (اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتا)۔

---

[۱] مشکوٰۃ اور ابن ماجہ باب صلوٰۃ الضحیٰ

[۲] کلمۂ بازگشت اور مناجات کے بعد پورا استغفار درج ہے۔

[۳] مشکوٰۃ باب الاستغفار والتوبہ اختیار یسیر

مندرجہ بالا اعمال تو بمنزلہ پرہیز ہیں تاکہ فاسد مادہ مسہل کے لیے تیار ہو جائے۔ اس کے بعد مسہل کا استعمال کرے تاکہ نفس اور طبیعت سے تمام آلائشیں خارج ہو جائیں۔

اے طالب صادق! جونہی تم اس دولت اور نعمت سے مشرف ہو تو خبردار پھر صحبت ناجنس سے دور رہو۔ بلکہ دوسرے شیخ یا اس کے مریدوں سے گفتگو سے پرہیز کرو۔ اگرچہ یہ شیخ یا پیر کتنا ہی بلند مقام ہو۔ ہاں اپنے پیرومرشد کی اجازت سے گفتگو کر سکتے ہو۔ ایسی مجالس اگرچہ اچھی نہیں۔ مگر اس میں مرید کے لیے بہت ہی نقصانات اور خطرات موجود ہیں۔ چنانچہ اس سلسلہ کے طالبوں کو چاہیے ایسے لوگوں کی صحبت سے پرہیز[1] کریں اور غیر جنس لوگوں سے تو بطریق اولیٰ اجتناب کرنا چاہیے۔ والسلام۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الْعَظِیْمِ عَلٰی رَسُوْلِہٖ۔ اَلْکَرِیْم کہ دریں ہنگام خیر و برکت انضمام شجرہ متجرہ نافعہ یعنی انفاس نفیسہ من تالیفات حضرت کاشف الاسرار زبدۃ الابرار خواجہ عبید اللہ احرار قدس اللہ اسرارہم الیٰ یوم القرار برائے افادات طالبین حسب امر ارشا تقین انطباع پوشیدہ مسرت بخش دیدۂ نظارگاں گردید۔ درد ماغ ناظرین معرفت قرین ہوائے خریدارش بسر و پیچید۔

الحمد للہ علیٰ ہذہ الانعام المزید۔

---

[1] اس پرہیز اور اجتناب کا یہ مطلب نہیں کہ دنیاوی لین دین اور سلام کلام ختم کر دے کیونکہ ایسا کرنے سے بہت سے دینی اور دنیاوی نقصانات ہیں اور ایسا کرنا ہے بھی حضور کی تعلیم کے خلاف۔

خواجہ علی رامیتنی قدس سرہٗ

از علامہ محمد نور بخش توکلی ایم۔ اے

آپ خواجہ محمود قدس سرہٗ کے خلفاء میں سے ہیں۔ سلسلہ خواجگان میں آپ کا لقب حضرت عزیزاں ہے۔ آپ کے مقامات عالیہ اور کرامات عجیبہ بہت ہیں۔ آپ صنعت بافندگی میں مشغول رہا کرتے تھے۔ مولانا جامی نے نفحات الانس میں لکھا ہے کہ میں نے آپ کے بعض اکابر سے یوں سنا ہے کہ مولانا جلال الدین رومی کے شعر ذیل میں ان ہی کی طرف اشارہ ہے ؎

گر نہ علم حال فوق قال بودے کے شدے — علم حال اگر قال سے بہتر نہ ہوتا تو سرداران بخارا
بندہ اعیان بخارا خواجہ نساج را — خواجہ نساج (بافندہ) کے کب غلام بنتے۔

آپ کی پیدائش موضع رامیتن میں ہوئی جو ولایت بخارا میں ایک بڑا قصبہ شہر سے دو فرسنگ کے فاصلہ پر ہے۔ اتفاقات زمانہ سے آپ رامیتن سے باورد میں تشریف لائے اور ایک مدت تک یہاں کے لوگوں کو راہ خدا بتاتے رہے۔ بعد ازاں شہر خوارزم میں مقیم ہوئے اور حسب معمول ہدایت خلق اور ریاضت و مجاہدہ میں مشغول رہے۔ خوارزم میں بہت سے لوگ آپ کے سلسلہ میں داخل ہوئے۔

کرامات:- ۱۔ حضرت سید آتا اور حضرت عزیزاں ہمعصر تھے اور کبھی کبھی ایک دوسرے سے ملاقات کیا کرتے تھے۔ اوائل میں سید آتا کو حضرت عزیزان سے صفائی نہ تھی۔ ایک روز سید آتا سے آپ کی جناب میں بے ادبی ہو گئی۔ اتفاقاً ان ہی ایام

میں ترکوں کی ایک جماعت دشتِ قپچاق کی طرف سے حملہ آور ہوئی اور سیدا تا کے ایک لڑکے کو پکڑ کر لے گئی۔ سیدا تا کو معلوم ہوا کہ یہ حادثہ اس بے ادبی کے سبب وقوع میں آیا ہے۔ اس لیے حضرت عزیزان سے معافی مانگی اور بطور ضیافت آپ کی دعوت کی۔ آپ نے قبول کیا اور سیدا تا کے ہاں تشریف لائے۔ اس دعوت میں بڑے بڑے علماء اور مشاہیرِ وقت حاضر ہوئے۔ اس روز حضرت عزیزان نہایت خوش وقت اور بڑی کیفیت کے عالم میں تھے جب خادم نمکدان لایا اور دستر خوان بچھایا گیا تو آپ نے فرمایا کہ علی اپنی انگلی نمک پر نہ رکھے گا اور ہاتھ کھانے کی طرف نہ بڑھائے گا جب تک کہ سیدا تا کا لڑکا دستر خوان پر حاضر نہ ہو جائے۔ یہ کہہ کر آپ نے کچھ دیر سکوت فرمایا تمام حاضرین اس کے منتظر تھے۔ اچانک سیدا تا کا لڑکا اس گھر کے دروازے پر آ حاضر ہوا۔ یکبارگی مجلس میں شور برپا ہو گیا۔ لوگ حیران رہ گئے اور اس لڑکے کے آنے کی کیفیت لڑکے ہی سے دریافت کی۔ اس نے کہا۔ میں اس سے زیادہ نہیں جانتا کہ ابھی میں ترکوں کے ہاتھ قید تھا اور مجھ کو اپنے ملک میں لے جا رہے تھے۔ اب دیکھ رہا ہوں کہ تمہارے سامنے حاضر ہوں۔ اہلِ مجلس کو یقین ہو گیا کہ یہ حضرت عزیزاں کا تصوف ہے۔ سب آپ کے پاؤں پر گر پڑے اور آپ کے مرید ہو گئے۔

(۲) ایک روز حضرت عزیزاں کے ہاں ایک عزیز مہمان آیا۔ گھر میں کھانے کی کوئی چیز نہ تھی۔ آپ بہت دلگیر ہوئے اور گھر سے نکلے۔ اچانک ایک طعام فروش لڑکا جو آپ کے معتقدین میں سے تھا ایک دیگ طعام سے بھری ہوئی سر پر اٹھائے ہوئے آ پہنچا۔ اس نے التجا کی کہ میں نے یہ کھانا آپ کے خادموں کے لیے تیار کیا ہے۔ امیدوار ہوں کہ آپ قبول فرمائیں گے۔ حضرت عزیزاں کو اس لڑکے کی یہ خدمت بہت پسند آئی۔ جب آپ مہمان کو کھانا کھلا چکے تو لڑکے کو بلا کر کہا۔ ہم تیری اس خدمت سے بہت خوش ہیں اب تیری جو مراد ہے ہم سے مانگ۔ انشاء اللہ پوری ہو جائے گی۔

لڑکا نہایت عقلمند اور ہوشیار تھا۔ بولا کہ میں چاہتا ہوں کہ خواجہ عزیزاں بن جاؤں۔
آپ نے فرمایا کہ یہ تو نہایت مشکل ہے۔ اس بھاری بوجھ کے اٹھانے کی تجھ میں طاقت
نہیں ہے۔ لڑکے نے عرض کیا کہ میری مراد تو یہی ہے اس کے سوا کوئی آرزو نہیں۔
تب حضرت نے فرمایا کہ اسی طرح ہو جائے گا۔ اور اس کا ہاتھ پکڑ کر خلوت میں لے گئے
اور اس پر توجہ ڈالی۔ وہ لڑکا تھوڑی سی دیر میں صورت و سیرت میں بعینہٖ مثل عزیزاں
بن گیا۔ اس کے بعد وہ کم و بیش چالیس روز زندہ رہا پھر انتقال کر گیا۔

(۳) کہتے ہیں کہ جب حضرت عزیزاں نے باشارہ غیبی ولایت بخارا سے خوارزم
کا قصد کیا اور اس شہر کے دروازے پر پہنچ گئے تو وہاں ٹھہر گئے اور درویشوں کو بادشاہ
کی خدمت میں بھیجا کہ ایک بافندہ فقیر تمہارے شہر کے دروازے پر آیا ہے اور اقامت
کا ارادہ رکھتا ہے۔ اگر تمہاری مصلحت ہو تو داخل ہو جائے ورنہ واپس چلا جائے۔ اور
ان درویشوں سے آپ نے کہہ دیا کہ اگر بادشاہ اجازت دے دے تو اجازت نامہ
مہری و دستخطی اس کا لیتے آنا۔ جب وہ درویش بادشاہ کے پاس گئے اور مدعا بیان
کیا تو بادشاہ اور اس کے ارکانِ دولت ہنس پڑے اور کہنے لگے کہ وہ سادہ اور نادان
آدمی ہے۔ پھر بطورِ مذاق بادشاہ کا مہری و دستخطی اجازت نامہ ان کے حوالے کیا گیا۔
وہ یہ اجازت نامہ حضرت عزیزاں کے پاس لائے پس آپ نے قدم مبارک شہر
میں رکھا اور گوشہ نشین ہو کر بطریق خواجگان اپنے اوراد و اذکار میں مشغول ہو گئے۔
آپ ہر روز صبح کے وقت مزدور گاہ میں آتے اور ایک دو مزدور کو اپنے مکان پر
لے جا کر فرماتے۔ کہ پورا وضو کرو۔ اور نمازِ دیگر تک باوضو ہمارے پاس رہو اور ذکر کرو۔
بعد ازاں اپنی مزدوری لے کر چلے جاؤ۔ مزدور بہت خوشی سے ایسا کرتے اور نمازِ دیگر
تک آپ کی صحبت میں رہتے۔ مگر جو مزدور ایک دن اس طرح آپ کے پاس رہتے
آپ کی صحبت کی برکت اور آپ کی تاثیر و تصرف باطنی سے ان میں یہ وصف پیدا

ہوجاتا کہ آپ کی خدمت سے جدائی گوارا نہ کرتے۔ اس طرح کچھ مدت کے بعد وہاں کے لوگ آپ کے مرید بن گئے اور آپ کے گرد طالبوں کا بڑا مجمع ہو گیا۔ رفتہ رفتہ کسی نے بادشاہ کو خبر دی کہ اس شہر میں ایک شخص آیا ہے اکثر لوگ اس کے مرید ہو گئے ہیں۔ اندیشہ ہے کہ اس کے سبب سے ملک میں کوئی فتنہ و فساد پیدا ہو جائے کہ جس کا انسداد ممکن نہ ہو۔ بادشاہ نے اس وہم میں پڑ کر حضرت عزیزاں کے اخراج کا حکم دیا۔ آپ نے ان ہی درویشوں کے ہاتھ اجازت نامہ بادشاہ کی خدمت میں بھیج دیا۔ کہ ہم تمہارے شہر میں تمہاری ہی اجازت و مصلحت سے آئے ہیں۔ اگر تم اپنے حکم کے خلاف کرتے ہو تو ہم یہاں سے چلے جاتے ہیں۔ اس پر بادشاہ اور ارکان دولت بہت شرمندہ ہوئے اور آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ کے محبین و مخلصین میں سے ہو گئے۔

(۴) حضرت عزیزاں کے دو فرزند تھے۔ ایک خواجہ محمد جو خواجہ خرد کے نام سے مشہور تھے۔ کیونکہ حضرت عزیزاں کے اصحاب حضرت عزیزاں کو خواجہ بزرگ کہا کرتے تھے۔ اور خواجہ محمد کو خواجہ خرد۔ دوسرے کا خواجہ ابراہیم نام تھا۔ جو خواجہ محمد سے چھوٹے تھے۔ جب حضرت کا زمانہ وفات نزدیک آیا تو آپ نے خواجہ ابراہیم کو اجازت و خلافت عطا فرمائی۔ بعضے یاروں کے دل میں آیا کہ بڑے صاحبزادے کی موجودگی میں جو عالم و عارف ہیں چھوٹے کو کیوں خلیفہ بنایا گیا۔ حضرت نے ان کے خطرے پر آگاہ ہو کر فرمایا۔ کہ خواجہ خرد ہمارے بعد زیادہ نہ ٹھہریں گے بلکہ جلدی ہمارے پاس پہنچیں گے۔ چنانچہ ایسا ہوا کہ حضرت کی وفات کے انیس روز بعد خواجہ خرد نے بروز دوشنبہ وقت چاشت ۱۷ ماہ ذی حجہ ۷۱۵ھ میں وفات پائی اور خواجہ ابراہیم نے ۷۹۳ھ میں انتقال فرمایا۔

وفات :- حضرت عزیزاں نے بتاریخ ۲۸ ذیقعدہ ۷۱۵ھ میں وفات پائی۔ آپ کا مزار مبارک خوارزم میں مشہور و معروف اور زیارت گاہ خاص و عام ہے۔

کلماتِ قدسیہ :- (۱) شیخ رکن الدین علاء الدولہ سمنانی نے جو حضرت عزیزاں کے ہمعصر تھے ایک درویش کو آپ کی خدمت میں بھیج کر تین مسئلے پوچھے۔ اور ہر ایک کا جواب پایا۔ پہلا مسئلہ یہ تھا کہ ہم اور تم آنے جانے والوں کی خدمت کرتے ہیں۔ تم کھانے میں تکلف نہیں کرتے اور ہم کرتے ہیں۔ مگر لوگ تمہاری آرزو اور ہماری شکایت کرتے ہیں۔ اس کا سبب کیا ہے؟ حضرت عزیزاں نے جواب دیا کہ احسان جتا کر خدمت کرنے والے بہت ہیں اور احسان مند ہو کر خدمت کرنے والے کم ہیں۔ کوشش کرو کہ تم دوسری قسم سے ہو تاکہ کوئی تمہاری شکایت نہ کرے۔ دوسرا مسئلہ یہ تھا کہ ہم نے سنا ہے کہ تمہاری تربیت خواجہ خضر علیہ السلام سے ہے۔ یہ کس طرح ہے؟ حضرت نے جواب دیا کہ حق سبحانہٗ کے بندے اس ذات کے عاشق ہیں جس کے حضرت خضر عاشق ہیں۔ تیسرا مسئلہ یہ تھا کہ ہم سنتے ہیں کہ تم ذکر جہر کرتے ہو۔ یہ کس طرح ہے؟ فرمایا کہ ہم بھی سنتے ہیں کہ تم ذکر خفیہ کرتے ہو۔ پس تمہارا ذکر بھی جہر ہے۔

حضرت عزیزاں سے اشعار میں سے یہ رباعی مشہور ہے :-

باہر کہ نشستی و نشد جمع دلت	جس شخص کے پاس تو بیٹھا اور تیری دلجمعی نہ ہوئی
وز تو نرمید زحمت آب و گلت	اور تیری آب و گل کی کدورت تجھ سے دور نہ ہوئی
از صحبت وے اگر تبرا نکنی	اگر تو اس کی صحبت سے بیزار نہ ہوگا
ہرگز نکند روح عزیزاں بحلت	تو عزیزاں کی روح تجھے کبھی معاف نہ کرے گی۔

——— (رشحات)

رسالہ

خواجہ عزیزاں

علی رامیتنی قدس سرہٗ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہٖ محمد وآلہٖ اجمعین

اے اللہ کے دوست! زادک اللہ تعالیٰ صدقاً و یقیناً و دولۃً و اقبالاً و عزاً و جلالاً سالکِ طریقت (یعنی راہ چلنے والے) کو دس چیزیں زیر نگاہ رکھنی چاہئیں۔

اوّل :۔ ہمیشہ باطہارت رہے۔ طہارت کی چار قسمیں ہیں۔ طہارت ظاہری۔ طہارت باطنی۔ طہارت قلبی اور طہارت سِرّی۔

ظاہری طہارت تو ہر خاص و عام کو معلوم ہے۔ لیکن پانی کی پاکیزگی اور حلال ہونے میں حتی الامکان احتیاط رکھنی چاہیے۔ لباس کی پاکیزگی کے بڑے اثرات ہیں۔ اسے بھی ملحوظ خاطر رکھیے

طہارت باطنی سے مراد یہ ہے۔ لقمۂ حرام اور شُربِ حرام سے بچا جائے۔ حدیث پاک میں ہے۔ جو شخص ایک لقمۂ حرام کھا لیتا ہے۔ چالیس روز تک نہ اس کی فرضی نماز قبول ہوتی ہے اور نہ نفلی۔ نہ اس کی دعا قبول ہوتی ہے اور نہ التجا سُنی

جاتی ہے۔

طہارتِ قلبی یہ ہے کہ تمام ناپسندیدہ صفات اور غل غپاڑہ، کینہ وحسد، مکرو خیانت، بغض و عداوت اور دنیا کی محبت سے بچا جائے۔ ظاہر ہے کہ دنیا مخلوق کی منظورِ نظر ہے (خالق کی نہیں) جب تک دل اس سے پاک نہیں ہوگا۔ اس کی نماز و طاعت قبول نہیں ہوگی۔ قلب خالق کا منظورِ نظر ہے اس لیے جب تک دنیا کی محبت کے داغ سے پاک نہیں ہوگا۔ اس کے عشق و محبت کی دولت سے مشرف نہیں ہو سکتا۔

طہارتِ سِرّی سے مراد یہ ہے۔ کہ انسان اللہ کے بغیر کسی چیز کی طرف توجہ ہی نہ کرے۔

دوم: زبان کو خاموش رکھے۔ ناشائستہ گفتگو سے زبان کو روکے۔ قرآن کی قرأت۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں مشغول رہے۔ لوگوں کی اصلاح کرے اور علم سیکھنے اور سکھانے میں مصروف رہے۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ھل یکب الناس علیٰ مَناخرِ ھِمْ فی النار الّا حصائدُ اَلسِنَتِھِمْ[1] یعنی جن لوگوں کو آگ میں ڈالا جاتا ہے۔ وہ ان کی زبانوں کی لغزشوں کی وجہ سے ڈالا جاتا ہے۔

ایزد چو بنا کرد بحکمت تن وجاں — در ہر عضوے مصلحتے کرد نہاں
گر مفسدتے ندیدہ بودے ز زباں — محبوس نمی کرد بہ زندان دہاں

اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمتِ کاملہ سے انسانی جسم و جان کو بنایا۔ اس کے ہر عضو میں کوئی نہ کوئی مصلحت پوشیدہ کر دی۔ اگر زبان منبع فساد نہ ہوتی۔ تو اسے منہ میں دانتوں کے قید خانہ میں قید نہ کر دیا جاتا۔

---

[1] کنوز الحقائق:

جب حضرت مریم رضی اللہ عنہا نے خاموشی اختیار کی تو اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ان کی گود میں زبان عطا کر دی۔ اور وہ فرمانے لگے۔ اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰہِ اٰتَانِیَ الْکِتٰبَ[1]۔ (میں اللہ کا بندہ ہوں مجھے کتاب دی گئی ہے۔) جب مریم کے جسم نے خاموشی اختیار کی تو ان کا دل عیسیٰ گفتگو کرنے لگا۔ تو کوئی تعجب کی بات نہیں۔

تا مریم تن عزفہ قدسی نگزیند
با نفخۂ احیاء چو مسیحا نتواں بود

حدیث شریف میں ہے کہ اہلِ جنت پر اس سے بڑھ کر اور کوئی حسرت نہ ہوگی (جب انہیں یاد آئے گا) کہ دنیا میں ان کا ایک لمحہ ایسا گزرا تھا جس میں انہوں نے خدا تعالیٰ کا ذکر نہ کیا یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود نہ بھیجا (یعنی ایک لمحہ غفلت میں گزرنے پر حسرت و افسوس کریں گے)

سوم:۔ خلوت اور عزلت۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ نامحرم پر نگاہ کرنا ایک زہر آلود تیر ہے۔ جب دل پر پڑے تو سوائے ہلاکت کے اور کیا ہو سکتا ہے۔ چنانچہ حضور نے ایک اور مقام پر فرمایا: اَلنَّظْرُ سَہْمٌ مَسْمُوْمَۃٌ مِنْ سِہَامِ اِبْلِیْسَ (نگاہ ایک زہر آلود تیر ہے جسے ابلیس نے تیار کیا ہے)

زتیر مکر شیاطین بد بپوش دو چشم
ہلاک گردی اگر تیر کارگر یابی

(شیاطین کے مکر کے تیر سے اپنی دونوں آنکھوں کو بچائے رکھو۔ اگر تیر نشانے پر بیٹھا تو تباہ ہو جاؤ گے)

---

[1] پ ۱۶ ع ۵۔

جس طرح نامحرم عورتوں پر نگاہ کرنا حرام ہے۔ خوبصورت لڑکوں پر بھی نگاہ نہیں کرنی چاہیے۔ یہ بھی حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے قُل لِّلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ[1]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دیکھا۔ کہ گھر کی چار دیواری سے باہر آکر ایک فقیر کو روٹی دے رہی ہیں۔ حضور نے فرمایا۔ تم خود گھر سے باہر کیوں آئی ہو۔ کیونکہ فقیر مرد ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: یا رسول اللہ! یہ تو نابینا مرد ہے۔ حضور نے فرمایا۔ وہ تو نابینا ہے تم تو بینا ہو۔"

جو شخص نامحرم کو دیکھنا حلال یا جائز سمجھے اس پر خوفِ کفر ہے۔

عزلت سے دوسرا فائدہ یہ ہے کہ ہاتھ ناشائستہ کاموں سے رک جاتا ہے۔ پاؤں نامناسب مقامات پر جانے سے رک جاتے ہیں۔ کان کا فائدہ ہے کہ نامعقول باتیں نہ سنے۔ اس سے انسان کا بدترین دشمن نفس قیدیا بند ہوتا ہے۔ اسی عزلت کی برکات سے دل پر غیب کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ عزلت کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ دل سے دنیا کے نقوش مٹتے چلے جاتے ہیں۔ اور آخرت کے نقوش آئینۂ دل پر جھلکنے لگتے ہیں۔ جب دل پوری طرح صاف ہو جاتا ہے۔ تو اس پر نور وحدانیت کے جلوؤں کے پرتو آتے ہیں۔ دل تجلی گاہِ خداوندی بن جاتا ہے۔ وہ برملا پکار اٹھتا ہے۔

زاں مے خوردم کہ روح پیمانۂ اوست   مستے شدہ ام کہ عقل پیمانۂ اوست

دودے بمن آمد آتشے درمن زد   زاں شمع کہ آفتاب پروانہ اوست

چہارم:۔ روزہ۔ روزہ کا فائدہ فرشتوں کے ساتھ مشابہت ہے اور نفس امارہ پر قہر گرانا۔

---

[1] پ ۱۸۔ ع ۱۰۔

خصوصیت ہے اَلصَّوْمُ لِیْ وَاَنَا اَجْزِیْ بِہٖ[1] (روزہ صرف میرے لیے ہے اور میں ہی اس کا اجر دوں گا) اس روزہ کا بے پناہ ثواب ملتا ہے اِنَّمَا یُوَفَّی الصَّابِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَیْرِ حِسَابٍ[2] روزہ شیطانی حملوں کے مقابلہ میں ایک ڈھال ہے۔ اَلصَّوْمُ جُنَّۃٌ مِّنَ النَّارِ[3] روزے سے بھوکوں کے درد دل کی کیفیت معلوم ہوتی ہے اور رحم کرنے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ اور اس سے دو راحتیں نصیب ہوتی ہیں۔ لِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ۔ فَرْحَۃٌ عِنْدَ فِطْرِہٖ وَفَرْحَۃٌ عِنْدَ لِقَاءِ رَبِّہٖ[4] روزے میں دو راحتیں ہیں۔ ایک افطاری کی راحت اور دوسری دیدارِ خداوندی کی راحت۔ روزے سے بدنی صحت میسّر آتی ہے۔ روزے کے اور بھی بہت سے فائدے ہیں۔ ایام متبرکہ خصوصیت کے ساتھ ماہ رجب ذوالقعدہ۔ اور محرم کے دنوں کے روزے تو حدیث میں صحیح اسناد کے ساتھ ثواب کا سرمایہ ہیں۔ راوی نے تاکید کے ساتھ بتایا۔ کہ میرے دونوں کان بہرے ہو جائیں۔ اگر میں نے خود رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ سنا ہو۔ رسولِ پاک نے فرمایا۔ جو شخص ماہِ حرام کے تین روزہ رکھے گا۔ (جن کا اوپر ذکر کیا ہے ایّام جمعہ۔ ہفتہ کو) اسے سات سو سال کی عبادت کا ثواب ملے گا۔ اور اس کے نامہ اعمال میں لکھا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے۔

پنجم:۔ ذکرِ الٰہی ہے۔ سب اذکار سے افضل تر ذکر لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ ہے۔

بر تختِ وجود ہر کہ شہنشاہ است	و ز راسوائے عالم حقیقت راہ است
ہر نورِ یقیں کہ در دلِ آگاہ است	دستش ز بد و نیک جہاں کوتاہ است
زیں پیش شبے بود ہزار اندیشہ	اکنوں ہمہ لا الٰہ الا اللہ است
اے خواجہ تراغم جمال و جاہ است	اندیشہ باغ و راغ و خرمن گاہ است

---

[1] مشکوٰۃ باب الصیام۔ [2] پ ع [3] کنوز الحقائق اور جامع صغیر میں الصوم جنۃ من عذاب اللہ کے الفاظ ہیں۔ [4] مشکوٰۃ کتاب الصوم۔

ما سوختگانِ عالمِ تجرید بدیم ما را اعظم لا الٰہ الا اللہ است

ذکر کے پرندے کو بال و پر کی ضرورت ہے۔ پروں کو کھولے اور پھر پرواز کرے۔ کہ اِلَیۡہِ یَصۡعَدُ الۡکَلِمُ۔ ایک پر حضوری کا اور دوسرا اخلاص کا۔ یہ بات جان لینا ضروری ہے کہ حضوری آگاہی کا نام ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ دانا و بینا ہے۔ وہ سنتا ہے۔ وہ بلند و پست کو سنتا ہے۔ اخلاص اس کیفیت کا نام ہے کہ انسان اپنے کردار و گفتار سے نہ دنیا کا طلب گار رہے۔ نہ جاہ جلال کا۔ نہ اسے دنیا سے تعلق ہو نہ عقبیٰ سے نہ اسے بہشت کی تمنا ہو۔ نہ حور و قصور۔ انہار و اشجار اور اثمار کی خواہش ہو۔ اللہ کے ذکر کے دوران کہے۔ کہ تو ہی میرا مقصود ہے۔ اور تجھ سے میں تیری ذات کو چاہتا ہوں۔ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ جو شخص لا الٰہ الا اللہ کہتا ہے۔ اس کے منہ سے ایک سبز پرندہ برآمد ہوتا ہے۔ اس کے بال و پر سفید جو یاقوت و زمرد سے منقش ہوتے ہیں۔ اس کی پرواز عرشِ معلّٰی تک ہوتی ہے وہ شہد کی مکھی کی مدہم آواز لگاتا ہے۔ اسے حکم آتا ہے کہ خاموش رہو۔ وہ کہتا ہے میں کس طرح خاموش رہ سکتا ہوں۔ جب تک ذکرِ الٰہی کرنے والا بخشا نہیں جاتا۔ میں کیسے خاموش رہوں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں تم چپ رہو میں نے تمہارے کہنے والے کو بخش دیا ہے۔ اور اے فرشتو تم گواہ رہنا کہ میں نے اس پرندے کے کہنے والے کے نامۂ اعمال کی تقصیرات کو آبِ غفران سے دھو دیا ہے اللہ تعالیٰ ایسے جانور کو ستر زبانیں عنایت فرمائے گا تاکہ وہ قیامت تک ذکر کرنے والے کی مغفرت کرتا رہے۔ آمَنَّا بِہٖ وَ صَدَّقۡنَا۔ وہ جانور آگے بڑھے گا اور اپنے کہنے والے کا ہاتھ پکڑے گا اور اسے بہشت تک اڑا لے جائے گا۔

یاد رہے۔ کہ ذکرِ الٰہی کی تلقین کسی مردِ کامل سے حاصل کرنی چاہیے۔ جس کو اجازت حاصل ہو۔ جیسے تیر بادشاہ کے ترکش سے لینا ضروری ہے۔ ورنہ تیر

خطا ہونے کا امکان ہے۔

اللہ تعالیٰ کا قول ہے یَآاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْکُرُوا اللّٰہَ ذِکْرًا کَثِیْرًا (اے ایمان والو۔ اللہ کا بہت زیادہ ذکر کرو۔) حدیث شریف میں ہے۔ کہ انسان ایک دن میں ایک لاکھ بار سانس لیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر ایک سانس کے متعلق دریافت کرے گا۔ کہ تو نے یہ سانس کس انداز سے لیا تھا۔

زہر نفس بقیامت شمار خواہد بود گنہ مکن کہ گناہگار خوار خواہد بود

بسا سوار کہ فردا پیادہ خواہد شد بسا پیادہ کہ فردا سوار خواہد بود

چنانچہ انسان کو چاہیے کہ زندگی کے وہ لمحات جو بے فائدہ گزرے ہیں۔ ان کی قضا کرے۔ یہ وہ راز ہے۔ کہ جب تک صاحب بیعت نہ ہو جائے۔ اس وقت تک سمجھ میں نہیں آسکتا۔

سرے کہ با تو دارم در نامہ چوں نوشتم
اسرار فاش گردد از کلک سر بریدہ

ششم:۔ خیالات کی نگاہداشت۔

خیال چار قسم پر ہوتا ہے۔ خاطرِ رحمانی۔ خاطرِ ملکانی۔ خاطرِ شیطانی اور خاطرِ نفسانی

خاطرِ رحمانی غفلت سے تنبیہ کرتا ہے۔ خاطرِ ملکانی طاعت کی ترغیب دیتا ہے۔ خاطرِ شیطانی معصیت کی آرائش کرتا ہے۔ اور خاطرِ نفسانی شہوات کا مطالبہ کرتا ہے۔ سالکِ راہ کو چاہیے کہ اس کے دل میں بغیر از خدا جو بھی خیال آئے اس کی نفی کرتا رہے۔ اور وہ اپنے مقصد پر کاربند رہے تاکہ اس پر واضح ہو جائے کہ اسے قبول کرنا ہے یا دکرنا ہے۔ اگر وہ نیک و بد کی تمیز نہیں کر سکتا۔ تو کہے! اے اللہ تو جانتا ہے کہ میں نہیں جانتا۔ اور میں جانتا ہوں کہ تو جانتا ہے۔ میرے

لیے جو چیز بہتر ہے وہی عنایت فرما۔ یہ دعا بھی پڑھے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم: اَللّٰھُمَّ اَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَّ ارْزُقْنَا اتِّبَاعَہٗ وَاَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلًا وَّ ارْزُقْنَا اجْتِنَابَہٗ وَلَا تَکِلْنَا اِلٰی اَنْفُسِنَا وَلَا اِلٰی اَحَدٍ مِّنْ خَلْقِکَ طَرْفَۃَ عَیْنٍ وَّلَا اَقَلَّ مِنْ ذَالِکَ وَکُنْ لَّنَا وَلِیًّا وَّحَافِظًا وَّنَاصِرًا وَّعَوْنًا وَّمُعِیْنًا عَلٰی کُلِّ خَیْرٍ دَلِیْلًا وَّملقنا مُسْوَیْدًا رَبَّنَا اٰتِنَا وَمَنْ حَضَرَنَا وَمَنْ غَابَ عَنَّا وَکُلَّ مُؤْمِنٍ وَّمُؤْمِنَۃٍ فِی الدَّارَیْنِ حَسَنَۃً یَّا وَاسِعَ الْمَغْفِرَۃِ وَیَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ

ہفتم: حکمِ خداوندی پر راضی رہنا۔

توکل، تفویض بھی اسی کا نام ہے۔ اللہ کی رضا خفیہ۔ ظاہری شدت اور آرام، خوف اور امید۔ غرضیکہ تمام حالات میں اللہ کی رضا پر راضی رہے۔ اللہ تعالیٰ کی کریمی، رحیمی، غفوری، ستاری پر نظر رکھتے ہوئے امید سے قوت حاصل کرے۔ قہاری اور شدید العقابی پر نظر رکھتے ہوئے خوف سے قوت حاصل کرے۔ جب توفیقِ الٰہی پر نظر ہوتی ہے۔ تو انسان کو امید کی کرن نظر آتی ہے۔ اگر وہ چاہتا تو توفیق دیتا اور اگر نہ چاہتا تو توفیق عطا نہ فرماتے۔

توفیق عزیز است بہر کس ندہند
ایں گوہرِ ناسفتہ بہر خس ندہند

جب انسان اپنے گناہوں کو دیکھتا ہے۔ تو دل میں اللہ کا خوف پیدا ہوتا ہے۔

بندہ ہماں بہ کہ ز تقصیر خویش　　عذر بدرگاہِ خدا آورد
ورنہ سزاوار خداوندیش　　کس نتواند کہ بجا آورد

دنیا میں اس کی بہتری اسی بات میں ہے۔ کہ وہ ہر حالت میں خوف اور امید میں رہے۔ طاعت کے وقت اس کے ہاں فخر نہ کرے۔ اور معصیت کے وقت اس کے دروازے سے مایوس نہ ہوجائے۔

ایمن مباد خواجہ و نومید ہم مشو
اسلام درمیانہ خوف ورجا بود

ہشتم :۔ نیک لوگوں کی صحبت۔

نیکوں کی صحبت اختیار کرنا۔ مفسدوں سے دور رہنا۔ اور خاص طور پر ضعیف الحال لوگوں کو حجاب میں رہنا چاہیے۔ تاکہ نامحرموں پر نظریں نہ پڑیں۔ اور کوشش ہونی چاہیے کہ نامحرم کی نگاہ بھی اس پر نہ پڑے۔ یہی بات عزیزاں سے ہے۔

با ہر کہ نشستی ونشد جمع دلت — وز تو نرہید زحمت آب و گلت
از صحبت او اگر تبرّا نکنی — ہرگز نکند روح عزیزاں بحلت

نہم :۔ بیداری ضروری شرط ہے۔

بیداری میں بہت سے فائدے ہیں۔ سب سے اول تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰہِ لَا تَاْخُذُہٗ سِنَۃٌ وَّلَا نَوْمٌ (اللہ کے اخلاق کی پیروی کرو۔ اللہ کو نیند اور اونگھ نہیں آتی)

گفتم بچہ خدمت موصالت برسم
گفتا کہ تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰہ

رات عاشقوں کا خلوت کدہ ہے۔ رات کی خاموشی میں ہی وہ اپنے راز و نیاز بارگاہِ بے نیاز میں پیش کرتے ہیں۔ ان لمحات میں اغیار کی تشویش نہیں ہوتی۔

از صبح وجود بے خبر بود عدم — آنجا کہ من و عشق تو بودیم بہم

در روز اگر کسے نیابم محرم   شب ہست غنیمت بہت مرا پیش چہ غم

سالکانِ طریقت کو جو دولت میسر آئی ہے۔ وہ رات کی تنہائی اور شب بیداری سے ہی میسر آئی ہے۔

دولت شب گیر خواہی خیز و شب را زندہ دار
خفتہ نابینا بود دولت۔ بہ بیند از اں رسد

دہم:۔ نگہداشت لقمہ؛

لقمہ کی نگہداشت اور لقمہ حلال و پاک کا حاصل کرنا نہایت ضروری ہے۔ یہ تمام فرائض میں سے ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کُلُوْا مِمَّا فِی الْاَرْضِ حَلٰلًا طَیِّبًا (اس سرزمین میں جو کچھ کھاؤ وہ حلال اور طیّب کھاؤ)۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ عبادت کے دس حصے ہیں اس میں سے نو حصے حلال کی روزی ہے۔ تمام عبادتیں ایک حصہ ہیں۔ حلال کی روزی وہ ہوتی ہے، جس کے حاصل کرنے میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ ہو۔ طیّب وہ ہوتی ہے کہ لقمہ کھاتے وقت یہ نیت ہو۔ کہ یہ لقمہ محض عبادتِ خداوندی کی قوت حاصل کرنے کے لیے کھا رہا ہوں۔ جب روزی حلال و پاک ہو اسراف نہ کرے

گرچہ خدا گفت کُلُوْا وَاشْرَبُوْا
از پے آں گفت لَا تُسْرِفُوْا

کھاتے وقت ذکرِ خداوندی کے ساتھ کھائے۔ اگر غافلوں کی طرح کھائے اور یادِ خداوندی سے محروم ہو گا تو اس کا لقمہ ایسا ہی ہو گا جیسے کوئی ذبیحہ بغیر بسم اللہ کھایا جائے وَلَا تَاْکُلُوْا مِمَّا لَمْ یُذْکَرِ اسْمُ اللّٰہِ عَلَیْہِ (وہ چیز ہرگز نہ کھاؤ جس پر اللہ کے نام کا ذکر نہیں کیا گیا) اس آیت کریمہ کا تقاضا ہے۔ کہ ہر چیز کھانے سے پہلے اللہ کا نام لے لیا جائے۔ کھاتے وقت غافلوں سے ہم پیالہ

اور ہم نوالہ نہ رہے۔

منشیں بابداں کہ صحبت بد — گرچہ پاکی ترا پلید کند

آفتاب بدان بزرگی را — ذرۂ ابر ناپدید کند

گوہر از ناقصان راہ مطلب — زانکہ این پایۂ کاملے دارد

یہ ضروری ہے۔ کہ کھانا پکانے والا باوضو ہو۔ باطہارت ہو۔ اس کی زبان پر بھی ذکرِ خداوندی ہو۔ تاکہ غفلت اور سیاہی کا سبب نہ بنے۔

ایک دن حضرت خواجہ خضر صلوات اللہ علیہ وسلامہ حضرت خواجہ خواجگان خواجہ عبد الخالق غجدوانی قدس اللہ تعالیٰ روحہ کے پاس آئے۔ دستر خوان بچھایا گیا مگر خواجہ خضر علیہ السلام نے ایک لقمہ بھی نہ کھایا۔ فرمانے لگے جس شخص نے روٹی کا آٹا گوندھا ہے۔ وہ بے وضو تھا۔ یہ لقمہ ہمارے حلق کے لائق نہیں۔ رزقنا اللہ جمیع محبینا حلالاً طیباً آمین رب العالمین

تمت الرسالۃ الشریفۃ من خواجہ عزیزان علی رامیتنی قدس سرہٗ

سات ہزار پانچ سو صحابہ کرام کا بے مثال تذکرہ
اسد الغابۃ
فی
معرفۃ الصحابۃ
علامہ امام ابی الحسن علی الجزری ابن اثیر رحمہ اللہ
ترجمہ
مولانا محمد عبد الشکور فاروقی
مکتبہ نبویہ
گنج بخش روڈ لاہور